

قاسمی ابو یوسف

حیات اور علمی کارنامے

حسن القاسمی فی سیرۃ امیر الدین حسن القاسمی

تالیف
شیخ رابعہ کوثری

ترجمہ و تصدیق
مظہر الاسلام اربعی

دارالانعماء
الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ

قاضی ابو یوسف حیات اور علمی

کارنامے

حسن التقاضی فی سیرۃ امام ابی یوسف القاضی

تالیف: شیخ علامہ المحدث زاہد الکوثری

ترجمہ و تحقیق: منظر الاسلام ازہری

پیشکش: طوبی ریسرچ لائبریری

toobaa-elibrary.blogspot.com

افتساب

امام ابو یوسف کے نام

©All rights reserved

Qazi Abu Yusuf: Hayat Aur Ilmi Karname

By: Shaikh Zahid Kauri
Translated by: Manzoor Islam Azhari
First edition: November 2011 in Delhi
second edition: November 2012 in Pakistan

Dar-un- Noman, Pakistan

Distributed by :Maktaba Qadria
Main University Road Old Sabzi Mandi
Karachi

Phone 0345-7760640

Email : darulnoman@gmail.com

فہرست مشمولات

7	پیش لفظ
11	مقدمہ از مؤلف
15	امام ابو یوسف کا شمار نسب اور تاریخ پیدائش کی تحقیق
21	امام ابو یوسف امام ابو حنیفہ کی درس گاہ میں
27	اسلامی حکموں میں کوئی ایک اور امام ابو یوسف کی علمی نشوونما
35	امام ابو یوسف کا قوت حافظہ اور ذہانت
41	حدیث اور فقہ میں امام ابو یوسف کے مشارح
45	امام ابو یوسف کا تعلیم و تعلم سے شغف اور طلبہ کے ساتھ شفقت
48	امام ابو یوسف کے تلامذہ
55	استہدائی شان اور اصول و فروع میں مہارت
62	امام ابو یوسف اور اب علم و دانش کی نظر میں
69	امام ابو یوسف کی تصنیفات
80	علم کلام کے بعض اختلافی مسائل میں امام ابو یوسف کی رائے
90	امام مالک سے امام ابو یوسف کی ملاقات
94	محمد بن اسحاق سے ابو یوسف کی روایت
100	کیا امام شافعی اور ابو یوسف کی ملاقات ثابت ہے؟
105	ابو یوسف کی بعض حکایتیں اور اہل حدیث سے ملاقات

- ابو یوسف کی حکمت آمیز باتیں 111
 ابو یوسف کی حاضر جوابی اور احکام کی یکسو ثابتیں 115
 ابو یوسف کی ابو حنیفہ کی مجلس علم سے غیر معاشری 120
 مذہب غلطی کی تدوین مثنی مذہب کے ساتھ کیوں؟ 124
 خلفاء کے ساتھ ابو یوسف کے بعض واقعات 131
 تنبیہ و مسائل کامل اور فقہی تدابیر 137
 امام ابو یوسف کی وفات 145
 امام ابو حنیفہ کی ابو یوسف کو گرفتار اندر رست 156
 طبقات فقہاء سے حقیق اہن کمال پر شہاب مر جانی کی تحسین 161
 شاہ ولی اللہ کے تسامحات 178

پیش لفظ

۲۰۰۸ء میں میرے ایک غائبانہ کرم فرما جو عام طور پر اہل علم سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں نے علامہ زاہد کوثری مفتی کے تین رسالے ارسال کیے اور فون پر فرمائش کی کہ ان رسالوں کا ترجمہ اردو میں اس لیے ناگزیر ہے کہ برصغیر کے سنی روایتی عقیدہ اور ائمہ مذاہب خاص طور پر امام اعظم ابو حنیفہ کی محدثانہ بصیرت اور فقہی شان کا بڑی بے باکی سے مذاق اڑا رہے ہیں۔ علامہ کوثری کے یہ رسالے میرے مطالعے میں آچکے تھے، میں نے ان کی بات سے اتفاق کیا اور کتاب ملنے کے فوراً بعد ترجمے کا کام شروع کر دیا۔ تقریباً دو مہینے کے اندر پہلے رسالے ”فقہ اہل العراق و حدیثہم“ کا ترجمہ مکمل کر لیا۔

چچہ باہر بعد دوسرے رسالے ”حسن النفاضی فی مسیرۃ امام ابی یوسف النفاضی“ کا ترجمہ بھی شروع کر دیا۔ کچھ ذاتی مصروفیات اور نامساعد حالات کی وجہ سے اس رسالے کی تکمیل میں تاخیر ہوئی مگر مجھ کو غائی تاخیر کے باوجود اس کا ترجمہ بھی مکمل ہو گیا۔ اب دونوں رسالے ادارہ فکر اسلامی سے شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہیں۔

اللہ کے فضل و کرم اس کے حبیب سیدنا محمد ﷺ کے صدقہ و فضل ”حسن النفاضی“ بنام ”امام ابو یوسف حیات و خدمات“ کا اردو ترجمہ شرب چار شخبہ بعد نماز مغرب ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ مطابق ۵ مارچ ۲۰۰۹ء کو نہیں نے مکمل کر لیا تھا۔ کتاب کے مباحث، مصادر و مراجع دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ اس قدر جھلک تھے کہ میں نے اس کے ترجمے پر ہی اکتفا کرنا مناسب نہیں سمجھا بلکہ یہ شوق ہوا کہ جھلک مباحث کی توضیح اور مصادر و مراجع کی تخریج و تحقیق عاجیہ میں کر دی جائے تو کتاب کی افادیت دوپلا ہو جائے گی۔ اسی فرض سے ترجمے کے ساتھ

ساتھ چاہیے اور اصل مصادر کی طرف رجوع کی بہت بھی کر لی۔ مگر یہ کام دو وجہوں سے اتنا آسان نہیں تھا۔

اولاً: مصنف کا طریقہ کار عام طرز سوانح نگاری سے بالکل مختلف ہے، عام مؤلفین کی طرح محض نام و نسب، تاریخ پیدائش، جائے پیدائش، تاریخ وفات جیسی تفصیلات بیان کرنے پر ہی انہوں نے اکتفا نہیں کیا بلکہ اگر تاریخ پیدائش بیان کی ہے تو مختلف اقوال میں تعلیق تحقیق اور راجح تاریخ بیان کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ ابو یوسف پر بات کی تو تحقیق کی اجتناب کر دی، علمی مقام اور معاصر اناحوال بیان کیے تو ایسا لگتا ہے کہ صرف آخری، امام ابو یوسف کی اہم ہستی شان کا ذکر کیا تو ایسے ایسے اصولی اور فروعی مباحث ذکر کیے کہ انصاف پسند قاری ان کی رائے سے متفق ہوئے بنا نہیں رہ سکتا۔

ثانیاً: علامہ زاد کوثری کی تحقیق کا بڑا حصہ قلمی کتابوں اور قدیم نسخوں پر مشتمل ہے۔ قدرت نے کوثری کے اعجاز ذہن کے لیے وسائل بھی فراہم کر دیے تھے۔ وہ ایک زمانے تک سارا جیسے چار سو سال تک عالم اسلام کی سربراہی کرنے والے ملک ترکی میں رہے جس کے قدیم کتب خانے ان کی دلچسپی کا مرکز تھے۔ قسمت کچھ دنوں کے لیے انہیں ملک شام لے گئی جہاں دمشق کی لائبریری سے عزیز ترین کوثری اور جلدان کے لیے نہیں تھی اور پھر بغداد پر کی شہرہ ساری نے انہیں علم و علما کی آماجگاہ قاہرہ پہنچا دیا جہاں دارالکتب المصریہ اور ارازمی قدیم لائبریریوں ان کا مرکز توجہ بن گئیں۔ اس لیے علامہ کوثری اپنی کتابوں میں اکثر قلمی نسخوں کا حوالہ دیتے ہیں۔ جن کتابوں کا حوالہ ان کی تحریر میں موجود ہے ان میں سے کچھ چھپ چکی ہیں، کچھ طبع میں ہیں اور کچھ تکاب بھی اہل علم کی رسائی نہیں ہو سکی۔ ایسے محقق کی کتاب پر حاشیہ اور اصل مصادر کی طرف رجوع کا پورا حق اس وقت سدا ادا نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ انسان قاہرہ و ترکی اور شام کا سفر نہ کرے۔ میں نے جب ”حسن القاضی“ کا ترجمہ مکمل کر لیا تو جو کچھ مکتوبہ کتابیں دستیاب تھیں ان کی روشنی میں حواشی، ترجیح اور اصل مصادر کی طرف رجوع کرنا شروع کر دیا۔ پھر میرا ارادہ ہوا کہ کم از کم قاہرہ کا سفر ضرور کیا جائے تاکہ درہر سبھی کتب پوری ہو جائے مگر قاہرہ کی بجائے ہندوستان جانے کا ارادہ بن گیا اور ابھی بھر ہند کے پار بھی نہیں اترتا کہ ہندوستان کے اسی سفر میں کتاب

چھاپنے کی جمن بھی سوار ہو گئی۔ اس درمیان بدایوں شریف بھی حاضری ہوئی اور کتب خانہ قادری دیکھنے کا اتفاق ہوا تو ایک بار پھر نہیں سے کتاب کی طباعت میں مؤخر کرنے کا ارادہ کر لیا یوں کہ کتب خانہ قادری میں کئی قدیم مصادر بالخصوص موفی کی کتاب ”مناقب امام اعظم ابوحنیفہ“ مل گئی۔ میں نے یہ کتاب کچھ دنوں کے لیے عاریت لے لی اور کچھ دنوں ہندوستان میں رہنے کے بعد امریکہ واپس چلا آیا۔

اس کے پہلے ہی میرے نائبہ کرم فرما کی طرف سے فنون کی تھنٹی بجنی شروع ہو گئی۔ میں نے از سر نو حوالوں کی تحقیق کی اور بشمول ”مناقب امام اعظم“ جو مصادر مل سکے اس کی روشنی میں حاشیہ کا کام مکمل کیا۔ اس لیے کتاب کی طباعت میں تاخیر ضرور تھی۔ موجودہ مصادر کی روشنی میں میں نے حواشی اور تحقیق کی متعدد جگہ کوشش کی ہے۔ اگر کسی اہم مقام پر کوئی اہم حاشیہ چھوٹ گیا ہو تو یہ مصادر تک میری عدم رسائی کے سبب ہوا ہے۔ ان شاء اللہ اگلے ایڈیشن میں اس کی کوپاری کرنے کی کوشش کروں گا۔ کتاب کا ترجمہ اور اس کی تحقیق سے متعلق چند باتوں کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے:

- (۱) ترجمہ نقلی نہیں بلکہ مجلس اور با محاورہ کیا گیا ہے۔
 - (۲) حتی الامکان متن میں وارد بات و احادیث کی ترجیح و تحقیق کر دی گئی ہے۔
 - (۳) جگہ جگہ مسائل کی حاشیہ میں توضیح و تشریح بھی کی گئی ہے۔
 - (۴) بعض مقامات پر مؤلف کا حاشیہ موجود تھا، امتیاز کے لیے اشارہ کا نشان لگایا ہے اور بریکٹ میں ”مؤلف“ لکھ کر اس کی تصریح بھی کر دی ہے۔
 - (۵) کلاما کوثری نے امام ابو یوسف کے اساتذہ و مشائخ کے ناموں کا تذکرہ کیے بعد دیگرے کیا ہے، میں نے ان ناموں کی تکلیف کرنے کے بعد اصل کتاب میں اپنی طرف سے نمبر کا اضافہ کیا ہے تاکہ ترجمہ کو آسانی کے ساتھ امام ابو یوسف کے اساتذہ و مشائخ کی تعداد کا علم ہو سکے۔
 - (۶) امام ابو یوسف کے مؤلفات پر اصل کتاب کی تعداد کا نمبر بھی اضافہ کیا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس معمولی کوشش کے صدقے میں میری میرے والدین، اور میرے اساتذہ و مشائخ کی مغفرت فرمائے۔ (آمین)

نہیں اپنے غائبانہ کرم فرما محترم امجد چادیہ گولڈوی (انگینڈ) کا بے حد ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے اپنی ذاتی کتاب بھیج کر مجھے روبرو رہنے کے لیے تیار کیا اور بار بار فون پر اس کی افادیت کا احساس دلایا یہاں تک کہ کتاب کا ترجمہ مکمل ہو گیا، اگر وہ کتاب نہیں بھیجتے اور بار بار فون پر اس کی افادیت کا احساس نہیں دلاتے تو شاید کتاب کا ترجمہ ممکن نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ انہیں دین و دنیا کی تمام نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔

استاذ محترم مولانا قاضی فضل احمد مصباحی کا شکریہ بھی ادا کرنا ضروری ہے کیوں کہ کتاب کے بعض جملہ اصولی مسائل کی توضیح میں ان سے نہیں نے استفادہ کیا ہے۔ مولانا محمد جلال رضا ازہری کا شکریہ بھی ضروری سمجھتا ہوں کیوں کہ عربی اشعار کی توضیح اور بعض عبارتوں کی تشریح میں ان سے نہیں نے مدد لی ہے۔

صدر قیام محترم، کرم فرما مولانا اسید الحق قادری دہلوی کا شکریہ بھی ادا کرنا اس لیے ضروری ہے کہ انہوں نے اپنی نابری سے ”مناقب امام اعظم ابوحنیفہ“ کا قدیم نسخہ مراجع و مصادر کی تحقیق کے لیے بلائی تروہ کے عطا کیا جس سے کتاب کے حاشی میں بڑی مدد ملی اور اپنے صاحب خاص سے کتاب کی سہیلی میں بھرپور تعاون کیا جس سے اشاعت کا کام آسان ہو سکا، نیز اپنی گونا گوں علمی، تدریسی اور خانقاہی مصروفیات کے باوجود جتنے پر نظر ثانی فرما کر خلاصہ علمی تعاون کیا۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔

مفتاح الاسلام ازہری

اسلامک اکیڈمی آف ٹائٹھ کیرولینا (امریکہ)

۱۸ ستمبر ۲۰۱۱ء

مقدمہ از مؤلف

الحمد لله الذي اعلى منزل الفقهاء، وشرف قدرهم تشریفاً بوزن خدماتهم للشيعة الغراء، وبالصلاة والسلام على سيد الانبياء وسند الاصفياء سيدنا محمد وآله وصحبه البررة الاتقياء، وبالقادة النجباء، أما بعد:

اس رسالے کا نام میں نے ”حسن التقاضی فی سيرة الإمام ابی یوسف القاضی“ رکھا ہے، نہیں اسے رسالے میں اسکی چیزوں کا ذکر کیا ہے جسے امام ابو یوسف یعقوب بن ابی اییم انصاری جسی جلیل القدر شخصیت کے احوال میں نظر انداز کیا جانا ممکن نہیں ہے، کیوں کہ مجتہدین کے درمیان امام ابو یوسف ہی ایک ایسے شخص ہیں جنہوں نے عہدِ تدوین میں فقہاء کے مسائل میں علم و عمل کو اس طور پر جمع کیا کہ تین خلفاء مہدی، ہادی اور رشید کے زمانے میں ۳۶۱ھ سے ۳۸۱ھ تک مسلسل منصب فقہاء پر قائم رہے، فقہاء کی اس طویل مدت کو وہ نہایت پاک بازی اور حسن سیرت کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ آپ کے فقہاء کی ایک اہم خصوصیت جو کسی بھی قاضی کو میسر نہیں ہوئی ہے قیام کتاب پوری اسلامک اسٹیٹ کے قاضی تھے۔ فقہاء کا بڑے سے بڑا مسئلہ آپ نے اپنی پختہ رائے کی روشنی میں حل کیا جو ان کی اعتدال پسندی اور میانہ روی کی بھرپور مثال ہے۔ مشکل ترین مسائل کے حل کے لیے ایسے واضح اصول قائم کیے کہ پورے روئے زمین پر آپ کے بعد آنے والے قاضی بحث و تحقیق میں آپ ہی کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے۔ اس کا مطلب نہیں کہ وہ آپ کے مقلد بن جائیں گے بلکہ آپ کے خلاف طریقہ کار سے وہ استفادہ کریں گے کیوں کہ متحدہ آراء کے درمیان آپ نے بڑی ہار کی سے ترجیح دی ہے۔ ادب فقہاء اور

(۱) یہ کتاب ۱۹۹۸ء میں ڈاکٹر محمد عمری تحقیق کے ساتھ مکہ خانقی مصر سے شائع ہوئی ہے۔

اخبار نقضہ کی کتابوں میں اس کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے جس نے ہمیں اس عظیم امام کی سوانح لکھنے اور ان کے کارناموں کو قلم بند کرنے پر آمادہ کیا۔

جو لوگ نقضہ کی ذمہ داری سنبھالنے کا ارادہ رکھتے ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ رسول پاک ﷺ کے فیصلوں کو سامنے رکھیں (اس باب میں مستقل تالیفات بھی دستیاب ہیں) یوں ہی صحابہ، تابعین اور ان کے بعد جو لوگوں نے نقضہ کی حیثیت سے کام کیا ہے ان کے فیصلے بھی دیکھوں گے کہ سامنے ہونا ضروری ہیں، تاکہ نئے نئے متعدد مسائل میں ان کے فیصلوں کو مشعل راہ بنایا جاسکے۔ ان قاضیوں کے انگریز طبعی مکتبہ بنی منصور مصطفیٰ عبدالرزاق، مصطفیٰ ابن ابی شیبہ اور دیگر ادیب نقضہ سے متعلق کتابوں میں موجود ہیں، اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ہی حنفی مت میں اور متاخرین اہل علم نے اس جانب خاص توجہ دی ہے اور اسلامی قاضیوں کی سیرت و سوانح مرتب کرنے میں بڑی دلچسپی سے کام بھی لیا ہے، مثلاً قاضی محمد بن غف (متوفی: ۳۶۰ھ) جو قاضی کبج کے نام سے مشہور ہیں نے "اخبار نقضہ" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی، یہ کتاب آستانہ کی "محمد اود لاہوری" اور بنی جامع کی لاہوری میں موجود ہے۔ کچھ لوگوں نے اس کے پہلے نسخے کو ان کا مل جبری کی طرف منسوب کیا ہے جو غلط ہے۔ مصری یونیورسٹی نے اس کی فوٹو کاپی حاصل کر لی ہے۔ کبج کی یہ کتاب مصر میں چھپ رہی ہے مگر اس میں ابھی تاخیر ہے۔ جرن مستشرق ڈاکٹر جوزف شافیت نے چند سال قبل مجھ سے ذکر کیا تھا کہ وہ اس کی تحقیق کر رہے ہیں۔ اس کا ایک ہی نسخہ ہونے کی وجہ سے اس پر تحقیق کام کرنے والوں کی بھیج سے اطمینان میں ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ تاہم اس موضوع سے متعلق اس کتاب کی اہمیت سے بالکل انکار بھی نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ اس کتاب میں کسی ایک مالک کے قاضی یا کسی ایک مسکن کے نقضہ سے بحث نہیں کی گئی ہے بلکہ اس میں عام قاضیوں کے عام مسئلوں کا ذکر ہے۔

قاضیوں سے متعلق کئی کی بھی ایک کتاب مشہور ہے جسے انہوں نے خاص طور پر مصری قاضیوں سے متعلق تحریر کیا ہے اور یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ مصری قاضیوں سے متعلق ابن حجر کی بھی ایک کتاب بنام "رفع الاصر عن قضاۃ مصر" ہے۔ (۱) اس کتاب پر انہیں کے شاگرد (۲) پر کتاب ۲۰۰۹ء میں ملا علی بن ابی اسحاق کی تحقیق کے ساتھ دار البیادر للشرع و الفنون سے شائع ہوئی ہے۔

حافظ نقضہ کا حاشیہ بھی ہے۔ مصری کے قاضیوں سے متعلق ابن حجر کے پوتے کی بھی ایک کتاب بنام "البحر الزاھر فی قضاۃ مصر والقدرہ" ہے۔ یہ کتابوں کتابیں غیر مطبوعہ ہیں۔

قاضیوں سے متعلق ایک کتاب محمد بن عمارت الحنفی کی ہے اس کتاب کا نام "قضاۃ قرطبہ" ہے، یہ کتاب ٹریڈ میں کتبہ اندلس کے ذریعہ اہتمام شائع ہوئی ہے۔ آٹھویں صدی کے عالم ابو حسن علی بن عبداللہ البعلی کی کتاب "قضاۃ اندلس" ابھی حال ہی میں مصر سے شائع کی گئی ہے، جب کہ دسویں صدی کے عالم حافظ ابن طولون دمشقی کی کتاب "فیشر البسام فی ذکر من ولی قضاۃ الشام" ابھی تک غیر مطبوعہ ہے (۲)۔ میں امید کرتا ہوں کہ ان کتابوں کی طباعت میں مدد تاخیر نہ ہو اور بھی جو اس موضوع پر تالیفات ہیں ان سب کو جلد از جلد منظر عام پر آجانا چاہیے کیوں کہ یہ ساری کتابیں اہم مقاصد کے لیے تالیف کی گئی ہیں۔

میں نے اس امام زمانہ، یکے کے علم و فن اور باغ نظر جہت کی سوانح لکھتے وقت اسلاف کی اہم اور مستند کتابوں (جو خواہ وہ اعلیٰ لاہیری میں موجود تھیں یا عام لاہیریوں میں) کی سب سے صحیح روایتوں کو خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ ان کتابوں کی روایتوں کا طبعی تجزیہ کرنے کے بعد روایتیں اخذ کرنے میں جتنی بھی دشواری پیش آئی سب کو دلیری کے ساتھ برداشت کیا۔ ان تمام عقار روایتوں کو خاص باب میں ذکر کیا اسی طرح ان کی حیات کے تمام گوشوں کا گالگ الگ باب میں ایسے طریقے پر ترتیب دیا جس سے اختلاف کے ساتھ حق و صداقت کی جستجو کرنے والوں کا دل مطمئن ہو جائے۔ ان بحث و تحقیق سے تمام لوگوں کو خوش کرنا میرا مقصد نہیں ہے کیوں کہ مجھے معلوم ہے کہ یہ مقصد کبھی بھی پورا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اہل محراب کا نظریہ لوگوں کی فکر کرنا اہل علم کے شایان شان نہیں۔ میں بحث کے دوران فقہاء کے طبقات بھی بیان کروں گا اور جس فقہ کا معلق جس طبقے سے ہوگا اس کے تحت ہی اس کا ذکر کروں گا کیوں کہ اس سلسلے میں حنفیوں کی کتابیں براہِ بغیر غور و فکر اور ہم و نظر کے بہت زیادہ احکام دیا گیا ہے، اگرچہ اس بحث کی وجہ سے موضوع سے تھوڑا انحراف ہو گا مگر اس کی ضرورت کی وجہ سے میں نے ایسا کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بخیر و بدیہ والا وردہ دے گا۔

(۳) مسرور اعلام، جلد ۸، ص ۵۳۵، ذکر نمبر ۱۳۱، صفحات ۱۸۰، حواشی ج ۱، ص ۱۶۵، ذکر نمبر ۱۸۸۱

(۴) لاہور، ص ۵۸۲، ذکر نمبر ۹۲۳

امام ابو یوسف کا شجرہ نسب اور تاریخ پیدائش کی تحقیق

نسب نامہ: امام، حافظ، مجتہد مطلق، علامہ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن بکر بن معاویہ بن قاضی بن ثعلبہ بن سعد بن اسامہ بن حمہ بن سعد بن عبد اللہ بن قدار بن معاویہ بن ثعلبہ بن معاویہ بن زید بن العوذ بن بچیلہ انصاری الکلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سعد جلیل القدر صحابی حبیب کے والد محترم ہیں جو جنگ کرنے کے شوق میں غزوہ اعد کے روز رافع بن خدیج اور ابن عمر کے ساتھ نبی ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیے گئے مگر عمر کے ہونے کی وجہ سے اس جنگ میں شرکت کی اجازت نہیں ملی۔ معرکہ خندق اور اس کے بعد دیگر معرکوں میں آپ کو شریک ہونے کا موقع ملا، عمر کے آخری حصے میں کوفہ جا کر آباد ہو گئے اور وہیں وفات پائی آپ کی نماز جنازہ حضرت امیر بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پڑھائی۔ (۳) آپ کی اولاد کوفہ میں ہی منجم رہی۔

ابن عبد البر نے استیعاب میں نقل کیا ہے کہ:

غزوہ خندق کے روز نبی اکرم ﷺ نے سعد بن حبنہ کو دیکھا کہ عمر کے ہونے کے باوجود بڑی بہادری کے ساتھ جنگ لڑ رہے ہیں تو پوچھا تو جو ان تمہارا نام کیا ہے؟ جواب دیا "سعد بن حبنہ" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "اللہ تمہارے داد کو نیک بخت بنائے" دعا میرے قریب تو آؤ، آپ نبی اکرم ﷺ کے قریب ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے آپ کے سر پر انہاست شفت پھیرا۔ (۴)

امام ابو یوسف فرمایا کرتے تھے کہ: "نبی اکرم ﷺ کے دست شفقت کی برکت ہمارے

ورمان آج بھی محسوس کی جا رہی ہے۔“

سعد کو ابن حبشہ سے لے کر کہا جاتا ہے کہ وہ حبشہ بنت خوات بن جحیر کے بیٹے ہیں، جحیر جلیل القدر اوی صہابی ہیں۔ اسی طرح نسائی کے ہم نشین ابن ابی العوام اور طحاوی نے ذکر کیا۔ وہابی نے بھی اپنے اس جزم میں انہوں نے مناقب ابی یوسف کا بیان کیا ہے ایسا ہی ذکر کیا مگر اس میں طحاوی کی نقلی کی وجہ سے جحیر کے بجائے بحیر ہو گیا ہے۔ ابن عبد البر اور خطیب (۵) نے ابن کلیبی پر احادیث کے ساتھ حبیہ بنی عوف کے مالک کی بیٹی کا بیٹا قرار دیا ہے، جب کہ ابن کلیبی قابلِ اعتماد نہیں۔ اس روایت کی بنیاد پر یہ لازم آئے گا کہ ابو سعد بحیری اور خوات بن جحیر حلیف ہیں اور سعد کی شادی انہی قوم کی کسی صاحبزادی سے کردی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

یمنی بن معین کی روایت کے مطابق ابو یوسف کے نسب میں غنیمت کا کوئی ذکر نہیں۔ واضح رہے کہ ابن معین کو اپنے شیخ کے نسب کا دوسروں کی نسبت زیادہ علم ہے۔ لیکن عبد البر نے اس سلسلے میں طحاوی پر احادیث دیکھے ہیں جب کہ ابن ابی حاتم نے روایت مروجہ ہے، کیوں کہ غنیمت حبیب کے بھائی ہیں والد غنیمت لہذا غنیمت کا شمار آپ کے چچا کی صف میں ہو گا نہ کہ اجداد کی صف میں۔ یہ حبیبس کوئی اوی صہابی شخصیت ہیں جن کی طرف زمیندار ہونے کی نسبت ”چارنو حبیبس“ (یعنی چار ہر یک کے حبیبس) کا بول بالا ہے۔ یمنی بن معین، یعقوب بن شیبہ، قاضی دکنج اور ابو القاسم بن عوام نے جب امام ابو یوسف کا تذکرہ کیا تو نسب میں غنیمت کا ذکر بالکل نہیں کیا۔ میرے نزدیک یہ بھی راجح ہے کیوں کہ اکثر علماء کی رائے یہی ہے اور آپ کے نسب سے متعلق ان حضرات کا علم بھی زیادہ ہے۔

وہابی اپنے جزم کیسے ہیں:

”حبشہ خوات انصاری کی بیٹی ہے اور سعد کا نسب قبیلہ جلیلہ میں جا رہتا ہے۔“

میرا خیال ہے کہ آپ کے نسب سے متعلق اسی قدر تحقیق کافی ہے۔

امام ابو یوسف کی ولادت: امام ابو یوسف کی پیدائش کے بارے میں طحاوی سے مروی ہے کہ ۱۱۳ھ میں آپ پیدا ہوئے۔ اکثر علماء نے اسی کو ذکر کیا ہے، مگر مؤرخ فقیر ابو القاسم علی بن محمد سمرانی (متوفی ۴۹۹ھ) اپنی کتاب ”روضة القضاة“ جو حنفی بڑی مفید کتاب ہے میں لکھتے ہیں:

”ابو یوسف کی جب وفات ہوئی تو مختلف اقوال کے پیش نظر آپ کی عمر اس وقت نواس سال کی تھی۔“

ابن فضل اللہ عمری نے بھی ”مسالك الاصلار“ میں یہی ذکر کیا ہے۔ تقریباً یہی نظریہ ”اصهار الاول“ اور ”روضات الحسان“ کے مصنفین کا بھی لگتا ہے۔ حقیقی طور پر ان کی وفات کا سال ۱۸۲ھ ہے لہذا اس بنیاد پر آپ کی تاریخ پیدائش ۹۳ھ ٹھہرے گی۔ ان دونوں تاریخوں میں واضح فرق نظر آ رہا ہے۔ میرے خیال میں آپ کی تاریخ پیدائش ۹۳ھ ہی ہے مگر وہ ۱۱۳ھ اس وجہ سے چڑھا جانے لگا کہ بعض قدمی نسخوں میں یہ تاریخ عدد میں (یعنی ۹۳) لکھی ہوئی ہے، لہذا یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ ۹ کا اٹھا ہوا ہونے یا اس کے مٹ جانے کی وجہ سے ایک کے مشابہ ہو گیا اور ۱۳ اپنی صحیح صورت میں برقرار رہا، پڑھنے والے اسے ۱۳ پڑھنے لگے، مگر حیرہ جبری میں آپ کا بیٹا ہوا لہذا ہر قرن کی قیاس نہیں معلوم ہو رہا تھا، اس لیے لوگ اسے یہ سمجھنے لگے کہ یہ ایک سو حیرہ جبری ہے۔ ایک سو کو بطور اختصار حذف کر دیا گیا کیوں کہ ایک سو کے بعد کی تاریخ میں عدد کو حذف کر دینے کا عام رواج تھا۔ اس طرح ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ امام ابو یوسف کی حقیقی تاریخ پیدائش ایک سو حیرہ ہی ہے اور مؤرخین نے بھی اسے حقیقی تاریخ پیدائش سمجھ کر نقل کرنا شروع کر دیا۔

میرے نزدیک یہ قیاس اس لیے قوی ہے کہ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن قسطلططا متوفی ۳۳۱ھ نے اپنے مشہور ”مراوہ الاکابر عن مالک“ جو دمشق کے ظاہر ہے کتب خانے میں مجموعہ نمبر ۹۸ کے تحت موجود ہے (اس میں بہت سے حفاظ سے سماع موجود ہے) میں ذکر کیا کہ:

ہم سے بیان کیا محمد بن مالک نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا ابو یوسف انصاری نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے سے قاضی ابو یوسف نے کہا کہ ”اگر لوگوں کی ضرورت ہو تو وہ دہ دہنے کے ایک سو چار یعنی مالک کی طرف اپنے مسائل میں رجوع کریں گے۔“

امام ابو یوسف کے قول کی روشنی میں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام ابو یوسف امام مالک سے عمر میں بڑے تھے یا کم از کم ان کے معاصر ضرور تھے۔ اگر یہ نہ تسلیم کیا جائے تو ابو یوسف کا یہ

قول درست نہیں ہوگا۔ اس قول کی صداقت کا اعجاز اس سے بھی لگا یا جاسکتا ہے کہ امام ابو یوسف کا معاملہ اکثر احوال میں امام مالک کے ساتھ معاصرین جیسا تھا، اور یہ بات اس وقت درست ہوگی جب ابو یوسف امام مالک کے ہم عمر ہوں یا ان سے بڑے ہوں، اسلاف کی تاریخ پیدائش میں بہت زیادہ اضطراب اور اختلاف پایا جاتا ہے جس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ وفیات سے متعلق کتابیں کافی بعد میں مدون ہوئی ہیں۔ واندی (متوفی ۲۰۷ھ) سے قبل ابو یوسف کے طبقے میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آجائے جس نے تذکرے قلم بند کرنے کی طرف توجہ کی ہو، جس کی بنیاد پر (۱) ہادی مدینہ اس طرح ہے: "عن معاذ بن جبل قال شهد رسول الله ﷺ املاک وجعل من اصحابه فقال له علي العير والافلا والطائر السموم والسبعة في الرزق بارك الله لكم دفعوا علي ولسه فحسني بشف فضررب به فاقبلت الاطباق وعلينا فاكهة وسكر فبخر عليه فكف الناس ابديهم فقال رسول الله ﷺ ما لكم لا تصومون؟ قالوا: يا رسول الله ﷺ اولم نلته عن الهبة قال: انما نهيكم عن نهيته العساكر، فلما العرسات فلا، قال: فاحذروهم وجاهدوهم۔"

الف: المعتمد الكبير للطبرانی ج ۲۰ ص ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹،

امام ابو یوسف امام ابو حنیفہ کی درس گاہ میں

مویٰ بن حزم نے کہا:

میں بخیر ذریعہ غلب بن الیوب نے، وہ کہتے ہیں میں نے ابو یوسف کو کہتے ہوئے سنا کہ میں قاضی ابوالہیٰ کے پاس آیا جایا کرتا تھا، وہ میری بڑی قدر بھی کیا کرتے تھے، جب انہیں کسی مسئلے میں اشکال ہوتا تو وہ ابو حنیفہ کی توجیہ دیکھا کرتے تھے، میں خود بھی ابو حنیفہ کے پاس جانا پسند کرتا تھا مگر حیا میرے آڑے آتی تھی، ایک مرتبہ میرے اور ابوالہیٰ کے بیچ کچھ بات ہو گئی جو انہیں ناگوار گزری، میں نے اس موقع کو قیمت جان کر ان کے پاس جانا بند کر دیا اور ابو حنیفہ کے پاس جانے لگا۔

حافظ ابو عبد اللہ بن مندہ نے فرمودہ حاشیٰ ابو یوسف کے حوالے سے اس واقعے کا تذکرہ

(۸) کہنا شروع ہوا: ۳۴۳ھ/۳۴۳ھ، خطبہ کے سمری، مرنان، امام کریم بن احمد، احمد بن حنبلہ، علی بن حزم، علی بن حزم کے حوالے سے اس روایت کی گنج کی ہے۔

قاری محمد بن زبیر (دواۃ ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲،

کیا ہے اور ابوسف و ابن ابی لیلیٰ کے باہن پیش آنے والے مسئلے کا بھی ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ: ابن ابی لیلیٰ کی بیٹی کی شادی کے موقع پر گرم لٹا گیا تو پھنسا والوں میں ابو یوسف بھی شریک تھے، ابن ابی لیلیٰ نے ابو یوسف کو منع کرتے ہوئے کہا کہ لوٹ کر گرم لینا مکروہ ہے، ابو یوسف نے کہا ایسا کرنا نظر یوں کے لیے مکروہ تو ہے مگر شادیوں میں کچھ حرج نہیں، ابو یوسف کہتے ہیں کہ یہ بات ان کو نہ گوار گزری اور میں ابو یوسف کا پاس جانے لگا۔

معلوم ہوا کہ ابن ابی لیلیٰ کو تا حال گرم لٹا نے کی نفی کے مورد کا چہ نہیں تھا۔ یوں بھی انسان خطائوں کا مجموعہ ہے۔

حدیث میں ہے کہ کچھ چیزیں املاک میں ملا دی گئیں، لوگ اس کو لینے سے گریز کرنے لگے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

تم لوگ لوٹ کر کیوں نہیں لینے؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے عی تو اس طریقے پر لینے سے منع فرمایا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”میں نے انظر یوں کو لوٹ کھسوٹ کر لینے سے منع کیا ہے، لہذا اجاڑ بکھرے ہوئے سامان کو لے لو۔“ (۶)

خطیب نے علی بن حرملہ بھی کے طریقے سے ابو یوسف سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: میں علم حدیث اور فقہ حاصل کرنے میں مصروف تھا مگر میرے حالات ایسے نہیں تھے، ایک روز میں ابو یوسف کے پاس تھا کہ میرے والد آئے تو میں ان کے ساتھ چلا گیا، انہوں نے مجھ سے کہا ”بیٹے ابو یوسف کے ساتھ زیادہ تعلق نہ بناؤ کیوں کہ ان کے معاشی حالات ایسے ہیں، اور تمہیں تو فکر معاش کی سخت ضرورت ہے“ ابو یوسف کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں اپنے والد کیصحیح پر عمل کرنے لگا اور بہت زیادہ طلب علم کی فکر نہیں کرتا۔

چند روز میں ابو یوسف کے پاس نہیں گیا تو وہ میرے بارے میں پوچھنے لگے، پھر میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے جانا چاہیے۔ چنانچہ اس اقطاع کے بعد پہلی مرتبہ جب میں ان کے پاس آیا تو انہوں نے مجھ سے اتنے دنوں تک غائب رہنے کی وجہ پوچھی، میں نے ان سے کہا کہ ”کچھ تو معاش کی فکر تھی اور کچھ اپنے والد کی فرماں برداری“ اس کے بعد میں ہفتاد ہائیکل ختم ہوئی سب لوگ چلے گئے تو انہوں نے مجھے ایک قصیدہ دیا اور کہا ”اس سے اپنی ضرورت پوری کرتے رہنا“، ابو یوسف کہتے ہیں کہ جب میں نے دیکھا تو اس میں ایک سورت تھی، پھر ابو یوسف نے کہا دریں میں آتے رہنا اور جب یہ درہم ختم ہو جائیں تو مجھے بتا دینا (۷) انہیں ان کی مجلس میں پابندی کے ساتھ جانے لگا، چند دن گزرے تھے کہ انہوں نے سورت ہم اور دیے اور تاکید کی کہ ختم ہو جانے پر بتا دینا، مگر میں نے کبھی بھی ان کو اس کی اطلاع نہیں دی اس کے باوجود ایسا گفتگو کی انہیں میرے درہم ختم ہونے کا پتہ بتا دیا ہے اور اس سے پہلے وہ مجھے مزید دے چکے ہیں، اسی طرح ان کی کتابیں کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ میں مال دار ہو گیا اور مجھے اب فکر معاش کی ضرورت نہیں رہی۔

خطیب نے اس واقعے کے بعد کہا کہ:

(۵) انصاف الا سبب ج ۳ ص ۱۹۹ اور ج ۳ ص ۱۹۰

بہ تذکرۃ السلف ج ۳ ص ۱۹۹

بخاری ج ۲ ص ۸۴

د۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۲۷

(۱۲) انصاف الا سبب ج ۳ ص ۱۹۹

بہ المستدرک علی الصحیحین ج ۲ ص ۳۴۷۔ حاکم نے اس حدیث کو ”خاکہ“ ”خلق کی مدد سے“ ”حاصل سے“ ”فصل کی شرا پڑھا“ ”چراغ انہوں نے اس کی کتاب میں“ ”چشمین کو اس بات کا توہم ہو گیا“ ”مفسرین بنی قریظہ کا اس سے کچھ نہیں“ ”عالمین باہر سے مروی“ ”مروی حدیث اس کی متابعت ہے۔“

بخاری ج ۲ ص ۱۹۹

کہتے ہیں کہ ابو یوسف ابھی چھوٹے ہی تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا، پھر اس کے بعد اپنی سند سے ان کی والدہ کے متعلق بیان کیا کہ انہوں نے ابو یوسف کو ایک دھوئی کے حوالے کر دیا، وہاں سے وہ بھاگ کر ابو یوسف کے پاس آ گئے، ان کی ماں نے اس کی شکایت کی، ابو یوسف نے ان سے کہا ”تجہارا بچہ اپنے سے نسل سے خالود کھائے کا طریقہ سیکھ رہا ہے“، ابو یوسف نے جیسا کہا وہی ہوا کیوں کہ ابو یوسف نے اسے رشید کے دسترخوان پر کھایا تھا۔

خطیب کی اس روایت کی کوئی حقیقت نہیں کیوں کہ اس کی سند میں ”شفاء الصدور“ (۸) کا مصنف قاری محمد بن زیاد نقاش مفرد ہے اور یہ مشہور گذاب ہے۔ جہاں تک ابو عمر دانی کے راوی مذکور کی تعریف کا سوال ہے تو ان کو اس کے احوال کا پتہ نہیں تھا کیوں کہ ان کا گھر مشرقی علاقوں سے بہت دور تھا۔ اس سلسلے میں اس سے پہلی روایت پر اکتفا کیا جائے گا کیوں کہ اس کی سند میں کسی راوی پر نکاح نہیں مگر اس روایت کے آخر کے الفاظ خطیب نے حذف کر دیے ہیں وہ الفاظ یہ ہیں:

(۱۳) الف: المستدرک علی الصحیح ج ۳ ص ۳۵۹۔ حاکم نے اس حدیث کی کراخ کے بعد کہا ”تصحیح کی شرط یہ ہے صحیح ہے مگر انہوں نے کراخ نہیں کیا۔“

ب: مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۹۰، ابی نعیم نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا ”اس حدیث کو ذکر کے علاوہ بطرانی نے اوسط میں مختصر اور کبیر میں مفرد روایت کیا ہے، بذکر میں محمد بن حیدر رازی مشہور راوی ہیں مگر ملانے ان کی کتب میں اختلاف کیا ہے مگر رواد کی حدیث نے تو نہیں کی ہے۔“

ج: مسند ابی یوسف ج ۵ ص ۳۵۳ تذکرہ نمبر ۱۹۸

(۱۴) الف: الاستیعاب ج ۳ ص ۹۹۳

ب: معجم الفوائد ج ۲ ص ۳۰۹

ج: مناقب الکبریٰ ج ۲ ص ۳۳۳

د: غنائل الصحابہ ج ۲ ص ۸۳۳

ه: مجمع الزوائد ج ۶ ص ۴۰۳، ابی نعیم نے اس حدیث کی کراخ کی اس کے تمام رواد کے رواد ہیں تاہم انہوں نے عمر اور ابن مسعود کو نہیں چلائے۔“

جب میں مال دار ہو گیا تو ابو یوسف کی مجلس میں پابندی کے ساتھ جانے لگا، اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت اور نیک نیتی کی وجہ سے مال و دولت کے ساتھ ساتھ علم و فضل کا بھی دروازہ کھول دیا، اللہ ان کو اس عمل کی جزائے خیر عطا فرمائے، اور ان کی مغفرت فرمائے۔

اس بارے میں کئی روایتیں ہیں جن کا مقادیر یہ ہے کہ اس قصے کا تعلق امام ابو یوسف کے والد سے ہے ان کی والدہ سے نہیں۔ اس کی تائید حارثی کے یہاں موجود حسن بن ابی مالک، عبد الحمید حمالی کی ابو یوسف سے مروی روایت سے بھی ہوتی ہے، مزید تحقیق کے لیے موفق خوارزمی کی کتاب (مناقب امام اعظم ابو یوسف) کا مطالعہ مفید ہوگا، انہوں نے اپنی سند کے ساتھ ان روایتوں کا ذکر کیا ہے۔

امام ابو یوسف امام ابو یوسف کے درس میں بڑی پابندی کے ساتھ پایا کرتے تھے حتیٰ کہ محمد بن قدامة نے شجاع بن قلندر سے روایت کی کہ انہوں نے ابو یوسف کو کہتے ہوئے سنا کہ: میرے ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا، اس کے کفن دفن کا معاملہ نہیں نے اپنے پڑوسیوں اور رشتہ داروں پر چھوڑ دیا، میں اس خوف سے اس کی تدفین میں شریک نہیں ہوا کہ کہیں ابو یوسف کی کوئی بات سننے سے میں پیچھے نہ رہ جاؤں جس کی وجہ سے بعد میں مجھے پچھتا نا پڑے۔ (۹)

عمران بن مزین نے اسحاق بن ابی اسرائیل سے روایت کی، انہوں نے حسان بن ابرہیم سے انہوں نے ابو یوسف کو کہتے ہوئے سنا کہ:

ابو یوسف جتنا زیادہ میرے ساتھ رہے اس قدر کوئی بھی نہ رہا، ابو رواد دھائی بھی اپنے ابتدائی دنوں کی طرح آخر وقت تک میرے ساتھ رہتے تو لوگ ان سے بہت زیادہ مستفید ہوتے۔ (۱۰)

(۱۵) الف: تیسرے اعلام النبلاء ج ۲ ص ۳۳۳

ب: تذکرہ الحفاظ ج ۱ ص ۳۵

ج: المدخل فی سنن الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶۲

(۱۶) المسند القاضی ج ۱ ص ۵۶۹

اسلامی ملکوں میں کوفہ کی اہمیت اور امام ابو یوسف کی علمی نشوونما

جب عراق فتح ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا خاص خیال رکھنے لگے، چنانچہ ۷۹ھ میں آپ نے کوفہ بسایا۔ متعدد قبائل کے رہنے کا انتظام کیا، بڑے بڑے صحابہ کو وہاں کوچ کرنے کا حکم دیا۔ خاص طور پر عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو ابن ام عبد سے مشہور ہیں) کو قرآن اور فقہ کی تعلیم دینے کے لیے کوفہ بھیجا اور اہل کوفہ کو یہ کہلا بھیجا کہ:

”میں نے آپ کے ہاں ابن مسعود کو بھیج کر اپنے اوپر تمہیں ترجیح دی ہے۔“ (۱۱)

حضرت عمر کا یہ ارشاد بتا رہا ہے کہ ابن مسعود کو علم میں غیر معمولی اہمیت حاصل تھی حتیٰ کہ ظلیہ وقت حضرت عمر بھی ان کے علم سے بے نیاز نہیں تھے۔ ابن مسعود کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جو قرآن کا تراتر یاد رکھتا ہے وہ ابن ام عبد کی قرات پڑھے۔“ (۱۲)

ایک دوسری حدیث میں ہے:

”میں نے اپنی امت کے لیے اس چیز کو پسند کیا جس کو ابن ام عبد نے پسند کیا۔“ (۱۳)

حضرت عمر نے فرمایا:

”علم و فضل سے مجھ سے بھرے ہوئے برتن کا نام ابن مسعود ہے۔“ (۱۴)

فرض یہ کہ حضرت ابن مسعود کے علمی فضائل اور فقہی مہارت سے حدیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ان جیسے جلیل القدر صحابی نے اہل کوفہ کی تعلیم و تربیت کی باگ ڈور حضرت عمر کے

قاضی ابو یوسف ابن ابی حنیبلہ اور ابو حنیفہ کا بہت زیادہ ادب و احترام کیا کرتے تھے شاید یہی وجہ تھی کہ وہ علم و فضل میں بڑے بلند مقام پر فائز ہو گئے۔

(۱۱) الحدیث فیما مضی ص ۱۸۳ ۵۵۹، ۵۶۱ کتاب میں منقول مہارت اس طرح ہے: وما رخصنا من احد ما لا یلم الا شرهنا فانه ابي عبدنا، وما رخصنا الا لاجلنا مجوزاً۔ درست مہارت اس طرح ہے: وما رخصنا من احد الا لاجلنا

زمانے سے حضرت عثمان کے آخری عہد مبارک تک سنبھلی۔ اس مدت میں ان کی درسگاہ سے نیکروں فقہاء اور ائمہ کا رخ ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب کوفہ کو کلا و فضلا سے لہریز دیکھ کر ان مسودہ سے متوجہ ہو کر فرمایا:

”آپ نے تو اس علاقے کو علم و فتنہ سے بھر دیا۔“

کوفہ میں حضرت ابن مسودہ کے شاگرد اور ان کے شاگردوں کے شاگردوں کی تعداد چار ہزار تک جا پہنچی ہے اور یہ سب کے سب اپنے زمانے کے زبردست عالم سمجھے جاتے تھے۔ جب حضرت علی اور دیگر فاضل صحابہؓ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو فتنہ مٹانے کے لئے کوفہ بھیجا تو وہاں اور بھی چار چاند لگ گئے۔ ان حضرات نے بھی کوفیوں کی فقہی تعلیم پر خاص توجہ مرکوز کی، پھر ایک ایسا وقت آیا کہ کوفہ میں ہر طرف محدث، فقیر، غر اور اہل الفت اٹھ اٹھے۔ اس اعتبار سے اسلامی ملک کا کوئی بھی شہر اس کے ہم پلہ نہ رہا۔

صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کبار اصحاب کا ذکر کیا جائے تو اس کے تذکرے کے لیے ایک دفتر کی ضرورت پڑے گی۔ محلی کی تحقیق کے مطابق صرف کوفہ میں آباؤ ہونے والے اصحاب ہی کی تعداد چند ہا سو ہے، جب کہ عراق کے دوسرے شہروں میں آباؤ ہونے والے صحابہؓ اس کے علاوہ ہیں۔ جلیل القدر تابعی حضرت سروق بن اجدع کہتے ہیں:

تمام صحابہؓ کرام کا علم میں نے چھ لوگوں یعنی علی، عید اللہ، عمر، زید بن ثابت و

(۱۶) الف تاریخ ابن معین، روایت درکن، ج ۳، ص ۵۰۴، تذکرہ نمبر ۲۶

ب تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۳۳

(۲۰) سوری کی لے نام اہم اؤضیہ کے ائمہ اصحاب کا ذکر ہے۔ یہ القاب دو ادب کے ساتھ کیا ہے، یہ القاب انار سے زمانے کے سن گزرتے ہوئے بنیا و خریف پہنچ گئی ہیں لیکن ان کی صفو سے مسلم ہے، ان اسامیٰ سب سے پرہیز نام اور حسد کا ہے۔ اس کے بعد ان کو گنتے ہیں کہ یہ اسامیٰ سنے ذکر کیے ہیں۔ سب سے پہلے زمانے کا تذکرہ کیا گیا، علم و حکمت، بصیرت و بصارت، اخلاص و عفت، سیرت و تقویٰ و محاسب بنے روزگار ہیں، ان کے بغیر ایمان کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ جس نام یا لقب سے اصحاب علم و فتنہ کے اس لوگ شہر ہوئے ان کے اعتبار اور خود کی گہرائی کا اندازہ کیے گا جاسکتا ہے، ہمیں نے ان کے بارے میں یہی کہا ہے جو کہ قرآن و سنت سے جرم سے کہا تھا:

لَوْلَا اَصْحَابُي فَعَدُوِي مَعْظُم

اِس کے بعد مصنف کی ذکر و عبارت کا بیان ہے۔ دیکھیے: مناقب امام اعظم ابو حنیفہ، ج ۲، ص ۱۳۳

ابو رداد اور ابی بن کعب میں سٹا ہوا پایا، پھر میں نے دیکھا کہ ان چھ علم علی اور ابن مسودہ میں موجود ہے۔ (۱۵)

ابن جریر کہتے ہیں:

ابن مسودہ کے علاوہ کسی کے ایسے اصحاب نہیں جنہوں نے ان کے فتوے اور فقہی مذہب کو قلم بند کیا ہو، ابن مسودہ حضرت عمر کے قول کے آگے اپنا مذہب چھوڑ دیتے تھے اور بہت کم ہی ان کی مخالفت کیا کرتے بلکہ اختلاف کے وقت حضرت عمر کے قول کی طرف رجوع کر لیا کرتے۔

فقہاء صحابہؓ میں کچھ تو ایسے بھی تھے جو ابن مسودہ کی علمی برتری کو دیکھتے ہوئے اپنے اصحاب کو ابن مسودہ کی درسگاہ سے شلک ہو جانے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ اس کی واضح مثال حضرت معاذ بن جبل ہیں جنہوں نے اپنے ساتھی عمر بن میمون اودی کو کوفہ میں ابن مسودہ کی درسگاہ میں حاضر ہو جانے کی وصیت کی۔ مامر مزی نے انس بن سیرین سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ:

تمیں جب کوفہ آیا تو دیکھا کہ چار ہزار لوگ علم حدیث کی طلب میں مصروف ہیں، جب کہ صرف چار سو ایسے افراد دیکھے جو فقہ حاصل کر رہے تھے (۱۶)

مسلمانوں کا گونا گونا ایسا ملک تھا جہاں اتنی بڑی تعداد میں اس وقت فقہاء و محدثین موجود تھے، گفت سیرین کی بات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محدثین کی بہ نسبت فقہاء کی ذمہ داری کہیں زیادہ ہے اور یہ کہ ان کا کام محدثین سے زیادہ دشوار بھی ہے۔

عفتان سے مروی ہے کہتے ہیں کہ:

ہم نے کوفہ میں چار مہینے قیام کیا، اس مدت میں اگر ہم ایک ایک حدیث لکھنا چاہتے تو لکھ لیتے مگر ہم نے صرف پچاس ہزار حدیثیں لکھیں۔ ہم نے حدیثیں لکھنے میں اس کا خیال رکھا کہ وہی حدیثیں لکھیں جائیں جنہیں متقی امت یا قہول حاصل ہو چکا ہو۔ صرف شریک کی حدیث ہم نے اس

(۲۱) امام کوفی نے اس عمل کو بڑی تفصیل کے ساتھ اس مسئلے پر روشنی ڈالی ہے، جہاں باب الحدیث کی بحث کا آغاز ہے۔

ہے۔ حریز، انار کے لیے نائب الحدیث میں ۲۴۳ احادیث کیجیے، وہاں اور بھی فوائد ہیں۔

لے نہیں تھکی کہ انہوں نے ہمیں لکھنے کی اجازت نہیں دی۔ اس مدت میں ہم نے کوئی سو کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو روایت حدیث کے معاملہ میں

قبائل ہو۔ (۷۱)

کوئی میں ملاقاتی اور دوسری اس وجہ کثرت تھی کہ امام بخاری نے اس شہر کا سفر بے شمار مرتبہ کیا چنانچہ متعدد مالک سے سفر کا ذکر کیا تو فرمایا کہ ”کوئی کا سفر میں نے بے شمار مرتبہ کیا۔“

مذکورہ باتوں سے کوئی کی علم حدیث، لغت، فقہ اور قرأت میں برتری کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے اور یہ کہ وہ سارے علوم جماعت و رجاعت کی شکل میں منتقل ہوتے رہے۔ کوئی کے اسی ماحول میں ایک فقہی کینی بھی تھی جو چالیس میلانہ فقہ علم پر مشتمل تھی، جس کے سربراہ امام ابو حنیفہ تھے، جو دلائل کی چھان چھک کر لینے اور مسائل کی اچھی طرح تحقیق کر لینے کے بعد مدون کا حکم فرماتے تھے۔ ابن ابی العوام فرماتے ہیں:

مجھ سے عطاوی نے بیان کیا کہ انہوں نے ابن ابی ثور کو کھانا انہوں نے کہا

کہ مجھ سے روح ابو حنیفہ نے بتایا وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے مغیرہ بن عترة نے

کہا کہ ابو حنیفہ کے جن اصحاب نے ان کے کتابوں کی تدوین کی ان میں

چالیس بڑے بڑے علما تھے۔

مزید فرماتے ہیں کہ:

مجھ سے عطاوی نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن عبد اللہ بن ابی ثور السرحینی کو

لکھا، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے سلیمان بن عمران نے بیان کیا، ان سے اسد

بن فرات نے وہ کہتے ہیں کہ ”ابو حنیفہ کے جن اصحاب نے کتابوں کی

تدوین کا کام انجام دیا وہ چالیس علما تھے، ان میں دس علما اعلیٰ صف میں رہا

کرتے تھے اور ان دس میں جو پیش پیش رہا کرتے تھے ان کے اسماء یہ ہیں:

۱- ابو حنیفہ ۲- ذفر بن ہذیل ۳- داؤد طائی ۴- اسد بن عمر ۵- یوسف

بن خالد سستی (شوافع کے ایک شیخ) ۶- یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ آپ

تیس سال تک امام کے لیے لکھتے رہے۔

اسی سندہ گور کے حوالے سے اسد بن فرات کہتے ہیں کہ اسد بن عمرو نے مجھ سے کہا:

لوگ ابو حنیفہ سے مسائل پوچھنے کے لیے آتے تو ان کے علاوہ میں سے کوئی

کچھ جواب دینا کوئی کچھ جواب دیتا، یہ سارے جواب ابو حنیفہ کی خدمت

میں پیش کیے جاتے، پھر آپ جواب طلب کرتے تو جو لوگ سب سے

قریب ہوتے ان کی طرف سے جواب آتا، کسی کی مسئلے پر یہ لوگ یمن تین

دن تک بحث و مباحثہ کرتے رہتے، پھر اس دیوان میں قلم بند کیا جاتا۔

سبکی نے اسحاق بن ابراہیم کے حوالے سے ذکر کیا وہ کہتے ہیں کہ:

ابو حنیفہ کے اصحاب جب کسی مسئلے میں غور و فکر کرتے اور ان میں عافیہ بن

یزید موجود ہوتے تو کہتے ”ابھی مسئلے کو میرے پاس نہ لاء، جب عافیہ

آجائے تو ابو حنیفہ مسئلے پر بحث کے لیے کہتے اور اگر ان کی (عافیہ کی)

موافقت ہوتی تو دیوان میں لکھنے کی اجازت دے دیتے ورنہ دیوان میں

لکھنے سے منع کرتے۔ (۱۸)

”معرفة التاريخ والعلم“ میں یحییٰ بن معین نے فضل بن ذکین سے روایت کی، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ذکر کیا کہتے ہوئے سنا کہ:

ہم لوگ ابو حنیفہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور ہمارے ساتھ ابو یوسف

اور محمد بن حسن بھی ہوتے، پھر ابو حنیفہ کے حوالے سے ہم لوگ مسائل لکھ لیا

کرتے، ایک دن ابو حنیفہ نے ابو یوسف سے کہا ”اے یعقوب برا ہو

تمہارا، مجھ سے سنی ہوئی تمام باتوں کو مت لکھا کرو، کیوں کہ کسی مسئلے سے

محقق میری رائے آج کچھ ہوتی ہے اور کل کچھ، پھر کل کچھ سوچا ہوں اور

دوسرے دن کچھ۔ (۱۹)

غور کرنے کا مقام ہے کہ امام ابو حنیفہ مسائل کی تدوین میں کتنے غور و فکر سے کام لیا کرتے

(۲۲) انہو الاقطاف فی فضائل الثلاثة الامامة الفقیہ، ج ۱، ص ۱۷۲

بہ تعلقات الکبریٰ ج ۱، ص ۳۳

تھے کہ اگر کوئی ان کے اصحاب میں جلد بازی سے کسی مسئلے کو لکھنے کی کوشش کرتا تو فوراً اسے منع کرتے۔ ان واقعات میں اگر آپ غور کریں تو موقوف کی (۲۰) نے جو کچھ کہا ہے اس کی تائید ہوتی ہے کہ

ابو حنیفہ نے اپنے مذہب کی بنا شور پی پر رکھی ہے، زبردستی اپنی رائے کو قہراً کسی کوشش بھی نہیں کی، وہ جانتے تھے کہ دین کے معاملے میں خوب اجتہاد کر لیا جائے اور اللہ رسول و مومنین سے متعلق صیحت میں خوب غور فکر کر لیا جائے، یہی وجہ تھی کہ وہ ایک ایک مسئلے کو اپنے اصحاب کے چچ چوڑ کر دیتے، ان سے اس کا جواب سنتے، پھر جواب انہیں دیتے، ایک ایک مہینہ یا اس سے بھی زیادہ اس مسئلے پر مباحثہ و مباحثہ کرتے رہتے پھر جا کر کسی ایک قول پر اتفاق ہوتا اور ابو یوسف اسے اصول میں لکھ لیتے اور پھر وہی آخری اصول بن جاتا۔ مذہب ابو حنیفہ جو متکرر مذہب ہے اور مسائل میں جس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے (سے متعلق یہی بات زیادہ بہتر حق سے زیادہ قریب اور دلوں کے لیے مطمئن کا باعث بھی ہے۔

عام طور پر امام ابو حنیفہ کا فقہ میں طریقہ کار یہ تھا کہ جب اپنے اصحاب سے کسی مسئلے کا ذکر کرتے تو اس میں ایک اختلاف کا ذکر کرتے اور اس کو پوری قوت کے ساتھ تمام طرح کے دلائل سے مبرہن کرتے پھر اپنے اصحاب سے پوچھتے کہ آپ کے پاس اس کے خلاف کوئی دلیل موجود ہے؟ جب کسی کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی اور دیکھتے کہ سب لوگ ان کی دلیل سے اتفاق کرتے ہیں تو خود اس میں نیا اختلاف پیش کرتے اور پہلے اختلاف کو رد کرتے یہاں تک کہ سامعین ان کی اس رائے سے متفق ہو جاتے، پھر اصحاب سے پوچھتے اس میں اگر کوئی اختلاف ہوتا تھا نہیں، جب ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملتا تو پھر خود ہی تیسرا اختلاف دیتے اور اس کے دلائل کی توضیح بھی کرتے، پہلے کی طرح جب سب لوگ اس آخری رائے سے متفق ہو جاتے تو اصحاب سے اختلاف

طلب کرتے، ان کی طرف سے کوئی اختلاف نہیں ہوتا تو پھر نیا احتمال لاتے، اس طرح پھر خود ہی کسی ایک رائے کو دلائل کی روشنی میں راسخ قرار دیتے۔ امام ابو حنیفہ کا اپنے اصحاب کو فقہ کی تعلیم دینے میں یہ امتیازی طریقہ تھا جو دیگر مذاہب میں نہیں ملتا ہے۔ نہیں نے اس طریقے کی مزید تشریح اپنی کتاب "تائید العصب" (۲۱) ص ۱۴۰ میں کی ہے۔

امام ابو یوسف کی نشوونما ایسے علمی احوال میں ہوئی جس کی فقہی سربراہی امام ابو حنیفہ جیسا بے مثل فقہ کیا کرتا تھا، جس کا نتیجہ تھا کہ ان کا ذہن صیقل ہو گیا، فقہی افق کشادہ ہو گیا اور علم و فضل اور کارناموں میں اپنی مثال آپ ہو گئے۔

جب کہ امام ابو یوسف کے دوسرے شیخ یعنی محمد بن ابی لیلیٰ فقہ میں ممتاز ہونے کے ساتھ ساتھ قضا میں بھی بڑی حیثیت کے مالک تھے۔ اموی اور عباسی عہد میں منصب قضا پر فائز رہے، وہ اپنی قضا میں دو اہم قضیوں علی بن ابی طالب اور قاضی شریح (جنہوں نے حضرت عمر کے زمانے سے لے کر حجاج بن یوسف کے زمانے تک قضا کا کام انجام دیا تھا) کی قضا سے مستفید ہوتے رہے۔ چنانچہ امام ابو یوسف نے اپنے شیخ ابن ابی لیلیٰ سے بھی احکام قضا میں خوب استفادہ کیا۔ خلاصہ یہ کہ علم کے تمام دروازے امام ابو یوسف کے لیے کھلے تھے اور تمام راہیں ان کے لیے ہموار تھیں۔

امام ابو یوسف کا قوت حافظہ اور ذہانت

ابو الفرج ابن الجوزی نے اپنے جرمسی "تيسار الحفظ" (جو مشق کے ظاہر یہ سب خانے میں موجود ہے اور اس کے ابتدائی صفحات غائب ہیں) میں امام ابو یوسف کا ذکر ان موافقات علمائے امت میں کیا ہے جو محض حفظ حدیث ہی میں معروف نہیں تھے بلکہ ذہانت اور قوت حافظہ کے انتہائی درجے پر فائز تھے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ایک سماع سے پچاس سے ساٹھ حدیثوں تک یاد کر لیتا (یعنی سند کے ساتھ) ان کے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔

ابن عبد البر نے "الانقضاء" میں ذکر کیا ہے، کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن احمد نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا احمد بن فضل بن عباس نے، وہ کہتے ہیں کہ محمد بن جریر طبری نے ہم سے کہا کہ:

قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بہت بڑے فقیر، ذہرست عالم اور بلند پایہ حافظ تھے، حدیث یاد کرنے کا طریقہ انہیں معلوم تھا، وہ کسی محدث

(۲۸) بحوالہ ابن حنیفہ و اصحابہ، ج ۱، ص ۱۰۴

(۲۹) اس حدیث کا متن اس طرح ہے: لا ضرر ولا ضرار۔ یہ حدیث ابن عباس، امادہ ابن حسان، ابوسعید خدری اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث کی روایت کی گئی ہے۔ علامہ ابو نعیم اسی میں ۳۳۱ ج ۲ سے مستند امام احمد بن حنبل ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳

کے پاس جاتے تو یکساں ساتھ حدیثیں ایک مرتبہ میں یاد کر لیتے اور جب اس محدث کی درسگاہ سے نکلے تو وہ حدیثیں لوگوں کو اپنی یادداشت سے لکھا دیتے تھے۔ ان کے پاس حدیث کا ذخیرہ تھا۔ (۲۲)

لوگ اسی دانتے کو ابن جریر نے ”ذیل المسجل“ میں بھی ذکر کیا ہے۔ مہری نے اپنی کتاب ”تعلیل اہل حنیفہ و اصحابہ“ میں اپنی سند سے حسن بن زیاد کے حوالے سے ذکر کیا کہ ان کا بیان ہے:

ہم ابو یوسف کے ساتھ حج کرنے گئے راستے میں ان کی طبیعت خراب ہوگئی تو ہم لوگ ہر مہینوں کے پاس غمرہ، سفیان ابن عیینہ کو ان کے بارے میں پتہ چلا تو وہ ان کی عیادت کے لیے آئے۔ ابو یوسف نے ہم لوگوں سے کہا کہ ابو جمرہ سے حدیثیں روایت کرو، اس کے ساتھ ہی ابن عیینہ نے ہم سے چالیس حدیثیں بیان کیں، جب وہ جانے لگے تو ابو یوسف نے ہم سے کہا ”لکن عیینہ نے جو کچھ تم سے بیان کیا مجھ سے کن“ پھر ہم نے دیکھا کہ سفر کی تکلف، غلامت، ضعف و ناتوانی اور کمر کھنی کے باوجود انہوں نے وہ چالیس حدیثیں اپنی یادداشت سے ہمارے سامنے بیان کر دیں۔ (۲۳)

موفق کی اپنی سند سے حسن بن ابی مالک کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ ابو حوادید کے پاس فقہ سے متعلق ان حدیثوں کی روایت کے لیے

(۲۲) پہلے کے کاوشیہ) یہ حدیث حسن سے، لیکن بخاری اور دارقطنی وغیرہ نے مستدرک اور مالک نے مستدرک میں مرسل روایت کی ہے۔ یہ مختلف طرق کو نے کی بنا پر، یہ قوی ہوگئی ہے۔

اسلامی تاریخ میں، آسانوں اور روایت اس کی اہم خصوصیت ہے۔ جہاں بھی حقوق کی پامالی کا شبہ ہو، اسلام نے بڑی تاکید سے اسے منع کر دیا اور رسول کریم ﷺ نے تکلیف کی تمام قسموں پر اپنے قول کے ذریعے پابندی لگادی۔ جو حدیث فقہ اسلامی کے اہم اصولوں میں سے ہے بلکہ امام ابو داؤد کی ایک روایت کے مطابق فقہاء دارودہ ابن ماجہ حدیثوں سے، یہ حدیث ان میں سے ایک ہے۔ غرض کہ اگر کسی نے حدیث کا ضرور اور ضرور کی کوئی بھولی حدیث لکھا یا کچھ اس حدیث کو لکھا۔

جاتے تھے جہاں انہوں نے حجاج بن ارطاة سے روایت کی تھیں، ابو حوادید نے ہم سے کہا کہ کیا تمہارا درس درمیان قاضی ابو یوسف نہیں ہیں؟ کہتے ہیں ہم نے جواب دیا ہاں دو تو ہمارے درمیان موجود ہیں، ابو حوادید نے کہا ابو یوسف کو چھوڑ کر تم کو میرے پاس حدیث لکھنے آتے ہو ہم لوگ حجاج بن ارطاة کے پاس حدیث کے لیے جاتے تھے، وہ ہمیں حدیث لکھا یا کرتے جب کہ ابو یوسف انہیں حدیثوں کو یاد کر لیا کرتے تھے، جب ہم درسگاہ سے باہر آتے تو ابو یوسف کی یادداشت سے لکھا کرتے تھے۔ (۲۴)

موفق اپنی سند سے یحییٰ بن آدم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ:

ہارون رشید (جو زبردست فقیہ اور عالم دین بھی تھے) کسی نے کہا کہ آپ نے تو ابو یوسف کو ان کی حیثیت سے زیادہ درجہ دے دیا ہے؟ آخر آپ نے ایسا فیصلہ کیسے کیا؟ ہارون رشید نے کہا: مجھے ان کے مقام و مرتبہ کا پورا علم اور تجربہ ہے اس وجہ سے میں نے ایسا کیا ہے، خدا کی قسم میں نے ان سے علم کی جس شاع کا بھی امتحان لیا اس میں انہیں کامل پایا۔

سنوہ ہمارے ساتھ حدیث کے درس میں شرکت کے لیے جایا کرتے تھے، جو کچھ ہمارے شیخ بیان کرتے ہم لوگ اسے لکھ لیا کرتے مگر ابو یوسف ہمیں لکھتے، جب مجلس ختم ہوتی تو ہم محدثان ان کے پاس آتے اور اپنی نقل کردہ احادیث کی تصحیح ان کی یادداشت سے کرتے۔ فقہی بصیرت میں ابو یوسف کا ان کے معاصر علم میں کوئی بھی ہم پہ نہیں تھا۔ عمر کے اعتبار سے چھوٹے تھے مگر بڑے بڑے علما و فقہاء ان سے استفادے کے لیے آتے۔

درس دینے کے لیے بیٹھے تو ان کے سامنے نہ تو کتاب ہوتی اور نہ ہی کاپی، ہمارے کام کاغذ (یعنی امور قضا) میں معروف رہنے کے باوجود رات میں مطالعہ کرتے، پھر لوگوں سے پوچھتے ”تمہارا سوال کیا ہے؟“

لوگ مختلف نوعیت کے مسئلہ دریافت کرتے، ابو یوسف اپنی خداوند ہانٹ کی بنیاد پر ایسا جواب دیتے کہ ان کے معاصر علماء جواب سن کر حیران رہ جاتے۔ ان سب کے علاوہ ان کی اہم خوبی یہ بھی تھی کہ وہ دین اور مذہب میں پختہ اور راسخ عقیدہ تھے۔ اگر تم لوگوں کو اعتراض ہے تو ان کی طرح کوئی دوسرا عالم کا؟۔ (۲۵)

امام ابو یوسف کے بڑے چاہنے والے جعفر طبری نے کہا کہ ان کا بیان امیر المومنین خلیفہ ہارون رشید نے کیا ہے۔ داؤد بن رشید کہتے ہیں کہ:

ابو حنیفہ کا ابو یوسف کے علاوہ کوئی اور شاگرد نہ بھی ہوتا تو بھی لوگوں پر فخر کرنے کے لیے ابو یوسف کافی تھے۔ میں نے تو ابو یوسف کو دیکھا کہ جب بھی وہ کسی علمی مسئلے میں بات کرتے تو ایسا لگا کہ مسئلہ سے موتی نکال کر نکھیر رہے ہیں، مسئلہ علم حدیث کا ہوتا یا علم کلام کا، فقہ کا یا کسی اور باب کا ان سب کو نہایت آسان اور لبرل اسلوب میں بیان کرتے چلے جاتے۔ ان کے لیے کچھ بھی دشواریاں نہیں ہوتیں۔ (۲۶)

بلال ابن رباح بصری جو بلال المراءے سے معروف ہیں کہتے ہیں کہ ابو یوسف تعمیر، مغازی اور ایام عرب کے علاوہ جن علوم کے حافظ تھے ان میں ایک علم فقہ بھی ہے۔

یعنی علم فقہ بھی انہیں دیگر علوم کی طرح اذہر تھا۔

ذہبی کی روایت کے مطابق یحییٰ بن خالد کہتے ہیں کہ:

ابو یوسف ہمارے پاس آئے تو انہیں نے اپنے فقہ سے زمین و آسمان کو گھمڑیا۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ:

اصحاب رائے کے علاوہ میں ابو یوسف سے زیادہ کسی کو بھی علم حدیث میں

احیث، احفظ اور اس میں نہیں پایا۔

ٹھیک یہی روایت ابن ابی العوام نے بھی طحاوی کے حوالے سے ذکر کی ہے۔

علامہ ذہبی نے امام ابو یوسف کا تذکرہ حفاظ حدیث کے ذیل میں کیا ہے اور ایک خاص جز بھی ان کے مناقب میں تالیف کیا ہے، یہ مکتوبہ بھی ہے۔ (۲۷)

صبری طحاوی کے طریقے سے روایت کرتے ہیں کہ:

امام ابو یوسف ایک مرتبہ کوٹہ کے قاضی حجاج بن ارمطہ کے پاس گئے تو باندی کے جینوں کی قیمت کے بارے میں پوچھا، حجاج نے کہا "اس کی قیمت اس کی ماں کی قیمت کا بیسواں حصہ ہونا چاہیے" امام ابو یوسف نے کہا "کیا ایسا نہیں ہے کہ آزاد عورت کا جینوں جب کسی چوٹ یا مار کی وجہ سے مرد پیدا ہوا تو اس کی قیمت عشر ہوتی ہے اور اگر زندہ پیدا ہو پھر مر جائے تو اس کے عوض دیت دی جاتی ہے؟" حجاج نے کہا "ہاں ایسا ہی ہے" امام ابو یوسف نے کہا "آپ نے تو معاملہ ملت دیا" حجاج نے کہا "دو کیسے؟" ابو یوسف نے کہا "باندی کا جینوں اگر مرد پیدا ہوا تو آپ کی تخریج کے مطابق اس کی قیمت زندہ پیدا ہوا کر مر جانے سے زیادہ ہوگی، کیوں کہ ممکن ہے کہ زندہ پیدا ہونے کی صورت میں اس کی قیمت دو درہم ہو اور اس کی ماں کی قیمت سو درہم" حجاج نے کہا "بر غور دار اگر آپ کی بات سچ ہے تو براۓ کر تم لوگوں کے سامنے بیان مت کیجیے گا۔" (۲۸)

صبری اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ:

ابو یوسف نے ایک مرتبہ ربیعۃ الراسی (جو امام مالک کے شاگرد تھے) سے پوچھا کہ اس مسئلے میں آپ کیا کہتے ہیں کہ ایک غلام رہ بھٹوں کے درمیان مشترک ہو، مالک نے آزاد کروا دیا تو کیا اس کا غنا ہوگا؟ ربیعہ نے کہا یہ جائز نہیں کیوں کہ اس میں ضرر ہے اور حدیث میں آیا کہ اسلام میں کسی قسم کی کوئی تکلیف کسی کو دینا جائز نہیں (۲۹) ابو یوسف نے کہا اگر دوسرے نے

بھی آزاد کر دیا تو پھر کیا حکم ہوگا؟ ربیعہ نے کہا جائز ہو جائے گا، ابو یوسف نے کہا آپ کا قول میں نہیں اپناؤں گا کیوں کہ اگر پہلے کا آزاد کرنا جائز نہیں تو اس حکام کا اعتبار ہی نہیں ہوا، پھر حقیق کا غلط بھی نہیں ہوگا، جب دوسرے نے آزاد کیا تو بھی وہ غلام تھا، لہذا اب بھی آزاد نہیں ہوگا، اس تو جیسے پر ربیعہ خاموش ہو گئے۔

معاوی نے بھی اس واقعے کو عن ابن عباس، ابن عمر، ابن مسعود، ابن ابی یوسف بیان کیا ہے، میں اسی قدر پراسٹنڈ کرتا ہوں کیوں کہ امام ابو یوسف کی ذہانت اور قوت حافظہ کے لیے یہی چند واقعات کافی ہیں۔

حدیث اور فقہ میں امام ابو یوسف کے مشائخ

امام ابو یوسف نے فقہاء کے احکام و مسائل قاضی محمد بن ابی لیلیٰ سے حاصل کیے۔ علم حدیث اور فقہ میں مہارت کے لیے امام ابو حنیفہ کی درس گاہ کا رخ کیا۔ ان دونوں ہی اماموں کی درس گاہ سے امام ابو یوسف نے فقہ اور ادب شریعہ میں مہارت حاصل کی۔ امام ابو یوسف اپنے ان دونوں اساتذہ کا بہت ادب بجالایا کرتے تھے۔ ان کے علم کی نشر و اشاعت میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ احمد بن حنبل بن ابی مالک اپنے والد عمار کے حوالے سے امام ابو یوسف سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اگر ابو یوسف نہ ہوتے تو ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کا ذکر ہی نہ ہوتا۔ (۳۰)

ابن عمار کی یہ بات تو نقل و پہنچی ہے، اس سے خود امام ابو یوسف کو بھی اتفاق نہیں ہوگا۔ سچ تو یہ ہے کہ مگر وہ دونوں امام نہ ہوتے تو ابو یوسف کی خود یہ حیثیت نہ ہوتی۔ خود امام ابو یوسف کا قول ہے کہ میری نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ:

دنیا کی جن مجلسوں میں میں بیٹھا ہوں ان میں ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کی مجلس سے زیادہ پسندیدہ مجلس میرے نزدیک اور کوئی نہیں، کیوں کہ ابو حنیفہ سے بڑا فقیہ نہیں کسی اور کو نہیں پاتا ہوں اور ابن ابی لیلیٰ سے اچھا قاضی میری نگاہ میں کوئی اور نہیں۔ (۳۱)

جی ہاں! ابو یوسف ان دونوں کے بڑے سعادت مند شاگرد تھے۔ ان کے علم و فضل کی ترویج و اشاعت میں سگدرہ تھے۔ اور ان دونوں کے لیے دعا کیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ امام ابو یوسف کی ہی ایک روایت کے مطابق ہر نماز کے بعد اپنے والدین سے پہلے امام ابو حنیفہ کی

تخصیف بن عبدالرحمن (۳۶) داود بن ابی ہند (۲۷) روح بن مسافر (۲۸) سری بن اسماعیل (۲۹)
سعید بن ابی عرویدہ (۳۰) سعید بن ابی مرزبان (۳۱) سعید بن مسلم (۳۲) سعید بن یحییٰ الخمی
(۳۳) سفیان بن عیینہ (۳۴) ابو سفیان بن عطاء (۳۵) سلیمان بن جلی (۳۶) سلیمان بن مهران
امش (۳۷) سواک بن حرب (۳۸) طلحہ بن یحییٰ (۳۹) طارق بن عبدالرحمن (۴۰) عاصم بن ابی
نجد (۴۱) عاصم اجل (۴۲) عبد اللہ بن سعید مقبری (۴۳) عبد اللہ بن علی (۴۴) عبید اللہ بن عمر
(۴۵) عبد اللہ بن عمر (۴۶) عبد اللہ بن عمرو (۴۷) عبد اللہ بن واقد (۴۸) عبد اللہ بن ولید مدنی
(۴۹) عبید اللہ بن ابی حیدر (۵۰) عبیدہ بن ابی راطھ (۵۱) عبد الرحمن بن ثابت (۵۲) عبد الرحمن بن
ابو اللہ سمودی (۵۳) عبد الرحمن بن صخر (۵۴) عبد الملک بن میسرہ (۵۵) قتیبہ بن حمید
اللہ (۵۶) عطاف بن سائب (۵۷) عطاف بن حلمان (۵۸) علاء بن کثیر (۵۹) عمرو بن دینار (۶۰)
عمرو بن عثمان (۶۱) عمرو بن مہاجر (۶۲) عمرو بن عیون بن مہران (۶۳) عمرو بن یحییٰ بن
قمارہ (۶۴) عمر بن نافع (۶۵) غالب بن عبید اللہ (۶۶) غیلان بن قیس الحدادی (۶۷) فضل بن
مرزوق (۶۸) فطر بن خلیفہ (۶۹) قیس بن ربیع (۷۰) قیس بن مسلم (۷۱) کامل بن علاء (۷۲)
کریم بن سعد (۷۳) لایط بن ابی السیم (۷۴) مالک بن انس (۷۵) مالک بن مغول (۷۶) مجالد

(ترجمہ مکمل کتب شریعہ و فقہ کی جامع و شاملہ میں مذکور اشخاص کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کرنے کے لیے اس کتاب کے متن سے متعلقہ صفحات پر رجوع فرمایا گیا ہے۔)

ابن زوجیہ نے احمد بن حنبل سے روایت کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ "قاضی ابو جعفر نے جس وقت بڑھ کر مر گیا تو ہم نے اس کے لنگر جانے کا حکم دیا تو ہم نے اس میں سوا جودھا تو ہم نے دیکھا کہ بڑے اور چھل تو اس نے دیا جس سے باہر نکلے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ چھل میں آگئے۔ ہم نے ان سے کہا کہ اب اس کو جکھ ہونے کے بعد بھی تم جکھ رہا ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ اس سے ساتھ چل کر جکھ رہا ہوں نے کہا اس کی وجہ سے تم نے اپنا قصص ختم کر رکھا۔"

ان اہل ایمان نے طعنیں طواری دیکر کہا کہ جو سب بڑھریوں سے کہا کرتے تھے کہ اگر تمہاری رائے بری نہیں ہوتی تو تو ہم کو نشان دہی دے دیتے۔ مگر یہ کہ ان کا یہ بہت ساری تفسیقات اور بدوایا ہے جو سب کے حوالے سے لکھ دیتا ہے۔ مگر اور یہ کہ انہوں نے ہم کو ظلم کے شوق رکھ رکھی ہیں۔ وہ تو کہیں نے اس کا جھٹکا نہیں کر لیا۔ غرض میں تمہارے اپنا مذہب انہیں سے لکھ لیا ہے۔ ایک بار جب امام شافعی بدو آئے تو ان سے بھی پتہ چلے گا۔ (تسلسل)

مغفرت کی دعا کرتے تھے (اللہ تعالیٰ ان کے علم میں برکت عطا فرمائے)۔ ابو یوسف کی اس روایت کو اگرچہ علامہ ابن ابی مالک نے ضعیف قرار دیا ہے تاہم ذہبی اور ابن حجر نے اس کو صحیح کہا ہے۔ یوسف بن ابی سعید کہتے ہیں کہ ابو یوسف کہا کرتے تھے کہ ”ابو یوسف کے پاس میں اسی سال تک جا رہا ہوں، کبھی بھی میری صبح کی نماز نہیں چھوٹی“ جیسا کہ المنہ اور النافع الکبریٰ میں ہے۔ صبر کی نئی سند سے امام ابو یوسف کے حوالے سے بیان کیا کہ:

نہیں سترہ سال ابو حنیفہ کی صحبت میں رہا ہوں، اس اثنا میں مرض کے علاوہ کسی اور نام میں نہیں تھے ان کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ (۳۲)

قائم سمیری کی اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ سترہ سال تک ابو یوسف امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہر وقت رہا کرتے تھے، ایک لمحے کے لیے بھی ان سے الگ نہیں ہوئے تھے اور پہلی روایت کا مطلب یہ ہے کہ اٹیس سال تک صرف معجم میں امام کے پاس جاتے رہے دیگر اوقات میں دیگر علما و رکن میں شامل ہوتے ہوں گے۔

اب ایک نظر امام ابو یوسف کے اساتذہ اور مشائخ پر ڈالتے ہیں:

(۱) ابان بن ابی عیاش (۲) احوص بن یحیٰم (۳) ابوسحاق شیبانی (سیمان) (۴) امرئیل بن ابی اسحاق یونس (۵) اسمیل بن ابی ایمرہ بن مہاجر جلی (۶) اسمیل بن امیہ (۷) اسمیل بن ابی خالد (۸) اسمیل بن علیہ (۹) اسمیل بن مسلم (۱۰) العیوب بن حبابہ (۱۱) عیسان بن بشر (۱۲) ابو یحییٰ بن عبد اللہ ندلی (۱۳) ثابت ابو الجوزہ ثمالی (آپ ترمذی کے روات میں سے ہیں) (۱۴) ابن جریج عبد الملک (۱۵) ابو جتاب یحییٰ یحییٰ (۱۶) حجاج بن ارطاة (۱۷) حریر بن عثمان (۱۸) حسن بن یحییٰ (۱۹) حسن بن وطار (۲۰) حسن بن عبد الملک بن میسرہ (۲۱) حسن بن علی بن عمارہ (۲۲) حصین بن عبد الرحمن سلمیٰ (۲۳) حصین بن عمرو بن میمون (۲۴) حظلہ بن ابی سفیان (۲۵)

ہذا (جانبی موضوع) مسئلہ خلق قرآن میں محض کہ جانی ہے، اور یہ مسئلہ کہ اپنے دوسرے سے نکال دو کہ محمد واپس آگئے۔ ضروری یہ تھا کہ وہ اس شخص سے نہ پڑے اگرچہ ان کی عمر نواد و دہلاں کے درمیان کا کام اور نہ ہونے والوں کی زبان پر جاری ہونے والے الفاظ تھے۔ لہذا میں ان کی مہارت کے وجود و فقدان کے لئے ان کا اقرار کیا ہے۔ چہرہ سال پہلے شروع ہوئے والی کتاب "تفہیم الدرامی" میں ان کے فاضلین نے اپنا نظر کیا ہے۔ عبداللہ بن عبدلوی نے اپنی کتاب "اصول الدین" میں ۳۸۸ رکعہ پر "کہ میں اس موضوع کے حساب میں ہے، جہاں جبقہ جانبی مسئلہ پر

امام ابو یوسف کا تعلیم و تعلم سے شغف اور طلبہ کے ساتھ شفقت

حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ میں زفر اور ابو یوسف کے پاس علم فقہ حاصل کرنے جایا کرتا تھا ابو یوسف فقہ پڑھانے میں زفر سے زیادہ مہارت رکھتے تھے۔ میں جب کسی مسئلے سے متعلق پریشان ہو جاتا تو پہلے زفر سے پوچھتا، وہ اس کی توضیح کرتے تھے مگر میری سمجھ میں بات نہیں آتی تھی، جب میں ان سے بار بار پوچھتا تو مجھلا کر کہتے "تجارتہ اندر صلاحیت ہی نہیں ہے، میرا خیال ہے کہ تم کبھی بھی کامیاب نہیں ہو گے"۔ میں ان کے پاس سے افسردہ نکل جاتا اور ابو یوسف کے پاس آتا وہ مسئلے کی توضیح کرتے اگر مجھے کچھ میں نہیں آتا تو کہتے "تھوڑا آرام کرو" پھر پوچھتے کیا اب بھی کچھ واضح نہیں ہوا؟ میں کہتا کچھ تو سمجھ میں آ سکا ہے یہ اور بات ہے کہ پوری طرح سمجھ میں نہیں آ سکا ابو یوسف کہتے "کوئی بات نہیں تم بہت جلد اپنی مراد کو پہنچ جاؤ گے، مگر کرو اور خیال ہے کہ تم میں وہ دل جانے جاؤ تم جانتے ہو۔"

حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ میں ابو یوسف کے اس مہر پر بڑا قوی کیا کرتا تھا۔ امام ابو یوسف اپنے ساتھیوں سے کہا کرتے "اگر میرے پاس چلتا کہ میں اپنے دل کی باتوں میں آپ سب کو شریک کر سکتا تو ضرور کرتا۔"

تعلیم و تعلم سے اس درجہ شغف تھا کہ وقت نزاع میں بھی مسائل کی تشریح سے باز نہ رہے۔ ابراہیم بن جراح کہتے ہیں کہ ابو یوسف بیمار ہوئے تو میں ان کی عیادت کے لیے آیا میں

(قرینچلے مسئلے کا حاشیہ نمبر ۱۵۷ ص ۱۵۸) اگر نظام پانوی آزلو ہونے کے بعد کچھ ترکہ گزیر کرکات ہو جائے اور میرا اس کے اندر فرض اور مصداق صیہ وراثت دونوں اس کا ترکہ زکوٰۃ کرنے والے کو دیا جاتا ہے اس کو لاء کہتے ہیں اور آزلو کہنے والے کو صیہ کہتے ہیں کیا جاتا ہے۔ (شرح منیٰ مسلم نظام رسول ص ۱۵۸ ص ۵۹)

بن سعید (۷۷) محمد بن اسحاق (صاحب المغازی) (۷۸) محمد بن ابی حنید (۷۹) محمد بن سائب کلبی (۸۰) محمد بن سالم (۸۱) محمد بن طلحہ (۸۲) محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن شعیب (۸۳) محمد بن سعید اللہ عروزی (۸۴) محمد بن عمرو بن علقمہ (۸۵) مسور بن کدام (۸۶) مسلم جزائی (۸۷) مطرف بن طریف (۸۸) یزید بن مضر (۸۹) مغیرہ بن مقسم (۹۰) منصور بن حشیر (۹۱) نہشل بن خلیفہ (۹۲) میسرہ بن مہذب (۹۳) قاسم بن صلیب (۹۴) نصر بن طریف (۹۵) ابن ابی نسیج عبد اللہ (۹۶) نعمان بن ثابت (۹۷) ورقہ اسدی (۹۸) ولید بن یسّی (۹۹) ہشام بن عروہ (۱۰۰) ہشام بن سعید (۱۰۱) یحییٰ بن ابی ہریرہ (۱۰۲) یحییٰ بن سعید انصاری (۱۰۳) یحییٰ بن عبد اللہ یحییٰ (۱۰۴) یحییٰ بن عمرو بن سلمہ (۱۰۵) یزید بن خالد (۱۰۶) یزید بن ابی زیاد (۱۰۷) یونس بن ابی اسحاق۔

ان کے علاوہ اور بھی درجنوں ایسے مشائخ ہیں جن کا تعلق عراق، حجاز، مقدس اور دیگر ملکوں سے ہے۔ ان میں بعض ایسے ہیں جن پر بعض فتاویٰ نے ضعف کا حکم کیا ہے مگر علم رجال سے متعلق فقہاء کا خاص خیال نہ ہے جس کے ذریعے وہ ان کی روایتوں کو پرکھتے ہیں، وہ عقیدہ یقین اہل جرح کی نچ پر نہیں چلتے اور نہ ہی محض کسی راوی سے متعلق کسی حکم کی بنیاد پر ان کی جرح کرتے ہیں، خاص طور پر ایسی شخصیات پر کلام کرنے میں تامل سے کام لیتے ہیں جن کے ساتھ ان کا اشتراک مینا ہوتا تھا، جنہیں وہ قریب سے جانتے تھے اور جن کے حالات زندگی کا انہوں نے مطالعہ کیا تھا۔

(۳۳) عبد اللہ بن ولاد امام شافعی فرماتے ہیں: ابرہنا محمد بن الحسن بن یعقوب بن ابراہیم عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر وحسن اللہ تعالیٰ علیہما النبی ﷺ قال: الولاء لحمة كل لحمه النسب لا یباع ولا یوبع۔ (مسند امام شافعی ص ۱۳۸ ج ۱ کتاب الاکم ج ۳ ص ۱۳۵ ج ۲ ص ۱۸۵)

"ولاء" یعنی رشتہ کی طرح ایک دھبہ ہے جس کو نہ بیچا جاسکتا ہے اور نہ ہی ہب کیا جاسکتا ہے۔ امام ابن حبان نے بھی اپنی کتاب (ص ۱۳۸ ج ۳) میں امام ابو یوسف کے واسطے سے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور امام حاکم نے مستدرک میں امام شافعی کے واسطے سے اسی سند سے اس حدیث کی تخریج کی اور کہا "یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے مگر امام بخاری اور مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی" (مسند حاکم ج ۳ ص ۲۷) بیہ حاشیہ اس خط پر

نے دیکھا کہ ان پر فحش طاری ہے، جب ہوش آیا تو مجھ سے کہنے لگے ابراہیم یہ بتاؤ کہ "چاپیادوری جہار افضل ہے یا سوامری پر؟" تمہیں نے کہا "چاپیادوری" انہوں نے کہا "غلط تمہیں نے کہا" "سوامر ہو کر" کہا "اب بھی غلط ہے" پھر ابو یوسف نے جواب دیا "اگر مری کے وقت ٹھہر کر دغا کرنا چاہتا ہے تو چاپیادور افضل ہے اور اگر ٹھہرے گا اور دغا نہیں تو سوامری پر افضل ہے" اس کے بعد ہمیں اٹھ کر ابھی دروازے کے پاس ہی آیا تھا کہ ہمیں نے ایک آواز سنیں پلٹ کر دیکھا تو وہ دو مایہ اجل کو لبیک کہہ چکے تھے۔

امین ابی حوام نے اپنی سند سے اس واقعے کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے اسی طرح سمری کی کتاب میں بھی ابو عبیدہ (عن امیر الیمین جراح) کے حوالے سے منقول ہے۔ اس میں اتنا اور اضافہ ہے کہ نہیں ہے کہ "اس حال میں بھی آپ سنا گئے شفق رکھتے ہیں؟" ابو یوسف نے جواب دیا "کچھ حریفیں، دور رس و تدبیریں کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اس کی وجہ سے کامیاب ہونے والے کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔" کسی اور مقام پر امام ابو یوسف نے زیادہ دینی جملہ کی حکمت کی طرف اشارہ اس طرح کیا کہ:

اس میں اطمینان قلب زیادہ ہے اور دعا کی مقبولیت کا امکان بھی زیادہ ہے اور سوار ہو کر رمی کی حکمت یہ ہے کہ بھیڑ سے جلد نجات مل جائے گی۔ (۳۳)

یہی وہ مہر تھا جس کی وجہ سے علم کی بے بہا دولت اور برکت سے مالا مال ہو گئے اور جس کی وجہ سے اللہ، رسول اور علماء کے محبوب بن گئے۔

(۳۵) شمار ای حنیفہ و اصحابہ بنی ابراہیم ۱۰۴
(۳۶) مربع سابق بنی ابراہیم ۴۷

(۳۷) مذکورہ ۱۲۱ کے فیصلے اس طرح ہے: ہم ہماری رائے اس فیصلے کے شرک کے حوالے سے جان کیا وہ نہیں ہے کہ ہم کو ہمیشہ کے پاس بیٹھے سے اور یہ خوب ہی ہماری مجلس میں ہے، ہمیں نے اب یوسف سے غلام ہو کر کہا اب یوسف نے ان سے سوز کا قول عقیقہ طلحہا (یعنی کہ آؤ ہمیں دراصل طلاق ہے) کہ کڑک کیوں کہ اب یوسف نے کہا کہ ہم نے آپ کی رداہت کر دہے ہیں اب ہر عیسٰی عن الاسودہ ان ہر ہر عن اعفت عیوت سے حلال کیا ہے، ہمیں نے کہا اب یوسف کو علی صاودہ کو بہت زیادہ ہے اس رداہت کے فوراً بعد ہماری رائے ہمیشہ کے حوالے سے ذکر کیا کہ وہ نام اب یوسف سے مسترد یافت کر دے ہے اور اب یوسف اب دیتے چارہ ہے جس میں ہمیشہ نے یہ چھال اس کو لیں کیا ہے؟ امام نے جواب دیا آپ کی رداہت کر دہاں دیتے ہیں اس میں ہمیں نے کہا آپ یقیناً لوگ آؤ گز ہیں اور ہم لوگ دیتے ہیں۔ (اصول کی حلیفہ و صاحبہ ج ۱ ص ۲۶)

[illegible]

حدیث پر یہ بھی تحقیق: امام ابو حنیفہ نے جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ روایت اسی سند سے حضرت عائشہ کا انوکھ
 اہل سنت کے حوالے سے امام بخاری نے اس طرح بیان کیا ہے کہ کرام اہل سنت کا بیان ہے کہ انہوں نے یہ حدیث کو لکھ کر کرا کر
 اہل باطن کے انکار کے چاہا کہ "وہ" کی شرط لگا دی (جیسا حاشیہ کے طور پر)

امام ابو یوسف کے تلامذہ

ذیل میں امام ابو یوسف کے چند طائفہ کے اسامیہ ذکر کیے:

(۱) کاغذی امیر ابراہیم بن جراح مازنی (۲) ابراہیم بن سطرطی لکی (۳) ابراہیم بن یوسف بن
(۴) علی بن محمد بن علی بن ابی طالب (۵) امیر المومنین نے کہا کہ اگر کیا تو میری بیعت نہ فرماؤ، انہیں فریاد کیا کہ کواہ
کاغذی کا اس زور کرنے والا ہے، امیر المومنین کا بیان ہے کہ اگر ابراہیم بن سطرطی کی خدمت میں کوئی شخص گیا کہ میں
نے کہا کہ ان کے زور کو کوہِ صمدت دیا ہے، تمہاری بیعت نہ فرمائی گئے کے لئے صمدت ہے، انہوں نے کہا کہ یہ سچ
نہی (۶) ۱۲۸۵ھ

[illegible]

صدقہ پر ہونے والی فتنی میں اختلاف نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضور پائی جب آزاد ہوئے اسے حق حاصل ہے کہ وہ اپنے کلمہ کا جو قرار دے کر اسے کلمہ سے اس سے کوئی سروکار نہیں کر اس کا خیر اور بدت، آزاد ہے یا کلام، امام کا مالک، امام شافعی اور مجہد فقہا کا نظریہ ہے کہ جو بدت پائی آزاد ہوئی اس بدت اگر اس کا خیر غلام قرار دے اختیار حاصل ہوگا اور اگر اس کا خیر آزاد ہوگی بدت آزاد قرار دے حق فیضیاری نہیں ہوگا اختلاف نے اپنے مختلف پردوں کے تحت احادیث اور اجماع سے دلائل دیے ہیں۔ (تصحیل کے لیے دیکھئے: الفکر جلد ۷، ص ۴۷)

(۲۸) ہم جو سب سے اعلیٰ نے کوئی سطر پہ چھوڑا نام اب جو سب سے نیچے کی پہری کو ترجیح دے کر دی، اعلیٰ سے پہلے چھوڑا جس کی وجہ سے اب کوئی نام اب جو سب سے اعلیٰ نے کہا آپ کی روایت کے درجہ کے پھر اس سے کہہ جائے گا جس کی کوئی نام اب جو سب سے اعلیٰ نے کہا ہے یہ سب سے اعلیٰ نے اس وقت دیا کی قسم سب آپ کے والدین کی آپس میں ملاوٹ ہے جس میں کوئی نہیں کہتی جس۔ (اسرار)

اس حقیقت و اصلاح کے بارے میں (۱۰۲)

(۳۹) سے اعلام النبلاء، ۸۷۲، ص ۵۴۷۔

یوسف بن مروزی (۶۵) عمر بن حماد (۶۶) عمرو بن ابی عمرو حسانی (۶۷) عمرو بن محمد ناقد (۶۸) عمرو بن ولید الانصاف (۶۹) فرات بن نصر مروزی (۷۰) فرج بن عبد اللہ مولیٰ ابو یوسف (۷۱) فضل بن حاتم (۷۲) فضل بن غام (۷۳) فضیل بن عیاض (۷۴) قاسم بن محمد بن عقیقہ (۷۵) حمید بن اسد (۷۶) محمد بن ابراہیم بن ابی بکر کندی (۷۷) محمد بن بکر بن خالد القنبر ابو جعفر (آپ امام ابو یوسف کے کاتب ہیں) (۷۸) محمد بن حسن شیبانی (۷۹) محمد بن خالد حنظلی رازی (۸۰) محمد بن ابی رجا فرسانی (۸۱) محمد بن ساعدی (۸۲) محمد بن صباح (۸۳) محمد بن عمرو بن سری السمرقانی (۸۴) محمد بن خالد (۸۵) معقل بن منصور رازی (۸۶) موسیٰ ابو عمرو مروزی (۸۷) موسیٰ بن سلیمان جوزجانی (۸۸) ابو موسیٰ انصاری (۸۹) ابن ابی نعیدہ (۹۰) نصر بن عبد الکریم طبری (۹۱) وکیع بن جراح (۹۲) ہشام بن عبد الملک ابو ولید طبرسی (۹۳) ہشام بن عبد اللہ رازی (علمائے فہم ابو یوسف سے روایت نقش ضعیف قرار دیا ہے) (۹۴) ہشام بن معدان (امام ابو یوسف کے کاتب تھے) (۹۵) ہلال بن یحییٰ رائی بصری (آپ ہلال الراے سے مشہور ہیں، احکام الوفاق آپ ہی کی تالیف ہے) (۹۶) یثیم بن حاذب (۹۷) یثیم بن موسیٰ (۹۸) یحییٰ بن آدم (۹۹) یحییٰ بن عبد الصمد (۱۰۰) یحییٰ بن یحییٰ (۱۰۱) یحییٰ بن یحییٰ خیساپوری (۱۰۲) یوسف حاتمی صاحب زادہ امام ابو یوسف، جنہوں نے اپنے والد سے ”کتاب الآثار“ روایت کی۔

(یہ دیکھئے کہ عاصیہ) کو بیچم، عقلمند ملائیں اس کا پر تہ تیغ کی برصاوت: اس کی مثال ابو مسین قدوری اور صاحب زہریں ہے، ملائیکہ دے دے، گھوڑی پر روایت ہے پر تہ تیغ اور قوت دینے کی صلاحیت کے، انکے ہوتے ہیں، اس کے باہمی ہے، اور دینا زیادہ کچھ ہے، یہ دیکھنا زیادہ کچھ ہے، اسے کس کے زیادہ محتاط ہے اور یہ کون کے زیادہ ہے، کچھ دیکھنا استعمال کیے ہیں۔

شعریہ پر مقدمہ ملا کہ ایسی جماعت ہے جو انسانی فطرت کی ضعیف مظاہر بہت کم مظاہر روایت و روایات چادر کے
پیرایان لڑتی کرتی کہ صلا حیت رکھتے ہیں۔ اس کی مثال سطرین سطر حیان کے مولفین شافعی صاحب کفر صاحب
قادر صاحب و قادیان اور صاحب مجمع ہیں۔ یہاں علی کتاب میں مرد و اول اور ضعیف و رافضی ذکر نہیں کرتے ہیں۔
بہتمیم یہ دعوات ہے جو کہ مرد اور صلا حیتوں سے عاری ہو سکتا کی مشرقی مذاکرہ ہیں، جو کہ کبھی سامنے آتا ہے
مطالعہ کیل کی طرح آنکھ کھرتے چلے جاتے ہیں۔ ان کے بڑے بڑے چہلی ہے اور جو ان کی تباہ کرے ان کے لیے
دوبارہ تباہی ہے۔ مولانا خرمخو دھڑکتے ہے۔ یہاں لکھتے ہیں کہ "مرد و پیرایہ" فطیات اعلیٰ "ہوتا ہے۔ (مؤلف)

(۵۵) حافظ علی بن جعد جوہری (جعدیات آپ کی مشہور تالیف ہے) (۵۱) علی بن جعد مروزی (۵۷) علی بن حرملہ کوفی (۵۸) علی بن خشرم (۵۹) علی بن صالح جرجانی (۶۰) علی بن صبیح (۶۱) علی بن عمرو قرقمی (۶۲) علی بن عقیق (۶۳) علی بن مسلم طوسی (۶۴) عمار بن عبد الملک ابو

(۶۵) ابن کمال کا نام عباس بن علی بن عثمان بن کمال پڑا (۸۷۳-۹۰۳ء) ہے، شہر تبن کمال پڑا کمال پڑا تھا، وہ دربار میں رہا، اپنے زمانے کے زہرست عالم اور متفق تھے، سلطنت عثمانیہ میں قضا دار توبیخ جیسے اہم کمرے کے زکریا کے دربار میں کمال بن علی بن عثمان بن کمال پڑا تھا، دیکھ کر مالک بن عثمان بن الفہاء ہے، طبرستان کے ایک دربار کے علاوہ روم الفہاء (عمر اصل میں کناس کے ایک مصریہ کے شرف ہے) میں ابن کمال کے دربار کے ایک دربار کے ایک کمرے کے استاذ کے ایک دربار کے طور پر ذکر بھی کیا ہے۔ تبن عابد بن کمال دربار محمد بن علی بن عثمان بن کمال پڑا تھا۔

☆ محمد و چنانچہ تعالیٰ کی ذات کے لیے روز و رستم و لعل و جام و آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و اہل کے تمام اصحاب پر۔
 یاد رکھو کہ فقہاء کے سات درجات ہیں۔

اول: مجتہدی الشریعہ کا طبقہ ہے، جن میں اکثر ائمہ فرست چکے اور انکی روایتیں ۱۵۰۰ دوسرے علمائے کبار جنہوں اصولی تعداد کی بنیاد پر ان کو اربعہ کی روشنی میں اولیٰ اور میں نے قرآن، احکام، اجماع اور اہل حق سے فرقی کا کام کا استحکام کیا انہوں نے جو کسی اصول اور حق کی طرف روٹیں کسی کی تردید کی۔

دوم: مجتہدی ائمہ ہدایہ میں ابراہیم بن محمد اور ابوحنیفہ کے مقام و اسباب ہیں۔ یہاں نے ذکر کیا کہ اہل سنت میں ان قواعد کے مطابق احکام کے استخراج پر قدرت کا مظاہرہ کیا جاوے کہ اس کے امتداد ابوحنیفہ رحمت اللہ علیہ نے محسن کیا تھا۔ یہاں نے اگرچہ بعض فرائض احکام میں مخالفت کی مگر اصولی قواعد میں انہیں کے مقتدر ہے، انہی بنا پر وہ ابوحنیفہ ہدایہ کے ملاحضہ سے مستزاجی نظر آتے ہیں، اچھے ملاحظہ فرمائیے وہ ابوحنیفہ کے احکام میں مخالفت ہے اور ان کے اصول کی کچھ یہ نہیں کرتے۔

سوم، مجتہدین اہل مکہ نے سیاسی جماعت سے جو اصول اور فروع کی سہی بھی لیں اپنے سنی کی حفاظت پر مقدمہ درست کر رہے تھے۔
چوتھی اس کے باوجود جن مسائل میں امام سے کوئی اصول موجود نہیں جسے ان کے اذکار کا استعمال یا توضیح کو امامی روایتی سنی کی جاکو
ان کے امام نے تصحیح کر دی ہے۔ جسے جماعت میں خصال، ایضاً فقہ علوی امام ابن کثیر، جس ائمہ طوائف، جس ائمہ
مذہبی فکر اسلام پر ردی اور خالفہ نے کاغذ میں اور خدشہ و غبار میں تحریر کرے ہیں۔

چند اصحاب کو کھانچ کر اس کی مثال دلائی اور ان کے اصحاب چرام۔ یہ لوگ اچھے بے اعتقاد دھرمیوں کی طرح مصلحت سے مائل ہو کر ان کا دھرم کی تعظیم، ہم پر حملہ کر کے مسلمان جو صاحب مذہب ہیں ان کے کسی مجتہد صاحب سے متعلق ہے کہ حکم پر قدرت رکھتے ہیں۔ کیوں کہ اصول پر وضع نظر ہونے کے ساتھ ساتھ فردی مسائل کے مسائل اور ان کی روشنی میں قرآن کی مصلحت کے بھی مالک ہوتے ہیں۔ چرامیہ اصل مقام پر جو یہ الفاظ "ابھاشی کو کھانچ کر تیری اور ابھاشی کو کھانچ دلائی میں ہے۔" آئے ہیں وہ ان کی قبیل سے ہیں۔ (یہ حاشیائیں گے مضمون پر)

ہے۔ ان میں کچھ ایسے ہیں جو امام ابوحنیفہ کے درس میں امام ابو یوسف کے ساتھی تھے، کچھ ایسے ہیں جو امام ابو یوسف کی درسگاہ میں امام محمد کے شریک رہے اور پھر امام محمد سے بھی اخذِ علم کیا۔ امام محمد کے مطابق بہت سارے فقہاء امام ابو یوسف کی درسگاہ کے تربیت یافتہ ہیں، بڑے بڑے علمائے

(۳) کہ مندر میں انھیں ایک جماعت کوظم و خوشامیہ کی تقریر لگاؤ سے دیکھا گیا ہے، ہذا مذکور مطالبہ ان کی تعداد اساتذہ سے اور ان کے اساتذہ ہیں: (۱) سعید بن مسیب (۲) عروہ بن زہر (۳) قاسم بن محمد (۴) حجاب بن زید (۵) ابوبکر بن عبداللہ بن (۶) علی بن ابیہ (۷) عیسیٰ اللہ بن عبد اللہ بن قیس بن مسعود (۸) سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۴۱) کسی نے ان سب حضرات کو ساری سے اور کتب کے لیے فہرشی قالب میں اس طرح احوال ہے:

وإذا قيل من أين العلم بهذا البحر
فقل هم عبيد الله، وعروءه، وأقسام
وإنهم ليست عن العلم خارجة
ويكسر سليمان، وخارجة

(ترجمہ: اگر کوئی آپ سے سات قبر فضیلت کے بارے میں پوچھے تو کہہ دیجیے: عبد اللہ، عمر، و قاسم سعید، ابو بکر، سلیمان اور عیسیٰ ہیں)

سیر اعلام النبلاء (ج ۳ ص ۳۵۸) میں ہی انہوں نے کہا ہے کہ کھانا نہ پکھا کر آئی (۱) سمیٹے
(۲) مرد (۳) تھوڑے (۴) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

میر احمد علیہ السلام (ج ۳ ص ۱۳۵) نے بھی افسانوں کے حوالے سے ذکر ہے کہ رقمطراز ہے: "میں نے خود قتل کیا ہے۔"
 انہوں نے بطور مثال آذان بن علیؓ اور سعید بن مسیبؓ کا ذکر کیا۔ ان کتاب میں ایک مقام پر (ج ۵ ص ۵۸) انہوں نے
 کاس کا کھیر کی انیس سو میں کیا ہے۔ علامہ حلی نے بھی افسانوں کے حوالے سے ایک مقام پر ان کی طرح اس طرح کی
 (۱) سعید بن مسیب (۲) ابو یوسف بن عبد الرحمن (۳) سالم (۴) سالم (۵) مروان بن زید (۶) سلمان بن ابیہار (۷) حمید
 بن عبد اللہ بن علی (۸) حمید بن زکریا (۹) آذان بن علی (۱۰) صاحبین نے ذکر کیا ہے۔

تہذیب الاسلام میں مذکورہ چھ نقطہ کا ذکر کیا گیا ہے اور ساقی کی شخصیت کے بارے میں کہیں کہیں اس میں عین اقبال ہیں، اوّل اور ثانی میں عبد الرحمن بن عوف، دوم: سالم بن عبد اللہ، تین عمر بن خطاب، چہم: ابو بکر بن عبد الرحمن بن عمار، تین غیب۔ (تہذیب الاسلام ج ۱ ص ۶۳)

[illegible]

یہ قاضی اس معاملہ کے بارے میں اس نقطہ کے باوجود کاغذی مذکور کے بارے میں رازدار کا باہری نے جرمات کہیں ہے وہ بھی انصاف سے پیچیدہ ہے (مؤلف)

اجتہادی شان اور اصول و فروع میں مہارت

انھک کوشش سے دلائل کی روشنی میں احکام فرعیہ کے استنباط کا نام اجتہاد ہے۔ مجتہد مطلق کی شرط یہ ہے کہ اسے کتاب اللہ کے لغوی اور شرعی معنی پر افرادی اور ترکیبی دونوں اعتبار سے کامل دسترس ہو۔ یوں ہی علم حدیث کا پورا علم، مسند اور متن پر گہری نظر، مورد اجماع کا علم اور شرعی قیاس کے اسباب کی معرفت وغیرہ مجتہد مطلق کی شرطوں میں سے ہے۔ اس کی تفصیل اصول کی کتابوں میں مذکور ہے۔

امام ابو یوسف کو فہ میں امام ابو حنیفہ کی سربراہی میں چلنے والی فقہی کونسل کے اہم رکن تھے۔ مسائل کی تحقیق و تدقیق، دلائل کی تجویز اور جوابات کی تدوین کے لیے امام ابو حنیفہ کے ساتھ کام کرنے والی ٹیم میں بھی اسی سال تک ابو یوسف نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا یہاں تک کہ امام کی وفات ہو گئی۔ اس اثنا میں ابو حنیفہ کی مکمل مصاحبت تو میں کی، کبھی آتے اور جاتے بھی رہے تاہم سترہ سال کی مکمل مصاحبت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ابو یوسف جیسے ذہین، حیرت انگیز قوت حافظہ کا مالک، علم و فن کا شائق، جب اس طرح کی علمی مجلس میں پابندی کے ساتھ شریک ہوتا رہا ہو تو خیال کیا جاسکتا ہے کہ اس نے کتنا کچھ حاصل کیا ہوگا۔ یقیناً بہت کچھ حاصل کیا ہوگا۔ اجتہاد کا اعلیٰ ترین مقام حاصل کرنے میں بھی اس نے کوئی کمی نہیں چھوڑی ہوگی بلکہ اجتہاد مطلق کا درجہ بھی حاصل کر لیا ہوگا اگرچہ بطور امتنان و تشکر اپنے استاذ کے مذہب ہی سے اپنے آپ کو منسوب رکھا۔

دوسری طرف امام ابو حنیفہ نے خود یہ کہا کہ ابو یوسف اپنے طبقے میں روئے زمین پر سب سے بڑے عالم ہیں۔ اس بات کا ذکر طحاوی نے اسد بن فرات کے حوالے سے اور خطیب نے اپنی تاریخ

میں کیا ہے۔ حافظ فقیر امام علی بن جعفر نے "حجۃ الہدایہ" میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے ابو یوسف کی طرح کوئی اور عالم نہیں دیکھا۔ اس پر امام غزالی کے شیخ ابن ابی عمر ان نے یہ تفسیق لگائی کہ:

قوری، حسن بن صالح، مالک، ابان ابی ذعب، ایبہ بن سعد، شعبہ بن حجاج جیسی بلند قامت علمی شخصیات کو علی بن جعفر نے دیکھا تھا۔ (۲۵)

جیسا کہ ہمیری نے ان کے حوالے سے ذکر کیا ہے، اس سے ابو یوسف کی علمی برتری کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ امام غزالی کا یہ قول بھی ابو یوسف کے فضل کو ثابت کرتا ہے کہ "آپ لوگ غلیب ہیں اور ہم لوگ دوا پیچھے والے" (۳۷)۔ امام غزالی نے یہ بات اس وقت بھی کہی جب انہیں کی روایت کردہ حدیث "برمیرہ" (۳۷) سے استنباط کر کے امام ابو یوسف نے ایک مسئلے کا جواب بتایا تھا۔ امام غزالی کی یہ بات بھی ابو یوسف کے قوت استنباط کو ثابت کرتی ہے کہ "میں نے آپ کے والدین کے آپس میں سنے سے پہلے اس حدیث کو روایت کیا تھا اور اب اس کی تاویل کا علم ہوا۔" (۳۸)

ظہیر بن محمد بن جعفر الشافعی نے تو یہاں تک کہا کہ:

ابو یوسف اپنے زمانہ کے سب سے بڑے فقیر ہیں، ان کے زمانے میں کوئی بھی ان پر بہت حاصل نہیں کر سکا۔

یچکی ابن خالد نے کہا:

جب ابو یوسف ہمارے پاس آئے تھے تو سب سے کم جس علم میں انہیں درک تھا وہ علم فقہ تھا مگر وہ کچھتے ہی دیکھتے انہوں نے اپنے فقہ سے آسمان و زمین کو سیراب کر دیا۔ (۳۹)

حافظ عبد اللہ بن داؤد زہری نے کہا جیسا کہ ابن ابی حوام نے اپنی سند سے تحریر کیا کہ:

"امام ابو یوسف کی فقہ پرستی واقعی نظری کی اس کا استعمال جس طرح چاہتے کرتے۔" بلکہ زفر بن ہذیل جیسی ذہین و فطن اور حاضر و مانع شخصیت سے ابو یوسف کا مناظرہ ہوا تو امام ابو یوسف نے ابو یوسف کی برتری کی گواہی دی۔ ابو یوسف کی قوت حافظہ تو ضرب المثل ہے، آثار پران کی گہری نگاہ اور اس سے استدلال پر سب کا اتفاق بھی ہے، ایسی ہی شہور بالغ نظر شخصیت کے اجتہاد و مطلق کے دو سچے پرغاؤں ہونے میں کسی کو شبہ ہو سکتا ہے۔

مجتہدین کی وجہ بندی بڑی مشہور چیز ہے۔ پہلا وجہ مجتہد مطلق کا ہے جس کا استنباط کسی اور کی

طرف نہیں کیا جاتا، دوسرا وجہ وہ مجتہد مطلق جو کسی اور مجتہد کی طرف منسوب ہو۔ تیسرا وجہ مجتہد متقدم کا ہے، جو کسی مذہب کا بانی ہو یا دوسرا اپنے امام کے اصول کی روشنی میں مسائل میں اجتہاد کرتا ہو۔ چہاں کہ ابن جعفر نے "شن الخیار" میں ذکر کیا ہے کہ ابو یوسف کی کنسولی نے "الافتاح الکبیر" میں ان سے نقل کیا اور اسی طریقے پر امام بن عبد الرحمن (شاہ ولی اللہ کوہلوی نے) "الانصاف فی مسائل الخلاف" میں بیان کیا ہے، یہ اور بات ہے کہ بحث و تحقیق کا پورا حق انہوں نے ادا نہیں کیا تاہم ان کی بات صواب اور درست ہے اس سے زیادہ قریب ہے جو زہری ابن کمال نے فقہ کی وجہ بندی اور فقہاء کی تقسیم سے متعلق کہا ہے ابن کمال مذکورہ دونوں چیزوں یعنی طبقات کی ترتیب اور فقہاء کی تقسیم میں

(۳۳) حدیث جبر کی حقیقت: حدیث جبر امام بخاری نے اپنی سند سے اس طرح نقل کی ہے: ابو یوسف القاضی بطون بن ابرہیم حدثنا لعادم بن عروہ عن ابیہ ان عبد اللہ بن جعفر انی الزہری بن العوام فقال انی اشتریت کذا وکذا وان علیا یرید ان یأتی السیر المؤمنین عثمان بنی فیسأله ان یحجر علی فیہ فقال الزہری وحی اللہ تعالیٰ عنہ ان شر یحکم فی البیع والبیع علی عثمان فلا ذک لک لہ، فقال عثمان وحی اللہ تعالیٰ عنہ کیف اصحیح علی وجہ فی بیع شر یحکم فیہ الزہری (سنن بیہقی الذکری ۶/۱۱۶ ص ۶۱)

(ترجمہ: شام بن عمرو اسنے والد عمرو کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن جعفر زہری بن العوام کے پاس آئے اور کہا میں نے فلاں فلاں سامان خریدا ہے، اصل کا خیال ہے کہ امیر المؤمنین عثمان سے اس سے روایت کریں کہ وہ مجھ پر پابندی مائد کرتے ہیں جو زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں اس بات میں قہر میں شریک ہوں، وہ خود عثمان کے پاس آئے اور سامان خریدا کہ سنا ابو جبر بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں اس شخص کی نظر پر کیے ہو پابندی کا سکتا ہوں جس کے شرک مذکور ہوں)

امام بخاری نے اس سے پہلے ایک اور روایت شام بن عمرو سے نقل کی ہے اس کے رد میں ابو یوسف کا علم نہیں ہے، اس روایت میں بخاری نے کتب خود راہ روایت کی ہے:

عبد اللہ بن جعفر نے کہا کہ ہم شام بن عثمان کی روایت کو نقل کیا اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ ابن ابی حاتم کو روک دیں، ابن جعفر کی ملاقات زہری بن جعفر سے ہوئی، انہوں نے کہا کہ میں نے جعفر بن سبی زہری کی روایت کی ہے کہ میں نے بھی نہیں سنی، زہری بن جعفر نے حضرت علی بن عثمان کے کلام کو نقل کیا کہ ابن حوام نے کہا میرے پاس مال ہوتا تو میں آپ کا شریک ہو جاتا، ابن جعفر نے کہا کہ میں آپ کو اس مال کی اطلاع دے دوں، ابن حوام نے کہا تو میرے پاس آپ اس بات میں شریک ہوں، بھران کے پاس حضرت علی بن عثمان آئے اور کہا آپ لوگ کیا بات پر اتفاق کر رہے ہیں، ابن جعفر نے ہر بات کو منع کیا، ابن حوام نے کہا آپ لوگ اپنے غصے کے تصرف پر پابندی رکھتے ہیں میں جس کا شریک ہوں، حضرت علی بن عثمان نے کہا بھلا ہم اس پر کچھ پابندی رکھیں گے، ابن حوام نے کہا کہ میں اس کا شریک ہوں۔ (بیرونی حاشیہ صفحہ ۱۷)

سے کسی میں بھی درجی برہان قائم نہیں رہ سکے، یہ روایات ہے کہ بعض مقلدین کی طرف سے انہیں بڑی پذیرائی ملی۔ ابن کمال نے جو کچھ کہا اس پر عبدالحی کھنوی کو کچھ تحفظات تھے جس کا ازالہ شہاب مرجانی نے اپنی کتاب "نظرة الحق" (۳۰) میں کر دیا ہے۔ مرجانی نے اسکی تنقید کی جس سے ابن کمال کی دونوں ترتیبوں کی غمراہی اور عبدالحی کھنوی کا شرح صدر بھی ہو گیا۔

یہاں شیخ ابن کمال (۳۱) کے رسالے "طبقات فقہاء" سے مجتہدین کی درجہ بندی حاشیہ میں لفظ بلفظ نقل کرتا ہوں مگر اس کی ترتیب و تقسیم (جس کا رد کیا جا چکا) پر قارئین مطلع ہو سکیں۔ یونہی اس کتاب کے آخر میں مرجانی کی تعجب کا بھی ذکر کروں گا۔ یہ تعجب اگرچہ طویل ہے تاہم اس کی ضرورت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور ساتھ ساتھ ابن کمال کی باتوں سے جو لوگ دعوے میں آ گئے ہیں ان کے لیے حویج بھی ہوگی۔ یونہی یہ بھی نہ چل سکے گا کہ ابن کمال نے کس طرح ابو

(جی پچھلے کے حاشیہ) کے احکام فقہی مسئلہ سے لغت میں اس کا کافی مطالعہ کیا ہے اور فقہ میں کسی انسان کو اپنے مال میں تصرف سے روک دینے کا ہر جہ سے فحشی کے مطابق کسی شخص کو روکنا ہے، چنانچہ اس کا استدلال کرتے سے روک دینے کا ہر جہ سے ممکن ہے۔

(الف) چھوڑنا جس کے اندر معاملات میں شرک کی ملاحیت ہو جو خود ہو مگر سرور شونک نہ ہو

(ب) حقہ جس کے اس عمل نہ ہو

(ج) کسی بیٹی کو نفقہ نہیں

تیسرے سبب یعنی ثابت کے تحت طائراہی نے لکھا ہے کہ طہارت خلاف شرع کام کرنے اور اجتناب اس کا نام ہے، و احسان اور ایسے تصرفات میں اصلاً شرعیت کے اعتبار سے مذہب ہے مگر طہارت اور اسلاف کے طور پر شرع اور مردودوں کی طرح مذہم ہے، سبکی مذہب ہے کہ طہارت کی وجہ سے طہارت قائم نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی طہارت کو گذر کچھ شرعی انکسار ملتا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک طہارت کی وجہ سے انسان کو تصرفات سے نہیں روکا جائے گا بلکہ دیگر طہارت کی وجہ سے کسی شخص کے تصرفات پر پابندی لگائی جائے گی تاہم سب کا امام ابو یوسف رحمہ اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال ہے کہ ایسے تصرفات میں جس میں کمال احتمال ہے طہارت باعث جرم ہے اور طہارت کی وجہ سے طہارت کے تصرفات پر پابندی لگائی جائے گی۔ تاہم صاحبین علیہ السلام پابندی کی بنیاد و طہارت کی وجہ سے انسان کو اجتناب سے روکا جائے گا تاہم شافعی جو جرح کس کی بنیاد رکھتے ہیں۔ صاحبان اور امام شافعی نے اپنے موقف پر قرآن وحدیث اور آثار صحابہ سے دلیل پیش کی ہے جن میں ایک دلیل دعی امام ابو یوسف کی روایت کردہ مذکور حدیث ہے۔ ابن زبیر بن جہز کی تفسیر میں مہارت رکھنے سے اس لیے جہل و حمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو چھوڑنا کہ ابن زبیر رحمہ اللہ ابن جہز کے ساتھ تجارت میں شریک ہیں تو ان کے تصرفات کو ہائز قرآن و اطہار المصنوع طہارۃ ص ۱۵۹

یوسف اور ان کے امثال کو مجتہدین کی فہرست میں شمار کر دیا ہے اور کس طرح انہیں ان کے مراتب سے فروتر کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو لوگ رجال کی درجہ بندی میں مہارت رکھتے ہیں ان سے یہ بات بالکل پوشیدہ نہیں، سبکی وجہ ہے کہ مرجانی نے ابو یوسف و زفر رحمہ بن حسن کے بارے میں کہا کہ ان کا فقہا کا علم اگر مالک، شافعی اور ان کے امثال سے زیادہ نہیں تو ان سے کچھ کم بھی نہیں" جیسا کہ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

مج یہ ہے کہ اجتہاد کے اعلیٰ اور ادنیٰ دو کنارے ہیں اور ان دو کناروں میں بھی مختلف درجات ہیں، و مہرمان درجات کے درمیان بھی بڑا فرق ہے۔ کسی فقیہ کا مرتبہ صرف اس سے ظاہر نہیں ہو جاتا کہ اس کا شمار مجتہد مطلق مستقل کے طبقے میں کر لیا جائے۔ کیوں کہ بہت سارے ایسے علما ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو کسی مجتہد مطلق مستقل کی طرف منسوب ہی کرنا پسند کیا اس کے باوجود مستقل مجتہد سے مرتبہ میں برتر ہیں۔ ابن زبیر بن جہز نے ان میں صحیح معنوں میں اشتغال کا معنی نہیں پایا جاتا تو پھر جو ان کے بعد آئے ان کا کیا حال ہوگا کیوں کہ ابو حنیفہ اپنے اکثر افکار میں ان فقہاء عراق کی پیروی کرتے ہیں جو علی اور ابن مسعود کے اصحاب اور ان کے اصحاب کے اصحاب ہیں۔ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان دونوں کے اصحاب اور ان کے اصحاب کے اصحاب کا طریقہ اختیار کیا جس کا سلسلہ دینے کے فقہائے سہد (۳۲) اور ان کے اصحاب تک پہنچتا

(۳۲) کتاب میں مذکور مہارت اس طرح ہے جو عالم الکتاب کی نشانی ہو سکتی ہے۔ مؤلف کا اصل نام شرف الدین ابو القاسم بن محمد بن علی بن زبیر بن جہز ہے اور کتاب کا اصل نام خلاصہ حدود الفروع والعیان فی مناصب الامام ابو حنیفہ العسکان ہے (دیکھئے: خلاصہ حدود الفروع والعیان ص ۲۸ ص ۱۳۵) حاشیہ مؤلف نے اسی مؤلف کی کتاب حدود الفروع والعیان فی مناصب الامام ابو حنیفہ کا عنوان لکھا ہے

یہ کتاب شرف الدین ابو القاسم بن محمد بن علی (یہاں خلاصہ الحدود کے اس مضمون پر "مہار لیم" ہے جب کہ ص ۱۳۵ پر "مہار لیم" ہے اور سبکی کے) کی تفسیر کی ہے۔ اس کتاب سے پہلے انہوں نے مناقب امام ابو حنیفہ کے مضمون پر ایک کتاب تمام خلاصہ حدود الفروع والعیان فی مناصب الامام ابو حنیفہ العسکان تالیف کی ہے (خلاصہ الحدود ص ۱۳۵)

(۳۳) اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ ج ۱ ص ۱۰۹

(۳۴) تاریخ سابق

(۳۵) تاریخ سابق ص ۱۰۲

ہے۔ رسید الرائے اس ضمن میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

امام شافعی نے ابن عباسؓ، ان کے اصحاب اور مکہ میں ان کے اصحاب کے اصحاب کا طریقہ اپنایا جن میں مسلم بن خالد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ساتھ ساتھ عراقی اور حجازی فقہ کے سمندر سے بھی استفادہ کیا۔ امام شافعی اپنے قدیم نظریات میں امام مالک کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے رہے یہاں تک کہ یحییٰ بن ابیان نے ان کا رد کیا، اور جدید فقہی نظریات میں مستقل ہونے کے باوجود ان پر امام محمد کے مسائل کا غلبہ نظر آتا ہے۔ کوئی مجتہد کسی دوسرے مجتہد کی کسی مسئلے میں موافقت کرتا ہے تو اس لیے نہیں کہ وہ اس کا مقلد ہے، بلکہ اس لیے کہ دوسرے مجتہد کے نزدیک بھی مسئلے کا حکم دلیل کی روشنی میں اسی طرح واضح ہو جاتا ہے جیسا کہ پہلے مجتہد کے نزدیک اس کا حکم ہوتا ہے۔ ابن خزیمہ اور ابن منذر اپنے اس دعوے سے کہ ”جب سے وہ شعور کی منزل میں پہنچے ہیں کسی کی تقلید نہیں کی“ مستقل مجتہد کے درجے تک پہنچ گئے ہیں پہنچ سکتے تھے۔ محمد بن عبدالحکم نے جب امام شافعی کا زہر دست رو کیا تو اس کے پیچھے ابن خزیمہ ہی کا ذہن کا فرما تھا جنہوں نے ابن حکم کی مدد کی تھی اور ابن منذر کا کیا کہا وہ جب کسی مسئلے کا ذکر کرتے تو اس کی نسبت اصل قائل کے علاوہ کسی اور کی طرف کر دیتے، ضعیف کو قوی بنا کر پیش کرتے اور قوی کو ضعیف بنا دیتے۔ ابو بکر قتال، ابو یعلیٰ بن خیر، ابن اور قاضی حسین سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم شافعی کے مقلد نہیں بلکہ ہماری رائے ان کی رائے کے موافق ہو گئی ہے۔ یہ لوگ اپنے اس دعوے سے بھی امام شافعی کے طبقے میں شامل نہیں ہو سکتے جیسا کہ ظاہر ہے۔ حلقہ نے علم و فضل اور تدوین میں جو کچھ کمال حاصل کیا اس سے متاخر کو نامشکر گزار نہیں بننا چاہیے۔ مذہب مالکی میں جو لوگ درجہ اجتماع پر قازق تھے اور جنہوں نے سارے علوم میں مہارت حاصل کی تھی ان کا ذکر کرتے ہوئے ابو الولید بانی لکھتے ہیں ”ان فرحون کے مطابق امام مالک کے بعد یہ مقام صرف اور صرف قاضی اسماعیل کو حاصل ہوا“ ✽ حاجی کے اس قول اور ابن عربی نے جو اپنے بعض مشائخ کے لیے اجتماع کا دعویٰ کیا ہے، میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسی طرح امام تہلسانی مالکی کے صاحبزادگان ابو زید

اور ابو موسیٰ کے تذکرے میں مالکیہ کا یہ اختلاف بھی مذکور ہے کہ ابن قاسم مجتہد فی المذہب ہیں یا امام مالک کے مقلد ہیں۔ امام نووی نے ”مہذب الاسماء واللغات“ میں امام مزنی کے تذکرے میں امام الحرمین کے حوالے سے نقل کیا ہے:

”میں دیکھتا ہوں کہ حنفی نے جو بھی قول پسند کیا ہے اس کی حیثیت حجاز کی ہے، کیوں کہ وہ ابو یوسف اور محمد کی طرح شافعی کے اقوال کی مخالفت نہیں کرتے ہیں، وہ دونوں تو اپنے امام کی اصول میں مخالفت کرتے ہیں۔“

امام نووی کے مطابق مزنی مجتہد فی المذہب کے درجے میں ہیں جب کہ ابو یوسف اور محمد مجتہد فی المذہب کے درجے سے اوپر ہیں کیوں کہ وہ اگرچہ اپنا انتساب امام کی طرف کرتے ہیں تاہم اصول اور فروع دونوں ہی میں امام کی مخالفت بھی کرتے ہیں، جہاں تک کچھ لوگوں کا یہ کہنا کہ ابو یوسف اور محمد اس وقت تک کوئی مسئلہ بیان نہیں کرتے جب تک کہ وہ اپنے امام سے سن لیں تو ان شاء اللہ اس کا ذکر ہم ایک خاص فصل میں آئے کریں گے۔

محمد ابراہیم بن ابی داؤد برکی نے یحییٰ بن معین سے روایت کی کہ:

حدیث سے متعلق اصحاب رائے میں ابو یوسف سے زیادہ اشد، اصح اور احتفظ کی کوئی چیز پایا۔

عباس دوری نے ابن معین سے روایت کی کہ ابو یوسف صاحب روایت اور صاحب سنت ہیں۔ محمد بن ساعدہ نے یحییٰ بن خالد کے حوالے سے بیان کیا کہ:

ابو یوسف جب ہمارے پاس آئے تو اس وقت انہیں فقہ میں مہارت نہیں تھی مگر ایک ایسا وقت آیا کہ پوری روئے زمین ان کے فقہ سے بھر گئی۔

بشر بن ولید کہتے ہیں کہ شیخ نے ابو یوسف کو کہتے ہوئے سنا کہ امش نے ایک مرتبہ مجھ سے کسی مسئلے کے بارے میں دریافت کیا، میں نے اس کا جواب دے دیا۔ امش نے پوچھا آپ نے کس دلیل کی بنیاد پر یہ جواب دیا؟ کہا وہی حدیث میری دلیل ہے جس کو آپ نے روایت کیا ہے۔ امش نے کہا "اے یعقوب مجھے یہ حدیث اس وقت سے یاد ہے جب کہ آپ ابو الدین یحییٰ آپس میں نہیں ملے تھے (یعنی آپ کی پیدائش سے پہلے) مگر آج مجھے اس کا جہی معلوم ہو رہا ہے۔

ابن خللی کہتے ہیں کہ شیخ نے عبداللہ بن داؤد خرمی کو کہتے ہوئے سنا کہ:

ابو یوسف کو فقہ یا علم (راوی کو شک ہے) پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ جس طرح چاہتے اسے استعمال کرتے۔

عمر بن محمد ناقد کہتے ہیں کہ مجھے اصحاب رائے میں سے ابو یوسف کے علاوہ کسی سے بھی روایت کا چہنڈ نہیں تھا کیوں کہ وہ صاحب حدیث تھے۔

ضبل کہتے ہیں کہ شیخ نے احمد بن حنبل سے سنا کہ ابو یوسف حدیث میں منصف تھے۔

قاضی ابو حازم نے بکر اعینی کے حوالے سے بیان کیا کہ ابو یوسف حدیث میں منصف تھے۔

حزنی نے فرمایا کہ ابو یوسف ان میں حدیث کے سب سے زیادہ پابند تھے۔

احمد بن حلیہ نے محمد بن ساعدہ کے حوالے سے بیان کیا کہ ابو یوسف منصب قضا پر لاگز ہوئے

امام ابو یوسف ار باب علم ودانش کی نظر میں

امام ذہبی نے اپنی کتاب تذکرۃ الفقہاء میں ابو یوسف کا تذکرہ حفاظ حدیث کے ضمن میں کیا ہے، اور یہ لکھا ہے کہ:

ابو یوسف کے علم اور سرداری سے متعلق متعدد روایات موجود ہیں، ہمیں ان کا اور ان کے ساتھی محمد کا تذکرہ خاص جزم میں کیا ہے۔

ذہبی نے اپنے جس جزم میں ابو یوسف کا تذکرہ کیا ہے وہ مطلوبہ ہے۔ مذکورہ نے ابو یوسف کے مناقب میں نساء الاصلۃ علی ابی یوسف کے عنوان کے تحت بڑے اچھے کلمات کا ذکر کیا ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں۔

اسد بن فرات نے محمد بن حسن کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ:

ابو یوسف بیمار ہوئے تو ابو یوسف ان کی عیادت کے لیے آئے، جب باہر آئے تو زمین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "یہ تو جو ان روئے زمین پر سب سے بڑا عالم ہے۔"

عباس دوری نے امام احمد بن حنبل کے حوالے سے بیان کیا کہ:

حدیث لکھنے کے لیے سب سے پہلے شیخ قاضی ابو یوسف کے پاس گیا، ان سے شیخ نے بہت ساری حدیثیں لکھیں، اس کے بعد حدیث کے لیے کسی اور

کے پاس گیا، اور ابو یوسف اور محمد سے زیادہ سنا، اور ان کا ابو یوسف کی طرف تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ تین سال میں تین ٹن یعنی بہت زیادہ حدیثیں میں نے ابو یوسف سے نقل کیں۔

کے بعد روزانہ دو سو رکعت (نفل) نماز پڑھا کرتے تھے۔

عباس نے یحییٰ بن معین کے حوالے سے بیان کیا کہ ابو یوسف اصحاب حدیث سے محبت کرتے تھے اور ان کی طرف ان کا رجحان زیادہ تھا۔

عبداللہ بن علی بن ابی اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب ابو یوسف ۱۸۰ھ میں بصرہ آئے تو ہم لوگ ان کے پاس جایا کرتے تھے، وہ ایک طرف دس حدیثیں ذکر کرتے تو دوسری طرف دس آرا کا ذکر کرتے۔ میرے والد نے یہ بھی کہا کہ ابو یوسف کی صرف ایک حدیث جو ہشام بن عروہ سے (۳۳۰ھ) سے متعلق ہے مجھے نکل ہی ہو اور وہ سچے تھے۔

یہاں تک جو بھی ابو یوسف کے مناقب بیان ہوئے وہ امام ذہبی کے جز کا حصہ تھے۔
حارثی اپنی سند سے حسین بن ولید کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ:

ابو یوسف جب بات کرتے تو لوگوں کو حیران کر دیتے اور لوگ ان کی بارگاہی سے تعجب میں پڑ جاتے۔ میں نے ایک دن دیکھا کہ ایک آدمی قیامت ہی دقش اور جگمگاتے ہوئے میری طرف سے دوہرا تکی سفائی اور تیزی کے ساتھ بات کر کے گزر گئے جیسا کہ تیر گزر جاتا ہے۔ بارگاہی کی وجہ سے حاضرین میں سے کوئی بھی مسئلہ نہیں سمجھا، ہم لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح علم کو ان کے لیے سخر اور آسان بنا دیا ہے۔

ابوالقاسم شرف الدین بن محمد احلیم قرطبی نے اپنی کتاب خلاصہ عقود العقاب فی مناقب
ابن حنیفۃ النعمان (۳۳) کی آخری فصل (جواب یوسف کے مناقب سے متعلق ہے) میں کہا کہ
مصری نے حسن بن ابی مالک سے روایت کی کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو یوسف کو کہتے ہوئے
سنا کہ میں نے جب بھی کوئی نماز پڑھی اس کے بعد ابو یوسف نے میرے لیے اللہ سے دعا کی اور مغفرت

(۵۰) اہلکدو اہلحد سے اور اہل ایمانی سے ہے، اہل ایمانی اہل ایمانی کے طریقہ سے ہے کہ کتب کے خلاف وہ اس کے ارد گرد کو رقم اور کاغذ سے لکھتے ہیں اور اس کے جو کہ ارد گرد میں طالب علم سے کھاتے ہیں، اس طرح ایک کتاب کی نقل تیار ہو جاتی ہے۔ اس مجموعہ کو ”اہل ایمانی“ کہتے ہیں۔ (کشف الظنون ج ۱ ص ۱۶۱)

(۵۱) الفهرست لاین نظم ج ۱/ ص ۸۹

(۵۴) انوار معراج، ج ۱۳، ص ۴۳۵

ک۔ (۳۵)

بشر بن ولید نے کہا: ”تم ان کی تعظیم نہیں کرتے؟ ان کی بڑائی کا اعتراف نہیں کرتے؟ نہیں نے ان کے جیسا کسی کو نہیں دیکھا“ (۳۶) (یاد رہے کہ بشر نے ابن ابی زعب اور شعبہ جیسے محدثین کو دیکھا تھا)

مصری نے غمادی کے حوالے سے بیان کیا کہ ابن ابی عمران کو کہتے ہوئے سنا کہ علی بن جعد نے ہمیں کچھ مل کر دیا اور کہا بخیر نا ابو یوسف (اس وقت ابن جعد کی مجلس اعلیٰ علم سے بھری ہوئی تھی) ایک شخص نے کہا اے ابویوسف کیا آپ ابویوسف کی بات کر رہے ہیں؟ علی بن جعد نے سمجھا کہ ابویوسف کا نام اس طرح لینا مناسب نہیں بلکہ انہوں نے کہا جب ابویوسف کا ذکر کرنے کا ارادہ کرو تو اپنے منہ کو گرم پانی اور اشواثن سے پہلے دھویا کرو، پھر کہا خدا کی قسم میں نے ان کی طرح کسی نہیں دیکھا۔ (۷۷) ابن ابی عمران کا قول مگر رچکا ابن جعد نے ثوری، حسن بن صالح، مالک، ابن ابی نسیب، لیث بن سعد، ابو شعیبہ بن قحاف جیسے علماء کو دیکھا تھا۔

قرطبی نے ابویوسف کے بارے میں یہ بھی کہا کہ وہ فقہ اور صدوق ہیں انسان کی نے ان کی توثیق کی ہے۔

امام بن کمال فخری (آپ اخبار القضاۃ کے مؤلف اور ابن جریر کے ساتھی ہیں) نے لکھا کہ بنی مہین، امام بن مہین، اور علی بن مہین نقل کرنے میں ابو یوسف کی کتابت میں کچھ بھی اختلاف نہیں دیکھے تھے۔

لہٰذا جاننے والوں نے اپنی کتاب لکھتے ہوئے اس بارے میں اس کا ذکر نہیں کیا۔

وہ ان مشائخ میں سے تھے جو حفظ و اتقان کے درجے پر ہیں (۴۸) ایم اُن

(۵۱) کتب الشریعہ میں ہے کہ ابو جعفر کے یہ امانی خدو میں ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہ تین سو سے زیادہ جملوں پر مشتمل ہیں۔ (دیکھئے: ج ۱۳ ص ۱۳۹)

۱۔ (دیکھیے: ج ۱ ص ۱۳۶)

لوگوں میں سے نہیں کہ جس کو ہم برا سمجھیں اس بارے میں لوگوں کو وہم میں رکھیں اور نہ ہی ان لوگوں میں سے ہیں جو کسی پر قلم کوردا بھیجے بلکہ جو انسان جرح یا تعدیل کا مستحق ہے اس کو اس کا حق دیتے ہیں، ہر ذرا اور ابو یوسف کی مخالفت ظاہر ہو جائے گی جسے ہم نے انہیں شکات میں شمار کیا ہے اور جو ان کے شاہین نہیں ان کو ہم نے ضعیف شمار کیا ہے جن سے احتجاج صحیح نہیں۔

پھر ان جہان نے ابو یوسف اور ان کے بیٹے کی وفات کا ذکر کرنے کے بعد کہا:

میں نے ابن فضلہ کو کہتے ہوئے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن صباح کو کہتے ہوئے سنا ان سے کسی نے کہا کہ عثم سے آپ نے کیا نہیں لکھا؟ جواب دیا کہ میں کسی دن بھی عثم کی مجلس کو نہیں چھوڑتا تھا، ایک مرتبہ میں نے ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا انہوں نے اس کا صحیح جواب نہیں دیا تو میں نے ان کی مجلس چھوڑ دی اور ابو یوسف کی مجلس اختیار کر لی، ابو یوسف نیک انسان تھے، ہمیشہ روز رکھا کرتے تھے۔

(ابن حبان کی کتاب اشکات کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں نمبر ۱۱ کے تحت موجود ہے) (۳۹)

قاضی کبج نے اسرار الفقہاء میں حسین بن محمد بن ابی مضر کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ ابو یوسف حرمہ و ابن مضر کے لیے لکھنے کا کام انجام دیتے تھے۔

محمد بن ابی طالب سے مروی ہے، انہوں نے عمرو بن حفص بن غیاث سے، انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ قجاج بن ارقطہ ہمیں لکھتے کراتے تھے اور ابو یوسف ان سے سوال کیا کرتے، جب قجاج جانے لگتے تو لوگ ابو یوسف کے پاس جاتے وہ اپنی یادداشت سے سب کچھ اٹھا کر دیا کرتے۔ حفص کہتے ہیں کہ میں وہی لکھتا تھا جو میرے سینے میں موجود ہوتا۔

(۵۵) جریر بن عکرم: سلاطین قوادن نے اپنی حکومت میں جریر بن عکرم قرظ بن اور اس کے بائیں واقع ملائے سے تھا، ان کے ایک تہذیب پر کئی حکومتیں تیار تھیں، تہذیب دینے کا ارادہ کیا، اس کا بیان قوادن کے بعد ان لوگوں کا اثر و سر حکومت کے داخلی معاملات میں بدستور کیا یہاں تک کہ انہوں نے حکومت کا کنٹرول سنبھال لیا اور ۸۳۷ء سے ۹۲۳ء (مطابق ۱۲۳۸ء تا ۱۵۱۰ء) تک عمل کیا، جو پچیس برس حکومت کی۔ اس مدت میں ان کے ۲۳ راجوں نے حکومت کی۔ ان لوگوں کو جراس ان کے اجداد کی طرف نسبت کی جاتی ہے کہ اس بات سے ان کی ان پر عجم کا کلمی اختلاف اس لیے کیا جاتا ہے کہ سلاطین قوادن نے عقد کے رجوں میں اس لیے ضم کیا تھا کہ ایک کی دیگر قوموں کو دشمنی یا دشمنوں سے ان کا استقامت قوادن ہونے۔

ابو عبد اللہ صیغری نے اسرار ابی حنیفہ و اصحابہ میں اور حافظ ابوالقاسم بن ابی العوام نے فضائل ابی حنیفہ و اصحابہ میں ابو یوسف کے مناقب کا پوری طرح ذکر کیا ہے۔ خطیب بغدادی و ہمارے اصحاب سے متعلق کچھ غری کے بلا وجود (جس کا بیان میں نے اپنی کتاب مناقب الخطیب میں کیا ہے) ابو یوسف کے مناقب سے چشم پوشی نہیں کر سکے بلکہ انہیں باتوں کا ذکر کیا جن میں سے بعض بطریق طحاوی اور صیغری کی ذکر کیں ہیں۔ خوف خدا کا پاس کیے بغیر کچھ بے بنیاد اور وکیل کا ذکر بھی غیر معتبر اسناد کے ساتھ کیا ہے۔ موثق کی کتاب مناقب ابی حنیفہ اور صاحب فتاویٰ یزیدی کی کتاب مناقب ابی حنیفہ میں ابو یوسف کا ذکر کراہ شرح وسط کے ساتھ موجود ہے۔ اول یعنی موثق کی ہی روایتوں کا ذکر کراہ سند کے ساتھ کیا ہے، جس سے رجال پر دھڑس رکھنے والے قاری کے لیے کج اور قیقم کو پرکھنا آسان ہو گیا ہے۔ دوم یعنی صاحب فتاویٰ یزیدی نے بغیر سند کے واقعات کا ذکر کیا ہے، لہذا روایتوں کی تہ تک پہنچنے کے لیے اصول کی طرف رجوع ہے چھٹا رائے۔ مسند ابی حنیفہ کے مؤلف قاضی کیرا بن عوام کی کتاب سے متعلق کسی طرح کے کلام کی گواہی نہیں، ان کی کتاب کا ذکر پہلے آچکا ہے، یہ نائی اور طحاوی کے معزز اصحاب میں سے ہیں، اہل علم نے ان کا ذکر دو اہم اعزاز میں کیا ہے، ۳۳۵ھ کے آس پاس ان کا انتقال ہوا ہے۔ قاضی نے اپنی کتاب قاضی احمد بن محمد بن عبد اللہ میں احمد بن یحییٰ بن حارث سعدی

مؤلف بائیں ابی العوام (عن ایہ عن جلد ابی القاسم) (یہ کتاب کے مؤلف ہیں) کے حوالے سے روایت کی ہے۔ اس کی سند اعلیٰ درجے کی صحت پر ہے، اس سے وہی شخص ناہلہ دروسکا ہے جو بڑا جاہل ہے یا ایسا شخص جس کے دل میں کچھ غرابی ہے۔ گیس پستی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

سداسات الرزق کی روایت قضاوی کے حوالے سے بعد ابی العوام یعنی مؤلف کے طور پر ہے۔ ذہبی نے اپنے جس جس میں تلحہ ابو یوسف کا ذکر کیا ہے اس میں بڑے فوائد ہیں۔ اسی طرح ابوالقاسم قرظی اور علامہ نوح بن مصطفیٰ قزوینی نے جواد ابو یوسف کا ذکر کیا ہے اس میں بھی بڑی مفید باتیں ہیں۔ اسی طرح ذہبی نے بھی ابو یوسف کے مناقب سے متعلق ایک تلحہ ذکر کیا ہے۔ ہم اپنے ائمہ کرام کی تعریف میں اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے علم سے نفع پہنچائے۔

امام ابو یوسف کی تصنیفات

امام ابو یوسف کی تصنیفات بہت زیادہ ہیں، اہل علم نے ان سب کا ذکر اپنی کتابوں میں کیا ہے مگر جو ہم تک پہنچ سکی ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے۔ ان میں سے الانساب ایک ہے، اس میں فقہی دلائل کا بیان ہے، اس کی اکثر روایتیں ابو حنیفہ سے مروی ہیں۔ ابو یوسف کی ایک مسند بھی ہے، کتابوں میں ان کے حوالے سے اس کا ذکر ملتا ہے، ہمیں اس کا کچھ پتہ نہیں چل سکا، ہم تک پہنچنے والی ایک کتاب اختلاف ابن ابی لیلیٰ و ابی حنیفہ ہے اور ایک دوسری کتاب الرد علی سیر الاوزاعی ہے۔ کتاب الخراج یہ ایک رسالہ ہے جو انہوں نے رشید کو احکام اموال سے متعلق لکھا تھا، اسی کی فرمائش پر اس کی تالیف بھی کی۔ کتاب کے مقدمے سے معلوم ہوتا ہے کہ حق بیان کرنے میں وہ کسی کی پروا نہیں کرتے ہیں۔ ان کے طبقے میں سے کسی نے بھی اس طرح کی کتاب ترتیب نہیں دی بلکہ اگر ہم یہ کہیں کہ اس جیسی کتاب کبھی عی نہیں ملے گی تو کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔ جو اس کتاب اور اس موضوع پر لکھی جانے والی دوسری کتابوں کا تقابلی مطالعہ کرے گا وہ اس بات کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کتاب

(۷۷) اس میں ان کی روایت موقوف کی گئی اپنی سند کے ساتھ امام ابو یوسف کے بھائی ابو بکر کے حوالے سے نقل کی ہے۔ (دیکھئے: منہاج، ج ۲ ص ۲۳۳) اور اس سے نقل انہوں نے اپنی حصے سے ابراہیم بن زنی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابو یوسف بنے دلائل سند سے انہوں نے فرمایا کہ علم حدیث کثرت روایت کی وجہ سے حاصل شدہ کثرت پر بہت کم اثر رکھتے ہیں، دلائل حاصل کرنے کی فرض سے علم کی ماست حاصل کر دینا کہ اس کے لئے تم طمس ہو جاؤ گے، اور علم حکام حاصل کرنے کی فرض سے علم مت حاصل کر دینا کہ اس کی وجہ سے ہرگز ای نہیں لکے کے ساتھ معذرت کرنی چاہئے کی (دیکھئے: اختلاف للروح، ج ۳ ص ۲۳۹، تاریخ بغداد، ج ۱ ص ۲۵۴، تذکرۃ الحفاظ، ج ۱ ص ۲۳۹) سیر

الاعلام، ج ۱ ص ۸۸، طبقات الحفاظ، ج ۱ ص ۱۲۸)

کی چند شروعات بھی ہیں جس میں اس کے غوامض کی تشریح کی گئی ہے اور اس کے معانی کو اجاگر کیا گیا ہے۔

تفاریق اور جلیوں سے متعلق بھی ایک کتاب ان سے منسوب ہے، جو دار الکتب المصریہ (قاہرہ) اور شہید علی شاہی کالابری (آستانہ ترکی) میں موجود ہے۔ جس میں مشرق جو زلیف شامت نے محمد بن حسن کے نام سے اس کو شائع کیا ہے۔

محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

اصول اور امالی میں ابو یوسف کی کئی کتابیں ہیں، جن میں بعض درج ذیل ہیں (۱) کتاب اصول (۲) کتاب الزکاة (۳) کتاب الصیام (۴) کتاب القرائن (۵) کتاب البیوع (۶) کتاب الحدود (۷) کتاب الوکالات (۸) کتاب الوصایا (۹) کتاب الصید والذبايح (۱۰) کتاب المصنوع (۱۱) کتاب الاستبراء امام ابو یوسف کا مال (۵۰) بھی ہیں، جس کو قاضی بشر بن ولید نے روایت کیا یہ امالی چھتیس کتاب پر مشتمل ہیں۔ اس کے علاوہ کتاب اختلاف علماء الامصار، کتاب الرد علی مالک بن انس، رسالة فی الحراج الی الرشید، کتاب الحوامع، بخاری بن خالد کے لیے چالیس کتابوں پر اس کو مرتب کیا، اس میں لوگوں کے اختلاف کا تذکرہ بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جس رائے پر فتویٰ ہے اس کا بھی ذکر ہے۔ (۵۱)

محمد بن جعفر اور شاہد لکھتے ہیں:

ابو یوسف مشہور شخصیت ہیں، ان کا فضل و کرم ظاہر ہے، ابو یوسف کے ہم نفس ہیں، اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ ہیں، ان کے زمانے میں کوئی بھی ان سے آگے نہ بڑھ سکا، علم و حکمت، سرداری اور تہ روح و منزلت کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے، مذہب حنفی میں اصول فقہ کی ترتیب دینے والی پہلی شخصیت ہیں، انہوں نے احناف کے مسائل اٹھا کرائے، اسے ترویج دی اور اس طرح ابو یوسف کے علم کو چاروں گانگ عالم میں پھیلا دیا۔

خطیب نے بھی کچھ اسی طرح بواسطہ توفیق طہری بن محمد بن جعفر سے نقل کیا ہے۔ (۵۲)

ابو یوسف کو مذہب حنفی کے اصول فقہ کا واضع اور سمجھا جانا اور امام شافعی کو مذہب شافعی میں اصول فقہ کا واضع اور سمجھا جانے دونوں باتوں میں کچھ تضاد نہیں، بلکہ امام شافعی کا اپنی کتاب میں اپنے باہل ملائے اصولی مسائل میں بحث کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ شافعی کو اصول فقہ کا واضع اور قرار دینا ان کے اپنے مذہب کے مطابق ہے۔ اتنا واضح امر ہونے کے باوجود اصول احناف پر قلم اٹھانے والے بعض لوگ اس میں بے جا تکلف کرتے ہیں اور احناف کی اولیت کو ثابت کرنے میں عبادتوں کی ایسی توہمات پیش کرتے ہیں جس کی وہ قائل نہیں ہوتیں۔ اگر کوئی اس نظریے کا رد ہی کرنا چاہتا ہے تو اسے صراحت کے ساتھ یہ کہہ دینا چاہیے کہ اس کے اصل بانی معتزلہ ہیں، اس طرح وہ ان تکلفات سے بچ بھی جائیں گے اور رد بھی ہو جائے گا (اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی عافیت میں رکھے)

ذہبی نے ابو یعلیٰ موسیٰ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ:

حافظ ابو یعلیٰ کہتے ہیں کہ اگر ابو یعلیٰ بشر بن ولید کے ساتھ ابو یوسف کی کتاب میں مشغول نہ ہوتے تو پھر وہ میں سلیمان بن حرب اور ابو ولید علی کو پالیتے۔ (۵۳)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابو یوسف کی کتابوں کا ایک انبار تھا، کیوں کہ روایات عام کتب اور حنفی میں بڑی تیزی سے کام لیا کرتے تھے، کتنے ان میں ایسے ہیں جنہوں نے کچھ بخاری تین روز میں مکمل کر لی، اگر ابو یوسف کی موقوفات کی کثرت نہ ہوتی تو ابو یعلیٰ کو مذکورہ شخصین سے چھٹی سے کوئی چیز نہیں روک سکتی تھی تاکہ وہ ان مشائخ کے ذریعے اپنی سند کو عالی جا سکیں۔ بعض کتابوں کی متعدد جلدیں ہونے کی وجہ سے ان کے ضائع ہو جانے کا گمان اور بھی بڑھ جاتا ہے۔

کشف الظنون میں ہے:

ابو یوسف کے لمائی تین جلدوں میں ہیں، (۵۴) اگر ہر جلد حدیث کے ایک جز پر مشتمل ہو تو بھی ان کے زمانے کے اعتبار سے کتاب کا حجم بہت بڑا ہو گا، تاہم ابھی ابھی قرطبی کا جو کلام گزرا اس میں اعتبار بھی ہے کہ "ابو یوسف کے مناقب میں یہ بھی ہے کہ وہ بڑی بڑی مفصل کتابوں کے مصنف بھی ہیں، جن میں علماء

مالی، ادب، فاضل (بشر بن ولید کو ملا کر لایا ہے) اور مناسک وغیرہ ہے، ہمارے شیخ
یعنی انغری جو مسجد حرام کے داخل ہیں (عجرا سودی کی جانب کعبہ مشرفہ کے سامنے
وضو کیا کرتے تھے) جب ۹۰۸ھ میں شہر زید آئے تو مجھ سے کہا کہ وہ اس بات
سے واقف ہیں کہ ابو یوسف رحمہ اللہ کے مالی جو تین سو جلدوں میں ہیں، ملک شام
کے ایک شیخ فرخو کے در سے میں ایک نسخہ الماری میں موجود ہیں۔

ممكن ہے یہ کسی خاص الماری میں موجود ہو جیسا کہ ابن زکون کی السکواک الدروری
کتاب خانہ ظاہر ہے و مثلی کی ایک نسخہ الماری میں موجود ہے۔

اس عظیم اور عظیم کتاب سے متعلق ہمارے پاس کوئی اطلاع نہیں ممکن ہے یہ ان کتب کے

(۵۸) مستطاب للوقوف ج ۳ ص ۳۲۸۔ نام کوڑ لکھنے کے لئے لکھی گئی کا واقعہ ذکر کیا ہے جب کہ سونی نے زید
کے بیٹے ہارون کی مجلس کا واقعہ ذکر کیا ہے، یہاں میں حدیث (ج ۳ ص ۳۲۳) میں بھی ہے۔ اور انتہائی ظم
(۵۹) اس مفتی سے قریب سو مفتی نے اپنی کتاب (مناقب ج ۲ ص ۳۲۸) پر لکھی ہے کہ اس کے لئے لکھا گیا ہے کہ ان
کا جانے کہ ابو یوسف اور شریک امیر المومنین ہارون رشید کے پاس آئے شریک نے امیر المومنین کو شہر کے کہا
آپ کے کاغذی جواہر دیکھ کر میں نہیں جان سکتا ہوں کہ ان کا بیان جہل کے کائنات کی طرف ہے، اس میں ہر المومنین
فقط ایک ہو گئے اور ابو یوسف سے بھی چھپا لیا گیا کہ وہ ہیں؟ ابو یوسف نے جواب دیا میں نے اس طرح نہیں بلکہ
اس طرح کہا کہ کوئی چیز پر جہل کی زبان کا نہیں سمجھتا میں اس پر ایمان لایا ہوں۔

(۶۰) محمد عبد الوہاب کی تحقیق و مناقب۔ مبرہنہ کے ساتھ فرقہ ہے جو انتہائی بے علم و جسمانی ہے اور ہر
مکان کا بابت کرتا ہے اور ہر جہاں کو فرقہ ہے انتہائی کو فرقہ کے مطابق قرار دیتا ہے جس کے سرکردہ علماء میں
سے ہیں کام و شام میں تمام کو شمار ہوتا ہے، ان کے نظریات نہایت باطل اور گمراہ ہیں، امام ابوسعید شہری نے شام
کے باطل نظریات کا بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے، جن میں میں بیان کر چکا ہے۔ انتہائی کا ایک ہر آدمی جو
جس میں طول، عرض اور مساحت ساری چیزیں موجود ہیں، اس کا طول اس کے عرض کی طرف ہے، اس کا عرض اس کے عرض کی
طرف، وہ ایک چٹان یا دیوار ہے، طول اور عرض کی مقدار سے متصف ہے، اس کا طول ایک مکان سے دوسرے مکان کی
طرف قرار دینے میں اس کی تصدیق یا تردید کوئی کی طرف ہے جو ہر چارہ واجب سے کوئی ہوتی ہے۔ رنگ اور ہوا اور
خوشبوؤں والا ہے حرکت و استقرار بھی اس کے اندر موجود ہے اور اقلیت بھی ہے (ملاحظہ اندفاعات الاسلامین و
اعتدال المصلین ص ۲۹۰)

مناقل میں میدان ہے کہ اگر انتہائی جمہ ہے اور انسان کی عقل میں ہے، اس کے جسم میں گوشت پوست، خون ہاں
اور پانی بھی ہے، وہ ہڈیاں ہر ہڈی کے ہڈی ہاں جیسے اعتدال جہاں کا ذائقہ بھی ہے، ان سب کے باوجود وہ کسی کی طرف
نہیں اور نہ کوئی اس کی طرف ہے (ملاحظہ اندفاعات ص ۲۹۱) (حیرت انگیز کتب)

ساتھ ضائع ہو گئی جو سو صدی پہلے ہی کی خواہشوں میں ضائع ہو گئیں، جس میں جس کی
(حیرت انگیز کتب) میں ہی حدیث میں "سورت" وغیرہ جیسے الفاظ اپنے معنی میں استعمال ہیں، اس نظریے کا علم
برادر میں ان کا ایک عالم فرقہ اور حدیث میں ہے، عقل رکھنے والی جماعت ہے، اس نظریے کے مطابق اللہ کا دربار
جسم سے مرکب ایک کمال انسان ہوا لازم آتا ہے، جس میں سے بعض نے اپنے سب سے کس وصفا کو بھی باطل قرار دیا
ہے کہ وہ اس حد تک حیرت میں ہیں کہ نفس باطن الیٰں راہت، نگاہ کی اجازت ہے، قدرت کیا، دنیا میں بھی حقائق رکھتے
ہیں۔ اس عقیدے سے ان کو یہ ہے کہ قرآن کریم کی بات کہ بوس کسبہ ضعیفی کا ہے، ظاہر ہے کہ فکر و شعور
انتہائی کمال انسان باقی ہے، جو اس طرح کسی کی اعتبار سے درست لگے۔ امام شریعتی فرماتے ہیں:

وقد قال بعض العلماء المحققين: "الوحيد البات ذات غير مشبهة للذوات ولا معطلة من
الصفات، وزاد الواسط وحده الله تعالى بيانا للآل ليس كذاته ذات ولا كاسمه اسم ولا كقلبه
لعل ولا كصفه صفه الا من جهة موافقة الصفات لجلت الذات الالهية ان يكون لها صفه
حقيقية، كما استحال ان يكون للذات المعطلة صفه قديمة، وهذا كله ملتبس اهل الحق والسنه
والجماعة وحسب الله تعالى عنهم." (الجامع لاحکام القرآن، سورہ صوری، ذریعہ ص ۲۰)

بعض تحقیق کنندگان نے فرمایا کہ حیرت ہے کہ ذات ہادی کا جو ذات کی دوسری ذات کی مطابقت کے بغیر تسلیم کیا جائے اور
فصوص میں اور صفات سے جدا کی جائے، بلکہ ہاں ہے، علامہ ذہبی نے حیرت کو قریب کے فرمایا کہ ذات ہادی کی طرف کوئی اور
الذات اس سے کسی طرح کوئی اور نہیں، اس سے کوئی اور نہیں، بلکہ اس کی صفات کی طرف کوئی اور نہیں
نہیں صرف اس قدر ہے کہ جو ذات سے ان کی مطابقت ہوا ذات ہادی کا نام ہے، اس کے کسی کوئی اور نہایت
کمال حیرت سے کہ جس کی ذات کے لئے یہ حیرت ہو، اس باطن الیٰں صفہ جماعت کا وہ ہے۔
مجھے بتا رہی ہیں مگر: ہر عقلی اعتبار سے عقین کے ساتھ یہ فیوض اس کا کیا حکم کرے گی، ان بات کے کوئی تاہم
بعض صحابہ، تابعین کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحابہ کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا دہراؤ یا بیان
کے ساتھ تاثر اور کہا، اس کے بعد ان کے انتہائی زمانے میں جہاں تک عقل کے تھے۔

جو کمال عقل اور جہاں سے نظر کرتے، علامہ شریعتی لکھتے ہیں: "جو کمال عقل بنے سے حیرت عقل کی لگی کر دی جائے اور
اس کی نسبت انتہائی کی طرف کر دی جائے"۔ پھر یہ ایک شخص ہیں (۱) ماضی جہاں جہاں فرقہ بندوں کے لئے عقل اور
قدرت علی عقل کی چیز کا بھی عقل نہیں (۲) حیرت جہاں فرقہ بندوں کے لئے قدرت کا نشان ہے مگر اس کا مظاہرہ
کمال قدرت کا عقل ہو کر نہیں۔ جو لوگ قدرت کا مظاہرہ عقل کی طرف کرتے ہیں، ان میں "کمال" کہا جاتا ہے،
اور جہاں نہیں ہیں، محض وہ کہ عقل کو جہاں کہتے ہیں، جو جہاں قدرت اس کی قدرت کا مظاہرہ عقل
نہیں دیتے ہیں، اس وقت کے معنی ہیں، ہمارے اور ضروری کہ جہاں کا ایک فرقہ آتا ہے، جہاں ہی صفات کی کمال
جماعت کا شمار جہاں میں کیا ہے، اشارہ کی ان پر حیرت اور جہاں کے کمال ہیں، ان میں نے ان کا شمار جہاں میں
کیا ہے، ہم یہ صفات کے نظریات کے مستند اس لئے سمجھتے ہیں کہ ہم نے جانے جاتے ہیں، علامہ شریعتی نے ہم کو اس
کے ساتھ "حیرت" کا ایک فرقہ شمار کیا ہے، اس کے بعد یہ کہا ہے (حیرت انگیز کتب ص ۲۰)

الہاد وغیرہ۔ لائبریریوں میں آج ان کتابوں کا نام دفنان تک نہیں۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے
مذکورہ کیوں اور پختہ کیوں کا ظلم و ستم تو بھلا یا نہیں جاسکتا، جن کی وجہ سے مشرقی اسلامی ممالک میں
(یعنی پچھلے عرصے کا مشرق) گروہ اور حنفیہ اور ان کے اصحاب کے نظریات سے بھی برکت کا اعلان کر دیا تو ان کے کام کا
کڑی سنی و اہل علم کی نہیں رہے گا۔ یا پھر یہ ہے کہ کمال ایمان کا سبب تسلیم کریں، اس صورت میں مگر کسی کو ایسا
الہاد دیا جس سے اس کی گراہی ضرور ہوتی ہو یعنی یہ مگر ان کے اپنے نظریات کی حمایت میں اس قدر سخت موقف
اپنا پاس بات کی دلیل ہے کہ وہ مل کھڑے کمال ایمان کا سبب نہیں بلکہ ایمان کا ایک جزو اور اصل رکھتے ہیں اور اس کا
نتیجہ کیا نکل سکتا ہے آپ دیکھ لیں۔ جب بات تو یہ ہے کہ بعض ایسے علما جن کا شمار اہل حقین فی اللہ میں کیا جاتا
ہے بول پڑے کہ نہیں انہی اس کتاب میں اس خطبہ کی روایت کو کہیں دوں گا جو ایمان کو قبول و عمل کا مجموعہ نہیں سمجھتے ہو اور
اس میں کی روایت کا قائل نہ ہو۔ جب کہ دوسری طرف فاضل خاندان میں اور ان کے امثال سے یہ روایت روایت کیے ہیں۔
انہی اس بات کا اعلیٰ ترین علم بھی ہے کہ حدیث "ایمان قبول و عمل کے مجموعے کا نام ہے اور اس میں کی روایت کی ہوئی
ہے" فقہ کے نزدیک ثابت نہیں ہے یعنی اس میں حنفیہ کے عقائد یعنی حنفیہ، ائمہ کا حکم کا کچھ بھی نہیں ہے یا تو اس کی
طرف توجہ کرنا ہے یعنی یہ۔ اولیٰ کی روشنی میں یہ مسئلہ بالکل واضح ہو گیا ہے کہ علما ایمان کا اصل رکھتے ہیں بلکہ ایمان سے
مؤخر ہے۔ مجدد کتاب اور اہل سنت کے تمام علماء جو خوار مجاہدین اور سنیوں کی آراء سے اختلاف رکھتے ہیں کا بھی یہی موقف ہے اور
یہی سنت بھی۔ ہاں یہ کہنا کہ ایمان کے ساتھ مصیبت کچھ ضرر میں نہیں ضرر اور ہمارا اور بدعت و خلاف ہے۔ ہمارے
اصحاب اس گمراہی سے ایسے ہی رہی ہیں جیسے پھیلنا حضرت یوسف علیہ السلام کے خون سے رہی ہے۔ اگر ایمان کے حلق
اور حنفی کی یہ فتح پڑے نہیں ہوتی تو معصوم مسلمانوں کی بڑی تعداد ایمان کے سرفاس لیے خارج ہو جاتی کہ کی نہ کی
ان سے مصیبت کا صدور ہوا ہے (تذیب المضبوط ص ۵۸۵)

مروجہ سے حقیقی مولا کی اتنی ذرہ دست سمجھنے کے بعد اب کسی اور توجہ و تاویل کی ضرورت نہیں ہے تاہم یہاں
ضرورتی کا قول بھی اس نظر سے ہے ذکر کرنا تحلیل موضوع کی حیثیت رکھتا ہے کہ علماء کو کسی سے صدور میں نقل بھی ملے
نام اہل علم اور حنفیہ کو کہہ لے مروجہ سے الگ سمجھا ہے اور حنفی میں کی ایک جماعت جو نام کو کر دیکھنے کے باوجود بھی حنفی کی
توجہ کر کے یہ بتا رہے کہ نام اہل علم اور حنفی میں ادا ہے کا قائل ہیں وہ مجلس ملت ہے مگر اہل سنت سے ان کا کچھ تعلق نہیں۔
السل و الفصل میں ہے کہ جب بات ہے کہ فساد اور حنفیہ کے حوالے سے پتہ چلے کہ ایمان کا کیا اور ان میں حنفی کت
قادیان بالکل ان پر مجبور بہتان ہے۔ اسی اہل حنفیہ اور ان کے اصحاب کو "مروجہ ملت" سمجھا جاتا تھا اور بہت سارے
اصحاب عقائد نے انہیں مروجہ کی جماعت میں شمار کیا ہے۔ تاہم اس کی وجہ یہ ہے کہ نام اہل حنفیہ نے جب یہ کہا کہ
قد ہی بھی کہ نام ایمان ہے اور اس میں کچھ کی روایت نہیں ہوتی ہے، ان کے کانٹھوں نے یہ سمجھا کہ وہ مل کھڑے کمال ایمان سے
مؤخر سمجھتے ہیں، مل سے حقیقی خدا کی اس طرح ہے تو وہ مل کھڑے کمال ایمان سے کچھ ہے، اس کی ایک دوسری وجہ یہ بھی
ہو سکتی ہے کہ وہ صدور کے قد پر یہ سنیوں کی ذرہ دست عقائد رکھتے تھے مسئلہ قد میں بھی سنیوں کی عقائد کرتا
اس کو دہرائی کہہ دیتے تھے، ایسا ہی خاندان کا کام یہی فرقہ بھی سمجھتا تھا تاہم کچھ نہیں کہ نام اہل حنفیہ پر یہ سنیوں
اور خاندان کی سادگی کا نتیجہ ہو۔ ملٹھا (السل و الفصل ص ۵۸۵)

جو مرد اکثر بڑی بڑی کتابوں سے ہم محروم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ غلبہ کو سلف کے تراش کا بدل عطا
فرمائے۔ جو ہمارے سامنے موجود ہے وہ بھی کافی ہے اس میں ہدایت اور توجہ کی باتیں ہماری ہیں،
یہ ہمارے کام کی اس وقت ہوں گی جب ہم ان سب پر عمل کریں اور ان کی ہدایت کو قبول
کریں۔ جو ہدایت طلب کرتا ہے اللہ اسے ہدایت عطا فرمائے۔

(۱۲) خطبہ اور دیگر مروجہ میں کا مقصد اور رنگ نفی دیکھنے کے لیے مولا کی کتاب نصف اعلیٰ العرفی و حدیثہ۔ ہمارا
نقد و ترجمہ کے ساتھ شائع ہو رہی ہے کا آخری باب اور اس کا ماحولہ ملاحظہ کیجیے۔

ڈنچی کرو دینے والے کوڑے بھی اپنے اوپر واجب کر لیے۔

اسی سند سے ابن عوام نے بیان کیا کہ:

ابو یوسف کا کہنا تھا کہ جس نے "کلام" سے متعلق کچھ بھی کہا وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہوگا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ یہ بات تم لوگ مجھ سے یاد کرو۔ اور کہا کرتے تھے کہ اگر تمہیں اس بات پر قادر ہو سکتا کہ جو کچھ میرے پاس

(پھر پچھلے کلمے کا معنی) ہے، اتنا ضرور ہے کہ انہوں نے اپنے مذہب کے خلاف ضرور روایت کی ہے اور یہی ایک باعث ضمن ہے اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔

جریر بن مزاحم (جو تھوڑے ہیں) نے ایک حدیث میں نہیں سن کر عربیوں نے دینار بن سعید بن جبیر بن ابن عباس کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس نے فرد بن دینار سے ایک شاہد اور حماد بن عتار سے روایت کی ہے، قسب کی اس روایت کی ثابت ہوئی کہ اس نے اس کی ایک حدیث میں بھی ایک نام نہان قسب کے حوالے سے اس طرح ہے۔ حدیث ابو نعیم بن محمد اسمعیل، عن ربیعہ بن عثمان، عن صفوان بن عبد الرحمن، عن ابن عباس دوم: اس حدیث کو اگر گناہ ان کا پانچواں ہے تو بھی اس سے تمام ثابت ہوگا۔ دیگر نام نہان قسب نے کہا کہ یہ تمام اگر اس طرح ہیں کہ نبی ﷺ نے فلاں چیز سے منع فرمایا اور فلاں چیز کا فیصلہ کیا تو اس سے کلمہ متباد نہیں ہوگا، کیوں کہ اس طرح کی حکایت جس چیز کے لیے کی جا رہی ہے اس کے لیے جنت ہوئی اور جس چیز کی حکایت کی جا رہی ہے وہ عاصی ہو سکتی ہے اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ قسب کا تلفظ معنی ہیں اس مقام کے اعتبار سے سب سے زیادہ مناسب اور قریب بات یہ ہے کہ اس میں نزاع کا فیصلہ کیا گیا ہے اور اس سے قصص ممکن ہو جاتی ہے کیوں کہ اس سے یہ بات قطعاً ممکن نہیں آتی۔ تاہم قسب ایک شاہد ہی کی بنیاد پر فیصلہ کیا جائے گا بلکہ ایک خاص شاہد کے ساتھ یہ فیصلہ ہوگا۔ اس بنا پر یہ ہوگا کہ راوی نے قرینہ ملایہ پر اس کا کیا ہے یا اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ ایک گواہ اور اس کے ساتھ بیٹے والی حدیث میں حقیقت ضرور ہے جس کا استخراج روایت اور حدیث کا قسب یہ ہوگا کہ نبی ﷺ نے فیض شاہد اور جس شخص کی روشنی میں فیصلہ کیا ہے۔ (ملخصاً) (نصف الرابع ج ۳ ص ۹۸، ۹۹)

الحاصل نام نہان قسب کا حصول حدیث جو کچھ مسلم میں موجود ہے اس میں جملہ بتائی وہ اطلاع نہی گئی تاہم تو ایک اطلاع سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا یہ حدیث ضعیف ہوگی اور اس سے اعتدال درست نہیں ہوگا۔ اس کا ایک جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث قریب ہے جیسا کہ گناہ کا نام سے تصریح کی ہے اور احتیاط کی حدیث ضعیف ہے بلکہ معنی متواتر ہے اس لیے اگر کچھ مسلم حدیث کا اعتبار کیا جائے تو قریب ہونے کی وجہ سے سرد و دہانے کی اور شدید قریب اس پر کوئی توجہ نہ ہوگی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۱۳) حدیث ترمذی میں اس طرح ہے: عن عبد العزيز بن محمد دارودی، عن ربیعہ بن ابی عبد الرحمن، عن مہدی بن ابی صالح عن ابیہ ان ابی ہریرہ ان النبی ﷺ قضی بالبینین مع الشاهد۔ (جامع الترمذی ج ۳ ص ۲۴۷، حدیث نمبر ۱۳۳۳)

(ترجمہ: نبی ﷺ نے ایک گواہ اور حماد کے ساتھ فیصلہ کیا، امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث قریب اور حسن ہے۔

ہے اور جو کچھ میرے دل میں ہے اس میں تم سب کو شریک کر سکو تو ضرور کرتا وہ بڑے ناسمجھے نہیں نے "کلام" سے متعلق انہیں کبھی بھی کسی رخصت کو قبول کرتے نہیں دیکھا وہ ہمیں اس میں رخصت کو قبول کرنے سے سختی سے منع کرتے تھے۔

ابن عوام نے اسی سند سے ابن شجاع کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

نہیں نے حسن بن ابی مالک سے کہا کہ میں تم سے یہ روایت کرتا ہوں کہ ابو یوسف کا یہ خیال تھا کہ جو شخص قرآن کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ کہے کہ وہ "کلام اللہ" ہے اس کی سزا پائی ہے۔ پھر کہا ہاں تم یہ بات میرے حوالے سے بیان کر سکتے ہو کہ ابو یوسف کو نہیں سے کہتے ہوئے سنا کہ جو قرآن کے بارے میں "کلام الہی" سے زیادہ کچھ پوچھے وہ سزا کا مستحق ہوگا۔ ابن شجاع کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا اے ابوعبلی آپ اس مسئلے میں ابو یوسف سے موافقت رکھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں ان کے تمام اقوال کی مخالفت تو کر سکتا ہوں مگر اس قول کی مخالفت نہیں کر سکتا، جس شخص کو اس مسئلے پر سوال و جواب کرتا دیکھو اس کا مطلب ہے کہ اس میں برائی ہے، اس کا یہ سوال اسے سبائی کی طرف نہیں لے جا سکتا ہے۔

مزید کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن شجاع کو کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے حسن بن مالک اور جابر بن ولید کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ ابو یوسف کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ابوم یوسف کے پاس آئے اور کہا کہ ہم لوگ تو آپ کے خالص لوگوں میں سے ہیں، آپ ہمارے علاوہ لوگوں سے کچھ بیان کرتے ہیں اور ہمیں اس سے منع کرتے ہیں؟ ابو یوسف نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس شخص نے جو کچھ کہا تھا ہم نے بتا دیا۔ ابو یوسف نے کہا کہ پہلے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ابو یوسف کی حدیث علی بن ابی ہاشم کا فیض شاہد کی قضا پر گمراہی تھی جس سے انہوں نے اپنے مقابل سے حدیث علی کی قبول کر لی۔ (ابو یوسف کے علاوہ) (عزلا)

(۹۵) مسامحہ جبر کی حدیث امام بخاری نے حضرت عمر کے حوالے سے اس طرح روایت کی ہے: ان عمر بن الخطاب اصحاب ارحا بغیر فانی النبی ﷺ یستطیرہ فہما، فقال يا رسول الله ﷺ انی اصبت ارحا بغیر لم اصب مالا فلف انفس عیدی من فدا ما یمر؟ قال ان شئت حبست اصلہا و تصدقت بہا، قال فصدقت بہا عمر انہ لا یباع ولا یوہب ولا یورث، و تصدق بہا فی الفقراء و فی الثقیین و فی الرقاب و فی سبیل اللہ و ابن السبیل و الضعیف، لا جناح علی من و لہا ان یماکل منها (بخاری ص ۱۷۷)

نادانوں! یہ لوگ اللہ پر جھوٹا الزام لگاتے ہیں تو ہم پر کیسے نہیں لگائیں گے؟ پھر کجا بدعتی لوگ اپنی باتیں بیان کرتے ہیں اور لوگوں پر جھوٹ لگاتے ہیں۔

طحاوی نے کہا کہ یحییٰ بن عثمان نے ابراہیم بن سعد کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا کہ ابو یوسف نے اپنے ایک بیٹے کو تنبیہ کوڑے سے اس بات پر لگائے کہ وہ حمیرہ (۵۶) کی طرح رانے رکھتا تھا، پھر کجا اگر وہ ان کا بیٹا نہ ہوتا تو ممکن ہے اس سے زیادہ کوڑے لگاتے۔

طحاوی نے بواسطہ علی بن عبد الرحمن بن صہر عن سعید بن دہم بیان کیا کہ انہوں نے ابراہیم بن جراح کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم لوگ ابو یوسف کے پاس تھے اور ہمارے ساتھ بشر بھی تھے، اور مجلس میں ہمارے ساتھ ابو یوسف کے صاحبزادے یوسف بھی تھے جنہوں نے بڑا ذرق برقی

(یعنی پچھلے مسئلے کا مباحثہ) المعروف مضمول، قال فحدثت بعدہ من سیرین مسائل مالا۔ (مکتبہ بخاری ج ۱ ص ۸۸، ج ۲ ص ۸۹، ج ۳ ص ۱۲۵، ج ۴ ص ۱۲۶) میں نے کہا کہ میں نے حضرت عمر کو کثرت میں دین فی الزود رسول کریم ﷺ کے پاس مشعر سے لے کر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے خبر میں اتنی راہیں نہیں ملتی ہے کہ اس سے اجمال بھی مجھے نہیں ملے گا آپ کا حکم کیا ہے؟ یہی مسئلہ نے فرمایا تمہاری مرضی پر متوقف ہے مگر چاہو اصل زمین اپنے پاس رکھو اور اس سے حاصل ہونے والا منافع صدقہ کرو، حضرت عمر نے اس زمین کو اس طرح کے ساتھ صدقہ کر دیا کہ اسے نہ بھلا جائے نہ وہ کیا جائے نہ ذرا حد میں تنہم کی جائے مگر یہ بیان ہے کہ حضرت عمر نے اس زمین کو فقروں، دانشوروں، اللہ کے راستے مسافروں اور یتیموں پر صدقہ کر دیا، یہ بھی فرمایا کہ اس زمین کی عمرانی کرنے والا صرف طریقے سے خود کھائے بھی تو کچھ خرچ نہیں، تاہم مال میں غنہ کرے اور مال کا جان ہے کہ میں نے دن سیرین سے اس کو "مشتی" کے بجائے "مشتی" روایت کیا۔

صنف میں امام مسلم اور امام ابو یوسف کا نظریہ ہفت کی قرطبہ امام کے نزدیک ہے کہ اصل چیز کو وقف کرنے والے کی ملک پر برقرار رکھنا اور اس کی صفت کو مارنا صدقہ کرنا جب تک کہ قرطبہ ابو یوسف کے نزدیک ہے کہ اصل حق کو وقف تعالیٰ کی ملک پر برقرار رکھنا اور اس کی صفت کو بندوں پر صدقہ کرنا، کیا امام ابو یوسف کی قرطبہ بھی ہے۔

امام مسلم جو حنفی کی قرطبہ کے چیلر وقف کرنے والا اپنی موقف کو چاندواہیں لے سکا ہے اور اسے چیل بھی سکا ہے اور صاحبین کی قرطبہ کے چیلر وقف کو چیل نہیں کر دیا اپنی موقف کو چاندواہیں لے چکے، ہر کسے اور اہل اہل میں تحکم کرے، ان کی دلیل میں حدیث مرضی اللہ تعالیٰ حق ہے مطلقاً (الحدیث ج ۳ ص ۱۳)

امام نسائی نے کہا ہے کہ امام ابو یوسف پہلے امام ابو حنیفہ کی نظر پر ہے مگر عمرہ کے ساتھ جگہ کے لئے تو یہ ہے اور اس کے طرف میں سما ہر امام کی موقف کو چاندواہیں لے سکتا ہے، درج کر لیا اور وقف کے لازم کا نفی دیا۔ اس کے علاوہ اور مسئلوں سے درج کر لیا، ایک تو صراحہ کا مسئلہ کہ اس کی مقدار اٹھ رطل مالان اور دوسرا مضرع الخمر سے پہلے ان الخمر کے جائزے کا حکم ہو گئے۔ مطلقاً (المسرح ج ۱۲ ص ۲۸)

لباس پہن رکھا تھا، انہوں نے کسی مسئلے میں بات کی تو ابو یوسف نے یوسف سے کہا تمہیں ان باتوں سے کیا مطلب؟ تم اپنے کیل میں مگن رہو۔

ابو بکر خضاف احمد بن عمرو ابن میسر نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا کہ انہوں نے حسن کو کہتے ہوئے سنا کہ ابو یوسف نے کہا "کلام سے متعلق سب سے بڑا عالم اللہ کے بارے میں سب سے بڑا جاہل ہوتا ہے۔"

طحاوی نے ابن ابی عمران (عن بشر بن الولید) کے حوالے سے بیان کیا کہ میں نے ابو یوسف کو کہتے ہوئے سنا کہ:

جو غیر مانوس حدیث کی جستجو میں پڑا وہ جھوٹا ہے، جو علم کیسے کے ذریعے مال کا خواہش مند ہوگا وہ مطلق ہو جائے گا اور جو شخص "کلام" کے ذریعے حاصل کرے گا وہ زندیق ہو جائے گا۔ (۵۷)

ابراہیم بن حمید نے علی بن جعد کے حوالے سے بیان کیا کہ:

ابو یوسف سے کسی شخص نے کچھ پوچھا کہ اسے ابو یوسف لوگ کہتے ہیں کہ آپ ایسے شخص کی گواہی جائز قرار دیتے ہیں جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اس کے وجود سے پہلے نہیں جانتا؟ جواب دیا انھوں، نہیں تو ایسے شخص پر تو واجب کرتا ہوں، اگر کوئی کہے کہ تو نہیں اسے قتل کرو۔

اسد بن فرات نے ابو یوسف کے حوالے سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا:

دین کے بارے میں خصوصاً، جدال اور بحث چھوڑ دو، دین واضح اور ظاہر ہے، اللہ تعالیٰ نے فرائض فرض کیے ہیں تو انہیں نافذ کیے، اس کی حدود

(۶۶) مطلقاً، مشائخ سے حدیث روایت کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں، ان میں ایک مرتبہ کہ "مطلقاً" ہے۔ مطلقاً کی دو چیزیں ہیں: اول، مطلقاً، بلا جواز اس کا مطلب ہے کہ کلام علم سے منقطع ہے جو کتاب کا معنی ہے، یعنی اس کتاب کو لے کر کلام علم کو دے کر، کیے کہ جو میرے حوالے سے اس کی روایت کا ایک طریقہ علم کا ہے، حدیث کوئی کتاب شیخ کی خدمت میں پیش کرے، شیخ نہایت، بجا دھڑکی سے ساتھ اس میں غور کرے کہ کلام علم کو دہاں کرے، یہ کہہ کر میری حدیث میں ہیں جس سے روایت کروا دہاں میں حدیث سے مطلقاً کی اس حدیث کو دہاں کرے سب حق انہوں میں شمار کیا ہے۔ دوم، مجرداً بلا جواز، شیخ کی لنگی حدیث میں ایک کتاب جسے غالب مکرور روایت کرنے کی اجازت نہیں، اس حکم کی روایت چاندواہیں۔ مطلقاً (الدرر ج ۱ ص ۲۳)

(۶۸) اوقات کا ایک مدت جس میں بحث چاہنے سے پہلے اس کے کام سے باخبر رہنے کے لیے اس طرح کے کہ مصلحتاً یا غلطہ سے چھوٹے ہو جائے اسے چھوٹی بحث کہتے ہیں۔ اوقات کا ایک یا قلیل سے کچھتے ہیں جب کہ بعض کے نزدیک دونوں میں فرق ہے۔ چھوٹی بحث ایک جماعت کے اوقات کا شمار ضعیفہ درجہ میں کیا ہے اور ایک دوسری جماعت سے بعض شرطوں کے ساتھ کچھ کچھ قسموں میں شمار کرنے کی کوشش کی ہے۔ موطا امام مالک میں اس طرح کی کئی روایتیں ہیں اور ان میں جابر نے موطا امام مالک سے مروی کچھ نقل کیا ہے اور اسے درجہ اول کا ذکر کیا ہے۔ (السنن ج ۲ ص ۳۳۳) (۶۹)

کے لیے ہے۔ اشدان کو اپنے حلقہ دہان میں رکھے اور اسے خبر عطا فرمائے۔ (مؤلف)

کہتے ہیں؟ جواب دیا، افسوس! میں تو ایسے شخص کو قید کرنے اور اسے مارنے کا حکم دیتا ہوں یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے۔

ان روایتوں میں سے ایک یہ ہے جس کو ابن ابی حوام نے اپنی کتاب میں سند کے ساتھ ذکر کیا اور عثمان بن حکیم سے مروی ہے کہ:

ایک ذہن بقیہ شخص نے پاس لایا گیا، انہوں نے ابو یوسف کو بلایا تا کہ وہ اس سے بات کرے اور شہدے لے لیا۔ اس سے مناظرہ کرو، ابو یوسف نے کہا امیر المؤمنین کھوار دکھائیں اور اس پر اسلام پیش کریں، مگر اسلام قبول کر لیتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کی گردن اڑا دی جائے، ایسے شخص سے مناظرہ نہیں کیا جاتا، یہ ٹھیک ہو گیا ہے۔

اس واقعہ کا ذکر تاریخ خلیفہ ابن موفقی کی مناقب میں بھی ہے۔ (۵۸)

وہی نے اپنے جڑیں بڑا سطلی بن، جہاں ابو یوسف کے حوالے سے ذکر کیا کہ انہوں نے کہا کہ: جس شخص نے کہا میرا ایمان جبریل کے ایمان کی طرح ہے وہ جنتی ہے۔ (۵۹)

قاضی کنجی نے بواسطہ محمد بن اشکاب (عن ابیہ، عن ابی ہشام بن غاصب) ابی یوسف سے روایت کی

(۶۰) تھیں: سند حدیث میں موجود وہی کو سمجھا کہ ظاہر کو سنو اگر قبیل کرنے کا نام نہ لیں۔ اس کی دو تھیں ہیں، تھیں اللہ جہاد تھیں اشیرج۔

تھیں اللہ جہاد: راوی کی ایک حدیث کو اپنے معاصر سے روایت کرنے کی حاجت اس معاصر سے اسے حاصل نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس نے اس سے اس کا وہی کو سمجھا کہ ظاہر کو سنو اگر قبیل کرنے کا نام نہ لیں۔ اس کی دو تھیں ہیں، تھیں اللہ جہاد تھیں اشیرج۔

تھیں اللہ جہاد: راوی کی ایک حدیث کو اپنے معاصر سے روایت کرنے کی حاجت اس معاصر سے اسے حاصل نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس نے اس سے اس کا وہی کو سمجھا کہ ظاہر کو سنو اگر قبیل کرنے کا نام نہ لیں۔ اس کی دو تھیں ہیں، تھیں اللہ جہاد تھیں اشیرج۔

تھیں اللہ جہاد: راوی کی ایک حدیث کو اپنے معاصر سے روایت کرنے کی حاجت اس معاصر سے اسے حاصل نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس نے اس سے اس کا وہی کو سمجھا کہ ظاہر کو سنو اگر قبیل کرنے کا نام نہ لیں۔ اس کی دو تھیں ہیں، تھیں اللہ جہاد تھیں اشیرج۔

کیا کہ:

خراسان میں دو قسم کے ایسے لوگ ہیں کہ روئے زمین پر ان سے برا کوئی بھی نہیں یعنی سقاقلیہ اور حمیہ (عجمہ اور ہیرہ) (۶۰)

آپ نے دیکھا کہ ابو یوسف کس قدر سختی سے سنت پر عمل پیرا تھے اور بدعتوں سے متعلق کس قدر سخت رویہ اپناتے تھے اس کے باوجود کچھ ایسے لوگ ہیں جو ان کی طرف بدعت کی نسبت کرنے سے خوف لگتی نہیں رکھتے وہ ان کی کردار کشتی کرتے ہیں اور ان پر تحیم اور ارہا کا التزام لگاتے ہیں، (۶۱) اور ابو یوسف اس سب سے بری ہیں۔

جس راجا کی نسبت ابو یوسف کی طرف کی جاتی ہے وہ سنت کے علاوہ کچھ اور نہیں جس کا تفصیلی بیان نہیں نے اپنی کتاب نصاب العیال میں کیا ہے، بلکہ جو لوگ جانتے ہیں انہیں اچھی طرح پتہ ہے کہ اس نظریے کے خلاف جو جائے گا وہ خارجی یا معتزلی ہوگا۔ یہاں میں عقلی (۶۲) جیسے ہے عقلی نا قدر رجال سے متعلق کوئی بات کرنا مناسب نہیں سمجھتا ہوں کیوں کہ میں نے اس سلسلے میں ابولوغ الامانی مناقب العیال، مقدمۃ نصب الرایہ، اور تعلیقات جزء ذہبی میں متصل لکھی ہے لہذا یہاں اسی پر اکتفا مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ حق و صواب کی ہدایت عطا فرمائے۔

میں نے اس مسئلے پر احقاقیق الحقیقہ میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔

مسئلہ دقت سے متعلق عماری نے یحییٰ بن ابان کے حوالے سے بیان کیا کہ ابو یوسف جب کوثر سے بغداد آئے تو اوداف کی بیخ سے متعلق ابو یوسف کے قول پر تھے یہاں تک کہ اسماعیل بن علیہ نے ”سبام خیر“ کے مقدمے سے متعلق حضرت عمر کا قول (۶۵) بواسطہ ابن عون (ممن نافع من ابن عمر) بیان کیا تو ابو یوسف نے کہا یہ ایسا قول ہے جس سے اختلاف نہیں کیا جاسکتا، مگر ابو حنیفہ تک یہ بات پختہ تو نہیں قول کرتے اور اس کی مخالفت نہیں کرتے۔

طلوایی نے یکار بن حمید کے حوالے سے ذکر کیا کہ ابو یوسف ہارون رشید کے ساتھ اپنے سفر حج میں بھرا آئے، اس وقت تک دواؤف کی بیخ سے متعلق ابو یوسف کے مذہب پر تھے، بصرہ میں جب بھی کوئی اچھی زمین دیکھتے تو اس کے بارے میں پوچھتے، انہیں بتایا جاتا کہ یہ زمین عماری بن رسول میں سے کسی نے دفت کی ہے اس سے ان کے دل میں کچھ خیال پیدا ہوا، پھر یہ سمجھنے لگے تو وہیں صحابہ کرام کے کچھ صدقات دیکھے، پھر جب بغداد آئے تو اوداف کی بیخ سے متعلق جبکہ وہیں ان کے دل میں اعتراض ہو گیا۔

ابو یوسف نے موطا کا مطالعہ اس وقت کیا جب اسد بن فرات نے اپنے نسلے کی اجازت انہیں منادنا دی (۶۶) محمد اس (منادے) کو ”خوشبوئے علم پر اکتفا“ سے تعبیر کرتے تھے۔ کیوں کہ ابو یوسف مالک کے پاس سفر کر کے نہیں گئے تھے جب کہ عمر سفر کر کے امام مالک کے پاس گئے جیسا کہ معروف ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابو یوسف کو امام محمد کی طرح موطا کی ضرورت نہیں تھی، کیوں کہ ابو یوسف کی نگاہ دواؤف سے غافل رہ کر گہری تھی۔

قاضی وکیع نے اعیان الفضلاء میں بواسطہ محمد بن اسماعیل سخی طرف اسم سے روایت کیا کہ ہارون رشید جب مدینے آئے تو ان کے ساتھ ابو یوسف بھی تھے، مالک بن انس کو بلا بھیجا کہ امیر المؤمنین چاہتے ہیں کہ آپ ان کے پاس آئیں، امام مالک نے لکھ کر جواب دیا کہ امیر المؤمنین میں تیار ہوں، مگر امیر المؤمنین کچھ چاہتے ہیں تو لکھ کر بتا سکتے ہیں، ہارون رشید ابھی کچھ لکھنا ہی چاہتے تھے کہ ابو یوسف نے کہا ”آپ کو کبھی کراچی یہاں بلائے“ ہارون نے بلا بھیجا، آپ ”دارم روان“ میں آئے، اپنے منصب کے اعتبار سے ہر شخص کے بیٹنے کا انتظام کیا گیا اور امام مالک کے لیے بھی بیٹنے کا انتظام کیا گیا۔ ابو یوسف نے ان سے پوچھا کیا خیال ہے آپ کا اس شخص کے

بارے میں جس نے یہ قسم کھائی کہ وہ کبھی لٹل نہیں پڑے گا؟ امام مالک نے کہا ”اس کو مارا جائے گا، بٹل میں ڈال دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ پڑھنا شروع کرے۔“ راوی کا بیان ہے کہ اسی اثنا میں ہارون آگئے، ابو یوسف نے کہا ”امیر المؤمنین میں نے مالک سے سزا مسئلے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ایسا جواب دیا، ”ہارون نے پوچھا ابو عبد اللہ کیا آپ کی بیٹی رائے ہے؟ امام مالک نے کہا نہیں، ابو یوسف نے کہا آپ نے ابھی ابھی یہ فتویٰ نہیں دیا؟ امام مالک نے کہا ہاں، مگر ابو یوسف عراقی ہیں اگر میں لٹل ترک کرنے کا فتویٰ دوں گا تو وہ فرض ترک کرنے کا فتویٰ دے دیں گے، جہاں تک آپ کی بات ہے تو مجھے اس کا کچھ خوف نہیں۔ جب مالک لٹلے تو ابو یوسف بھی ان کے ساتھ لٹلے، وہ بتاری کی وجہ سے ان کے کانڈھے کا سہارے لیے ہوئے تھے۔ مالک کہتے رہے آپ واپس جائیں، آپ واپس جائیں، ابو یوسف ان کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ گھر پہنچ گئے۔

وکیع نے یحییٰ بن اسماعیل سلمیٰ اور محمد بن عباس کا بیلی کے حوالے سے بواسطہ عبد العزیز بن عبد اللہ اوسکی مالک سے روایت کیا کہ:

انہیں معلوم ہوا کہ ابو یوسف کے پاس کوئی شخص یہ مسئلہ پوچھنے آیا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں جارہے (باندی) خریدوں تو میری بیوی کو طلاق۔ یہ میرے اوپر بڑا گراں گزورہا ہے کیوں کہ میں اپنی بیوی سے بڑی محبت کرتا ہوں اور میرے دل میں اس کے لیے بڑی جگہ ہے۔ ابو یوسف نے کہا کشتی خرید لو، اسے بھی چارہ کہتے ہیں۔

جس سے مالک کو یہ روایت پہنچی اس نے اس میں ضبط سے کام نہیں لیا کیوں کہ سوال اس دے میں تھا کہ اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے گا کہ اگر وہ کہے کہ وہ جارہے نہیں خریدے گا تو اسے حکم دیا کہ قسم کھاتے وقت جارہے سے کشتی کی نیت کرے۔ ابن رواقون میں سبکی آئے ہیں ابن عدی کے مطابق یہ مالک اور ان کے علاوہ سے باطل روایتیں کرتے ہیں، یعنی طرف مفسطط سرب حدیث ہیں (۶۷) اور سلمیٰ پر محمد بن شہین نے حکام کیا ہے، جیسا کہ نقد ابن ابی حاتم میں ہے، جہاں تک کا بیلی کا سوال ہے تو وہ ابن منادی کے نزدیک پسندیدہ ہیں، اور عبد العزیز کی تصحیف سے متعلق ابوداؤد و تہما ہیں۔ بہر حال یہ روایت بلاغات (۶۸) کی قبیل ہے۔

دوسرے مشائخ سے سماع حدیث میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی تھی، صاحب
مغازی محمد بن اسحاق کو فہ آئے، ہم لوگ ان کے پاس گئے اور مغازی کی
سماعت کی درخواست کی، تو انہوں نے ہماری درخواست قبول کر لی، اس
درمیان میں ابو یوسف کی مجلس میں شریک نہیں ہو سکا، ایک مہینے مسلسل ان
اسحاق سے مغازی سماعت کرتا رہا، جب اس سے فارغ ہوا تو ابو یوسف کے
پاس آیا، ابو یوسف نے پوچھا "یعقوب سے بھی کوئی جہا ہے" میں نے کہا ایسا
کچھ بھی نہیں، بات یہ تھی کہ محمد بن اسحاق مدینی یہاں آئے ہوئے تھے،
موقع غنیمت سمجھ کر ان کی مغازی کی سماعت میں مشغول ہو گیا تھا، ابو یوسف
نے مجھ سے کہا "اے یعقوب اگلی بار جب آپ ان کے پاس جائیں تو
پوچھیے گا کہ معرکہ طالوت و جالوت میں طالوت کی فوج کا اکھلا دست کون
تھا اور جالوت کے جھنڈے کس کے ہاتھ میں تھے؟" ابو یوسف نے کہا
ان باتوں کو چھوڑ دے، یہ کیسی بات ہے کہ ایک شخص علمی برتری کا دعوہ کر رہو
اور جب اس سے پوچھا جائے کہ جنگ بدر پہلے ہوئی یا احد تو اسے اس کا
کچھ پتہ نہ ہو۔ (۷۰)

مذکورہ بات اپنی جگہ مسلم ہے اور اس سے ابو یوسف کی ذوات پر بھی کوئی فرق نہیں پڑتا یا ان
پر طاعت نہیں کی جاسکتی کہ انہوں نے محمد بن اسحاق سے مغازی سماعت کی، اس بات پر بھی کوئی
طاعت نہیں کہ ابو یوسف نے ابو اسحاق کے علم مغازی پر عدم اطمینان کا اظہار کیا، ابو یوسف نے مغازی
شعنی جیسی قدر شخصیت سے حاصل کیا، جن کے علم و فضل کا اعتراف ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
نے کیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ مغازی ہی پر انہوں نے سارا زور صرف نہیں کیا۔ مذکورہ روایتوں
میں ابو یوسف اور ابو یوسف میں سے کسی پر بھی طعن نہیں اور نہ ہی اس کی سند پر کوئی اعتراض
ہے، تاہم ابن عساکان نے معانی الجہری کی الحلیس الصالح کے حوالے سے بلا سند جو بات نقل
کی ہے اس میں خیاں ہے، کاش اس میں سند کا ذکر ہوتا تو اس کا جھوٹ قارئین کے سامنے واضح

ہو جاتا، اور اس جھوٹ کی بنیاد پر لوگ اس روایت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے۔
الحلیس الصالح میں مذکورہ نص سند کے ساتھ مجلس ترمین میں اس طرح ہے:
ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن زیاد مقرئ نے، ان سے روایت کی محمد بن
غزویہ نے، نیسار میں، ان سے حرقی نے، ان سے شافعی نے، کہ قاضی ابو
یوسف محمد بن اسحاق یا کسی اور کے پاس مغازی کی سماعت کے لیے گئے، جس
کی وجہ سے چند روز ابو یوسف کی مجلس میں شریک نہیں ہو سکے۔ جب وہ آئے تو
ابو یوسف نے کہا ابو یوسف جالوت کا جھنڈا کس شخص کے پاس تھا ابو یوسف نے
کہا آپ امام ہیں اگر خاموش نہیں ہوئے تو خدا کی قسم تمام لوگوں کے سامنے
آپ سے یہ سوال کروں گا کہ بدر کی جنگ پہلے لڑی گئی یا احد؟ کیوں کہ آپ کو
یہ پتہ نہیں کہ کون ان جنگ پہلے لڑی گئی، پھر ابو یوسف خاموش ہو گئے۔

ان دونوں روایتوں میں فرق بالکل واضح ہے، یہی ہے جھوٹ کا پلندہ جو چھپائے نہیں چھپتا،
الحلیس الصالح کی روایت سن کثرت ہے۔ اس پر ایک مذہب درست قرینہ حالیہ ہے، کیوں کہ ابو
یوسف کے اصحاب نے مسابغہ اسی حنیفہ میں ابو یوسف کی حوالے سے حضرت عمر کا پنے
ابن عمر بدری صحابہ کو دروغ روایات میں شریک ہونے والے اصحاب پر فضیلت دینے کا ذکر کیا ہے۔
"ان کثر الخبیثات" آیت ولقد نصرکم اللہ بحدو والتم الذلہ بھی رات دن ابو یوسف کی حلاوت
میں رہا کرتی تھی، یہ وہی آیت ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کا نزول فرخوہ احد کے
موقع پر ہوا۔ اس طرح کی باتیں تو معارف اعلیٰ علم سے پوشیدہ نہیں تو جوامع الاسرار و شیخ المنہاہوس
سے کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہیں۔

ابو یوسف نے تو التبر الصغیر اپنے اصحاب کو اٹھا کر دوائی ہے، جس کا روادار اسی نے کیا اور
ابو یوسف کی طرف سے ابو یوسف نے ہی جس کا دفاع کیا۔ میرا خیال ہے گمان کیا جاسکتا ہے کہ ابو
یوسف کی نظر میں ابو یوسف مغازی اور تاریخ میں اس قدر بے علم نہیں کہ ابو یوسف ان سے یہ
سوال کرنے پر مجبور ہو جائیں کہ بدر پہلے ہوئی یا احد؟ جب کہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے
اب میں پڑنے والے بعض طالب علم بھی آتشا نہیں، یا پھر یہ تسلیم کیا جائے کہ ابو یوسف نے

اپنے استاذ کی بے ادبی کی ہے، اور یہ بھی گمان نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ ابوحنیفہ نے جس طرح علم حاصل کرنے میں ابو یوسف کا مالی اور ملکی تعاون کیا اس کے لیے ابو یوسف ہمیشہ سراپا سپاس رہتے تھے اور اپنے استاذ کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں چھوڑتے۔

مکر کیا کیا جائے! ابن عفان کا تو ایسا روایتیں لکھنے میں حرا آتا ہے جن سے امام الاعظم کی حیثیت مجروح ہوتی اور خواہ وہ روایتیں کسی عیسیٰ گزری کیوں نہ ہوں، وہ تو خدا بن محمد (جس کا حال واضح ہے) جیسے شخص سے سید کے لوگوں والا افسانوی قصہ لکھنے میں بھی ذرا دریغ نہیں کرتے، اور اسی طرح قتال کی نماز (اے) کو لکھنے میں بھی ذرا دریغ نہیں کرتے، جس کے من گھڑت ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اس میں وہی شخص شک کر سکتا ہے جس کے دل پر پردہ پڑا ہوا ہے، جب کہ یہی ابن عفان کی بھی ایسی روایت ہے مگر یہ کرتے ہیں جس سے ان کے امام کی حیثیت مجروح ہوتی ہو۔

جہاں تک صاحب الحلایس الصالح کی بات ہے تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ انہوں نے عی یہ ذکر کیا ہے کہ ہامون نے امام شافعی کو بیس رطل خبیثہ پینے پر ابھارا، امام شافعی نے پی لی اور اس سے ان کی عقل متاثر بھی نہیں ہوئی جیسا کہ لسان المیزان میں بھی ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ہامون کے عہد خلافت میں امام شافعی کی ملاقات ان سے کبھی ثابت عی نہیں۔ مذکورہ واقعے کی طرح یہ بھی محض من گھڑت ہے۔ مگر ابن عفان سند ذکر کر دیتے تو ان کی ذمہ داری ختم ہو جاتی اور عام لوگوں کو روایت کی حقیقت کا پتہ چل جاتا۔

جہاں تک معافی جریری کی بات ہے تو وہ ان ناقلین میں سے نہیں جو غور فکر کرنے کے بعد کسی چیز کو نقل کرتے ہیں، ان کی کتاب میں سنجیدگی اور مزاح دونوں ہیں، لطائف و طرائف اور حکایات و مضحکات کا مجموعہ ہے۔ انہوں نے اس کی بھی پرزوں کی کہ وہ قصہ خواہ کتنی ہی ٹھیک یا سند سے ہے اور خواہ وہ قصہ بڑے بڑے امام کے بارے میں ہو، ان کی کتاب ان ادبی کتابوں کی طرح ہے جن کے مصنفین واقعات نقل کرنے میں تحقیق نہیں کرتے۔

اس واقعے کی سند میں محمد بن حسن بن زبیر و مقری ہیں، یہ نقاش ہیں اور ان کا کذب مشہور ہے، تفسیر میں ان کی کتاب شفاء الصدور ہے۔ ان کے بارے میں تفصیل چاہتا ہوں تو

خطیب کی تاریخ بغداد، وہ بھی کی میزان الاعتدال اور ابن حجر کی لسان المیزان کا مطالعہ کیجیے۔

ظہیر بن محمد الشاہد نے ان کے بارے میں کہا ”نقاش حدیث کے بارے میں جھوٹ بولا کرتے تھے“ انہوں نے اکثر قصوں کا ذکر کیا ہے۔ برقانی نے کہا ”نقاش کی تمام حدیثیں منکر ہیں، ان کی تفسیر میں ایک بھی صحیح حدیث نہیں“، لا نکائی نے کہا ان کی کتاب اشفاء الصدور (یعنی دلوں کو ہلاکت کے دہانے پر ڈالنے والی) ہے نہ کہ شفاء الصدور (یعنی دلوں کا علاج کرنے والی) ہے۔ خطیب نے کہا ان کی حدیثوں میں مشہور سند کے ساتھ بہت ساری منکر باتیں ہیں، وہ بھی نے کہا ”وہ کذاب ہے“، دوانی نے ان کی تعریف اس لیے کی ہے کہ دوری کی وجہ سے نقاش کے حالات کا ان کو صحیح علم نہیں ہو سکا۔

یہ تو بیٹے نمونہ از غرور ہے جس کا آپ نے مطالعہ کیا۔ یہی لوگ ہیں جو ائمہ اعلام پر اٹھائیاں اٹھاتے ہیں یا ایسی روایتیں ذکر کرتے ہیں جن سے ان کی حیثیت عرفی مجروح ہو کر حقائق کو بھی چھپایا نہیں جاسکتا۔

شہادت اس پر مستزاد۔ یہ اور بات ہے کہ ابن جوزی، غزالی، اور فخر رازی وغیرہ مقلوبات اور جدلیات میں انہماک اور مقلوبات میں گہرائی نہ ہوئے اور در حال پر بعد مدرس کی وجہ سے اس کے بطلان پر مستحکم نہ ہو سکے اور انیس لوگوں کی نقل پر اکتفا کر کے اس واقعہ کا ذکر کر دیا۔

ذہبی نے صوان میں کہا عبد اللہ بن محمد اہلوی نے عمارہ بن زید کے حوالے سے دار قطنی کا قول نقل کیا کہ وہ حدیث کو اکرتا تھا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ ابو عمارہ نے اپنی صحیح میں ”استقوا“ سے متعلق موضوع روایت نقل کی ہے۔ (۴۳) ابن حجر نے لسان العیزان میں کہا کہ سب وہ ہیں جنہوں نے شافعی کے سزا کو ملک حرج لکھ کر بیان کیا ہے، ان میں اکثر باتیں من گھڑت ہیں۔ (۴۴) نسائی التائیس میں ہے کہ وہ سزا جو شافعی کی طرف منسوب ہے جو بطریق عبد اللہ بن محمد اہلوی مروی ہے ابری اور یحییٰ کے علاوہ بی لوگوں نے مختصر اور مطولاً ذکر کیا ہے، ہاں کو فخر رازی نے منساب شافعی میں اس پر اکتفا کر کے بغیر سند کے نقل کر دیا ہے چونکہ واقعہ ہے، اس کی اکثر باتیں موضوع ہیں، اس کے بعض من گھڑت حصے بعض گڑھی ہوئی روایتوں سے ماخوذ ہیں۔

ذہبی کہتے ہیں احمد بن موسیٰ تبار جو حشی حیوان ہے۔ ذہبی نے محمد بن یحییٰ اموی کے حوالے سے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ”ہم سے عبد اللہ بن محمد اہلوی نے بیان کیا“ آگے امام شافعی کی اجتہاد سے متعلق اسی جموں کی کہانی کا ذکر کیا ہے غور و فکر کرنے والوں پر جس کا کذب آشکارا ہو جاوے گا۔ (۴۵) ابن حجر نے بھی لسان میں اس کے جھوٹا ہونے کی تصدیق کی۔

ابن کثیر نے اپنی تاریخ (ج ۱ ص ۱۸۲) میں کہا ہے کہ عبد اللہ بن محمد اہلوی کذاب کی روایت پر اکتفا کر کے جس نے یہ سمجھا کہ شافعی کی ملاقات ابو یوسف سے ہوئی اس نے غلطی کی۔ ۱۸۳ھ میں چلی مرید شافعی بغداد آئے تھے محمد بن حسن شیبانی سے آپ کی ملاقات ہوئی، وہ شافعی کے ساتھ بڑے اخلاق سے پیش آئے۔ بعض کم علم لوگوں نے بے ہودہ باتیں اڑا دی ہیں کہ ان دونوں کے درمیان بڑی دشمنی تھی حالانکہ حقیقت سے اس کا کچھ بھی تعلق نہیں۔

ان تصریحات کے بعد نووی نے المجموع (ج ۸ ص ۸) میں جو کلمہ قابل تعجب ہے۔ لکھتے ہیں کہ شافعی کے سفر سے متعلق ایک تصنیف مشہور اور موضوع ہے۔

یوں ہی نہضت الاسماء واللغات (ج ۱ ص ۵۹) کے یہ الفاظ بھی قابل حیرت ہیں کہ شافعی جب بارون رشید کے پاس سے نکلے تو قاضی ابو یوسف نے ان کو سلام کہا مگر ابھرا اور کہا کہ آپ تصنیف کیجئے کیوں کہ اس زمانے میں آپ تصنیف و تالیف کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

مقامی المقاصد الحسنہ (ص ۲۲۲) میں رقم طراز ہیں:

یوں ہی یہ جو کہا گیا ہے کہ رشید کے پاس شافعی کی ملاقات ابو یوسف سے ہوئی باطل ہے، کیوں کہ شافعی کی ملاقات رشید سے ابو یوسف کی وفات کے بعد ہوئی ہے، ہمارے شیخ نے کہا ایسے ہی شافعی کا وہ سفر جس میں یہ تذکرہ ہے کہ انہوں نے رشید سے ملاقات کی اور محمد بن حسن نے رشید کو شافعی کے نقل پر کسبایا باطل ہے۔

نوادی التائیس میں بھی اسی طرح کے جملے ہیں لہذا نووی نے جو کچھ بیان کیا اس کو ان کے چند بغوات میں سے ایک سمجھنا چاہیے۔ جہاں تک ابن غاتم کی بات ہے تو وہ اہل روایت میں سے ہے ہی نہیں مگر اس سے بغوات صادر ہوتے رہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں، ہم اس کا رد کرنا نہیں چاہتے۔

میراثیال سے کہہ اہل میں اس طرح کی موضوع روایت کی وجہ امام شافعی سے عقیدت نہ ہو سکتی کیوں کہ وہ اس قدر بلند مرتبے پر فائز ہیں کہ من گھڑت قصہ گو لوگوں کی کہانیوں کی ان کی ضرورت نہیں۔ اس کا مقصد شرق اسلامی میں پھیلی ہوئی دو عظیم جماعتوں یعنی اور شافعی مسلمانوں کے درمیان دیسہ کاریوں کے ذریعے فتنہ اور فساد پھیلانا تھا۔ جب کہ وضعی روایتوں کی حقیقت سامنے آگئی تو اس کے باوجود ایسی کہانیوں کی نشر و اشاعت کرنے والے بھی اصل واضعین کے ہی حکم میں ہوں گے۔ لہذا ان برحق ائمہ کرام کا دفاع بھی ضروری ہے۔ اللہ کی توفیق اور مدد سے ہم نے یہ کام انجام دیا اور اس قدر روشن دلائل سے حقیقت کو بے نقاب کر دیا کہ جس سے تعصب کی آنکھ کھلے والوں کی سانس کھٹ کر رہ جائے گی، مگر وہ ہندی کے نقصانات سمجھ میں آجائیں گے اور ائمہ کرام کے درمیان دیسہ کاریوں سے باز رہنے میں معاون ثابت ہوں گے۔ میری بیان کی ہوئی ویڈیو میں جس کو شک و شبہ ہو تو دلائل و براہین کے ساتھ اس سے رد

کر سکتا ہے بلکہ علمی رد کرنے والوں کو ہم پوری طرح خوش آمدید بھی کہیں گے اور ان کی دلیلوں کے سامنے سر تسلیم خم بھی کر لیں گے۔ لیکن جو شخص الفاظ کے مدلولات اور چیخ کر دو دلائل سے جان چھڑا کر بے نگاہی یا تمسک کرے گا اور ایسے اقوال لائے گا جس کا سیری بات سے کچھ بھی تعلق نہیں تو یہ اس کے محدود مطالعے اور اس کی تنگ نظری کی دلیل ہوگی۔ جو شخص اس کی پروا نہ کرتا ہو کہ وہ کسی شخص کے قلتِ اہل کو یہ کہہ کر چھپائے کہ وہ صرف واقع ہونے والے مسائل ہی کا جواب دیا کرتے تھے تو یہ خود اس شخص کی غباوت کی تصریح ہے، اسی طرح اگر قائل کے اس قول پر رد کرتے ہوئے کہ ”مشرق و مغرب اور قریب و بعید کے تمام عالمین اور عامہ مسلمین کو مذہب شافعی اختیار کرنا واجب ہے کیوں کہ وہ قریشی تھے اور حدیث میں سے کہ امامت قریش ہی میں ہوگی“ کوئی امام شافعی کے سب میں شوافع ہی کی کتابوں سے اختلاف یا دلائل سے اور مذکورہ حدیث پر محمد شین کے کلام کا ذکر کرے تو اس سے یہ سمجھ لینا کہ وہ رد کرنے والا امام شافعی کے نسب میں ظن کر رہا ہے، یا جیسا سلامتی لکھ رہے عروم ہونے کی دلیل ہے کیوں کہ سب میں ظنِ مشابہ کے ذکر سے ہوتا ہے نہ کہ ایسے شخص کو نسب میں اختلاف یا دلائل جو تمام ائمہ متبوعین کی امامت کو رد کرتا چاہتا ہے۔

ابو یوسف کی بعض حکایتیں اور اہل حدیث سے ملاطفت

ابن ابی عروام نے طحاوی کی روایت سے بکار ابن قتیبہ کے حوالے سے نقل کیا کہ انہوں نے ابو ولید طحاوی کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ جب ابو یوسف اپنے سراج میں بارون رشید کے ساتھ بصرہ آئے تو اہل حدیث اور اہل رائے ان کے دروازے پر جمع ہو گئے اور دونوں میں سے ہر ایک جماعت نے پہلے اندر آنے کی اجازت چاہی ابو یوسف نے جھانک کر دیکھا، کسی کو بھی آنے کی اجازت نہیں دی اور نہ ہی ان میں سے کسی کو پہلے داخل اجازت چاہنے پر سخت ست کہا بلکہ دونوں جماعتوں سے مخاطب ہو کر کہا ”میں دونوں ہی جماعتوں میں سے ہوں، کسی کو کسی سے پہلے آنے کی اجازت نہیں دوں گا میں ہر ایک فریق سے سوال کرتا ہوں جو صحیح جواب دے گا وہ اور اس کے ساتھی پہلے اندر آنے کے مستحق ہوں گے“ پھر انہوں نے اپنے ہاتھ میں پہنی ہوئی انگوٹھی نکالی اور کہا ”کوئی شخص میری اس انگوٹھی کو چپائے یہاں تک کہ اسے پوری طرح توڑ ڈالے تو میرا اس پر کیا واجب ہوگا؟“ رواہ کا بیان ہے کہ اہل حدیث کے درمیان اختلاف ہوا اور ان لوگوں کو ابو یوسف کی یہ بات آپسی نہیں لگی، اہل رائے میں سے ایک شخص نے جواب دیا اس شخص پر ڈھلے ہوئے چاندی کی قیمت واجب ہوگی اور چپائی ہوئی انگوٹھی دالے لگا دتا ہم اگر انگوٹھی کا کانک چاہے تو وہ چپائی ہوئی انگوٹھی رکھ سکتا ہے، ایسی صورت میں چپانے والے پر کچھ بھی واجب نہیں ہوگا۔ ابو یوسف نے کہا جس نے یہ جواب دیا وہ اور اسی گئے احباب کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ ابو ولید طحاوی کہتے ہیں کہ اہل رائے اور ان کے ساتھی اندر داخل ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ اندر چلا گیا۔ ابو یوسف نے پہلی مجلس میں حسن بن صالح کے حوالے سے ایک حدیث اہل

کروائی، پھر نہیں سمجھتیں۔ سنا کہ ان کے دل میں کوئی بات آئی یا کسی شخص نے کچھ پوچھا، انہوں نے کہا نہیں کسی شخص پر اتنا خوف نہیں کھا جتنا کہ اس شخص پر مجھے خوف ہوتا ہے جو حسن بن صالح کے بارے میں کچھ کلام کرے۔ طبعی کہتے ہیں کہ مجھے ایسا لگا کہ ابو یوسف کی مراد غالباً شیعہ ہیں۔ نہیں اسی وقت ان کی مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے دل میں یہ کہا کہ بخدا ایسی مجلس میں نہیں بیٹھوں گا جس میں ابو یوسف کو برا بھلا کہا جائے۔ پھر میں نے اپنے دل کی طرف توجہ کی اور کہا یہ تو پورے علاقے کے قاضی ہیں اور ائمہ المومنین کے وزیر اور حج میں ان کے ساتھی ہیں۔ میری ناراضگی اور رخصتے ان کی شخصیت پر بھلا کیا فرق پڑے گا۔ یہ سوچ کر میں واپس مجلس میں آکر بیٹھ گیا۔ جب مجلس ختم ہو گئی تو میری طرف پولی طرح متوجہ ہوئے اور مجھے مخاطب کر کے کہا اے بشام! (انہوں نے مجھے مخاطب کیا کیوں کہ میں ان کے پاس بغداد میں جایا کرتا تھا) بخدا میں نے ابو یوسف سے کسی برائی کا ارادہ نہیں کیا، میرے دل میں ان کا احترام آپ سے کبھی زیادہ ہے لیکن میں نے حسن بن صالح کی طرح کسی شخص کو نہیں پایا۔

بکر بن قتیبہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ جب بلال بن یحییٰ سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا خدا کی قسم میں یہ وہ ہوں جنہوں نے ابو یوسف کو انجھڑی والے سستے کا جواب دیا تھا، تجھ (یعنی میرے والد) مجلس میں ہمارے ساتھ موجود تھے اور وہ اس بات کے بھی گواہ ہیں کہ ابو یوسف نے اس دن ہم لوگوں کو مکاتب سے متعلق کچھ لکھوایا تھا، جب وہ اس سے فارغ ہو گئے تو لوگوں کے درمیان سے میں آگے بڑھا اور ان سے کہا "صرف" میں تو آپ کا خیال ایسا نہیں ہے، کیا اس قول کو بدل دیں اور یہ لکھ دیں، یا اس قول کو ختم کر دیں اور اس کو لکھ دیں؟ ابو یوسف نے کہا دونوں کو اپنی جگہ رہنے دو، ممکن ہے میرے بعد کچھ ایسے لوگ آئیں جو ان دونوں میں فرق پیدا کر سکیں۔ (۷۶)

ابن ابی حوامی نے حسن بن قاسم بن عبد الرحمن دمشقی کے حوالے سے تخریج کی کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حسن بن صالح بن عمران نے بیان کیا، وہ عروزم بن فردہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا قاضی ابو یوسف حج سے فارغ ہو کر جب قازان سے واپس لوٹے تو وادی کی کو اتر حال میں

دیکھا، انہیں اپنے ساتھ بغداد والے آئے، رشید کے پاس پہنچ کر سلام کیا اور ساتھ ہی یحییٰ بن خالد کو بھی سلام کیا، یحییٰ نے کہا ابو یوسف آپ مکہ سے میرے لیے کیا تحفہ لے کر آئے ہیں؟ ابو یوسف نے کہا نہیں آپ کے لیے ایسا تحفہ ہلا ہوا کہ مجھ سے پہلے کسی نے بھی کسی کو اور نہ آپ کو ایسا تحفہ دیا۔ یحییٰ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ ابو یوسف نے کہا ایک آدمی لایا ہوں جس سے آپ جو کچھ سوال کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، یحییٰ نے کہا پھر جلد حاضر کیجیے، واقعہ کہتے ہیں کہ ابو یوسف نے مجھے ان کے پاس بھیج دیا، وہ مجھ سے دن بھر سوال کرتے رہے، جب رات ہوئی تو انہوں نے اپنے بستر کے قریب ہی میرے سونے کا انتظام کر دیا، جب صبح ہوئی تو دوامت اور کاغذ منگوا یا اور ایک خط لکھ کر اپنے ایک خادم کو دیا اور تنبیہ کی کہ شیخ جب نماز سے فارغ ہو جائیں تو انہیں لے کر غلاں کے پاس چلے جانا اور میرا یہ خط اسے دے دینا، جب میں نماز سے فارغ ہو گیا تو خادم نے مجھ سے کہا میرے ساتھ چلیے، وہ مجھے ایک شخص کے پاس لے گیا اور خط اس کے حوالے کر دیا، اس شخص نے خادم کو واپس جانے کی اجازت دے دی اور مجھے روک لیا، اس نے کچھ غلام بلائے اور انہیں پلاؤں سے فرش بچھانے کا حکم دیا، پھر وہ چاندی کے سکوں کی تھیلیاں باہر نکال کر اس پر رکھنے لگے۔ جب دن چڑھ آیا میں نے کہا ابھی میرے پاس اور بھی کام ہے، اگر اجازت دیں تو میں چلوں گا؟ اس نے کہا نہیں آپ ہی کا کام کرنا ہوا، وزیر نے مجھے یہ لکھ بھیجا ہے کہ میں آپ کو ایک خادم رکھ دوں، میں نے کہا تھوڑا مقررہ جاتا، مجھے صرف وہ ہزار درہم دے دو اور باقی اپنے پاس رکھ لو، پھر میں ابو یوسف کے پاس لوٹ آیا اور ان کو یہ ساری باتیں بتا دیں، ابو یوسف نے کہا آپ نے اسی قدر برا لکھا کیا، کچھ اچھا نہیں لکھا ہے جب تک اور کچھ اضافہ نہ کر دوں۔

یہی ابو یوسف کی نگاہ میں واقعہ کی کی قدر و منزلت و وزیر پر ابو یوسف کے احکام کی پیروی اور ہر ایک کے نزدیک اس زمانے میں علم کی قدر۔

فضیلت بیان کی۔ جب نہیں بصرہ آیا تو حماد کی صحبت اختیار کر لی، خدا کی قسم جب ابو یوسف کا تذکرہ آتا تو حماد کو کچھ نہ کچھ برائی بیان کر ہی دیتے۔

پہلے ایک دن ان کے پاس تھا کہ ایک عورت آئی اور ان سے یہ درخواست کرنے لگی کہ وہ ان کے لیے شرط لکھ لکھیں، حماد پر اسے لوٹنا مگر اس گز رہا تھا، دوسری طرف وہ اصحاب حدیث سے بھی بے توقیفی برکتا نہیں چاہ رہے تھے، دل ہی دل میں وہ ایک عجیب نگلش میں تھے، نہیں نے ان سے کہا ابواسامیٰ آپ اس عورت سے کیوں دوس کہ وہ اپنا کاغذ میرے حوالے کر دے، نہیں لکھ دوں گا، حماد نے ایسا ہی کیا اور حدیث کا درس روک دیا تاکہ وہ میری تحریر پر توجہ دے سکیں، نہیں نے ان سے کہا اس کی ضرورت نہیں ہے آپ درج حدیث چار ہی رکھیں، انہوں نے ایسا ہی کیا، جب نہیں لکھ کر فارغ ہو گیا تو کاغذ حماد کو دکھایا، انہوں نے اسے پڑھا اور بہت پسند کیا، پھر کہنے لگے آپ نے یہ کہاں سے سیکھا؟ نہیں نے جواب دیا اسی شخص سے کہ جب اس کا ذکر آپ کے پاس آتا ہے تو آپ کچھ نہ کچھ برائی کر ہی دیتے ہیں اور انہوں نے مجھے رخصت ہونے دقت یہ صفت بھی کی تھی کہ بصرہ میں آپ کے علاوہ کسی اور کی صحبت اختیار نہ کروں، حماد نے پوچھا وہ کون ہیں؟ امیر ایہم نے کہا ابو یوسف، حماد اس پر شرما کر ہو گئے اور پھر اس کے بعد جب بھی ان کا ذکر کرتے تو اچھائی کے ساتھ کرتے۔

اس واقعے میں اس بات کا پتہ ملتا ہے کہ ابو یوسف محدثین یا اہل روایت کے متعلق کتنا متعقد مزاج رکھتے تھے۔ دوسری طرف ابن جراح کی شرح صدر کا بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کے شیخ کی برائی کا کوئی موقع بھی ان کے سامنے نہ تھا، وہ نہیں گویا جاتا اس کے باوجود وہ حکمت کے ساتھ ان سب کو برداشت کرتے رہے اور جب موقع ملا تو حماد کو ابو یوسف کی برائی سے روکنے میں کامیاب ہو گئے، یہ بھی معلوم ہوا کہ اصحاب حدیث کی ہمارے اصحاب کے بارے میں زبان درازی بالکل بے جا ہے۔

ابن ابی عوام نے حماد سے روایت کی انہوں نے ابو حازم سے، انہوں نے حسن بن موسیٰ سے اور انہوں نے بشر بن ولید کے حوالے سے کہ ابو یوسف نے محمد بن حسن کے بارے میں فرمایا:

وہ لکھی زبردست نکواریں جس میں رنگ لگی ہوئی ہو اور جس کو صاف کرنے کی ضرورت ہے۔

حسن بن زیاد کے بارے میں فرمایا:

وہ میرے نزدیک ایک ایسے کیسٹ کی طرح ہیں کہ جب اس سے کوئی آدمی دست آور دوا مانگتا ہے تو وہ اسے روکنے کی دوا دیتا ہے اور جب روکنے کی دوا مانگتا ہے تو وہ اسے اتارنے کی دوا دیتا ہے۔

بشر کے بارے میں فرمایا:

وہ رفو کرنے والی سوئی کی طرح ہیں جس کا کنارہ نہایت باریک اور مدخل لطیف ہوتا ہے اور بہت جلد ٹوٹ جاتی ہے۔

حسن بن ابی مالک کے بارے میں فرمایا:

وہ ایک ایسے اونٹ کی طرح ہے جس نے ہادش کے دلوں میں اپنے اوپر بہت زیادہ بوجھ لا کر دکھا ہو، جب چلنے لگے تو اس کا بازو ایک بارادھر سے ادرھ جائے اور پھر درست ہو جائے۔

ابراہیم بن جراح کے بارے میں فرمایا:

ایسے شخص کی طرح ہے جس کے پاس سرمدہ دار درہم ہو وہ جب بھی اسے چوئے تو چوئے نہ کہ کچھ کی واقع ہو جائے۔ (۷۷)

ابو یوسف کی حکمت آمیز باتیں

قرطبی نے کہا امام مفسر نے اپنی الکشافہ میں بیان کیا کہ امام ابو یوسف کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو اپنے رب سے اس طرح التجا کی:

پروردگار! تجھے خوب معلوم ہے کہ جب بھی میرے پاس کوئی مسئلہ آیا تو پہلے میں نے حیرتی کتاب کی طرف توجہ کی، اگر مسئلہ کتاب میں مجھے نہیں مل سکا تو میرے نبی کی سنت کو دیکھا، اس میں بھی نہیں پاسکا تو صحابہ کے اقوال کا سہارا لیا، اگر یہاں بھی نہیں مل سکا تو ابو حنیفہ کو اپنے اور میرے درمیان ایک پل بنالیا۔

پروردگار! تجھے پتہ ہے کہ جب بھی کوئی کمزور اور طاقتور میرے پاس فیصلہ کرانے آئے تو میں نے دونوں میں برابری کا برتاؤ کیا اور میرا دل طاقتور کی طرف مائل نہیں ہوا، پروردگار! اگر تجھے یہ سب کچھ پتہ ہے تو میری مغفرت فرما۔ (۸۸)

سبط ابن جوزی نے عراقی زمان میں ابو یوسف سے نقل کیا کہ:

کاش میں قصداً کا منصب نہیں سنبھالتا، ہم نہیں نے کبھی ظلم و جور کا قصد نہیں کیا اور نہ ہی فریقین میں سے ایک کو دوسرے پر قوت و ضعف کی بنیاد پر ترجیح دی۔ پروردگار! تجھے خوب علم ہے کہ میں نے حیرے بندوں کے درمیان بالقصد کوئی بھی غلط فیصلہ نہیں کیا، میں نے احکام میں کتاب

(قرآن کریم) اور حیرے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق اجتہاد کیا اور جہاں کچھ اشکال ہو اپنے اور حیرے درمیان ابو حنیفہ کو کھڑا کر دیا، ابو حنیفہ کو حیرے حکم کا زیادہ علم تھا اور وہ حیرے حکم کے باہر نہیں نکلتے تھے۔ (۷۹)

ابن ابی حوام نے طحاوی کے حوالے سے نقل کیا وہ کہتے ہیں میں یونس بن عبدالاعلیٰ کے پاس گیا اور ان کے پاس احمد بن عمران تھے، یونس نے شافعی کے حوالے سے بیان کیا کہ ان کا فرمان تھا کہ کسی مسئلہ کے بارے میں مجھ سے سوال کیا گیا، مجھے اپنے دل میں اس کی علت کا خوب علم تھا مگر زبان سے ادا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تھا، احمد بن ابی عمران نے ان سے کہا اور کچھ؟ یونس نے جواب دیا نہیں۔

احمد نے کہا میرے پاس ابو یوسف کے حوالے سے اس سے ابھی ایک بات یہ ہے کہ محمد بن شجاع نے حسن بن ابی مالک سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو یوسف کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

مجھ سے کئی بار سوال کیا جاتا ہے، مجھے اس مسئلہ کی علت کا پتہ ہوتا ہے مگر زبان سے اس کی ادا ننگی پر قادر نہیں ہوتا ہوں، اس میں میری مثال اس شخص کی طرح ہوتی ہے جسے کوئی درہم دکھائے تو کہے یہ خراب ہے یا اچھا ہے اور جب اس سے اس کی وجہ پوچھی جائے تو اس کے پاس وہی اچھا یا خراب کے علاوہ کوئی اور بات ہوتی ہی نہیں یعنی اس کی علت اور اس کی خرابی کے اسباب کا علم نہیں ہوتا۔

موفق کی کئی کتاب میں ابویسلیان کے حوالے سے ہے کہ ابو یوسف نے فرمایا: بعض اوقات دو مسئلوں کے درمیان میں نے ہال کے برابر فرق ظاہر کیا بعض مسئلوں میں پہاڑ کے مثل اور بعض مسئلوں میں دل میں تفریق کی زبان اسے ادا نہیں کر سکتی۔ (۸۰)

علی بن حجر کہتے ہیں میں نے ابو یوسف سے سنا وہ فرماتے تھے:

علم فرائض میں علی اور زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال سے استدلال کرتا ہوں اور جب ان میں اختلاف ہوتا ہے تو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو اپناتا ہوں کیوں کہ ان کا یہ اختلاف فقہاء کے اہم مسئلے میں ہوتا ہے، ایسی صورت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع کو اس لیے ترجیح دیتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اقتضاسکم علی علی تم میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں۔ (۸۱)

ابو یوسف نے یہ بھی فرمایا:

اے قوم (علماء) اپنے علم سے خدا کو چاہو یعنی اخلاص پیدا کرو، بہت کم ایسی مجلس ہے جہاں میں تواضع کی نیت سے آتا ہوں مگر جانے سے پہلے ہی اس میں تکبر کی باتیں ہو جاتی ہیں، اور جب کسی مجلس میں تکبر کی نیت سے گیا تو کھڑا ہونے سے پہلے ہی رسوا ہو گیا۔ یا درکھو خدا کو چاہو اور اخلاص پیدا کرو۔

علی بن حجر نے ہی عاریثی کی سند سے ابو یوسف کے حوالے سے بیان کیا، (الفاظ القاضی) کچھ ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن اشکاب نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو یوسف کو فرماتے ہوئے سنا:

اے قوم اپنے علم سے صرف خدا کی رضا چاہو نہیں جب بھی کسی مجلس میں تواضع کی نیت سے گیا ہوں وہاں کھڑے ہونے سے پہلے ہی تکبر کی باتیں ہو جاتی ہیں اور اگر تکبر کی نیت کی ہے تو کھڑے ہونے سے پہلے ہی رسوائی ہو جاتی ہے۔ (۸۲)

احمد بن حنبل نے ابو یوسف کے حوالے سے بیان کیا کہ ایسے شخص کی صحبت جسے شرم نہ ہو اسے قیامت کے روز سزاوار ہے گی۔ اور فرمایا: تین چیزیں فوت تو لای اصل ہیں:

(۱) اسلام کی نعت کہ اس کے بغیر کوئی نعت بھی پوری نہیں ہوتی۔

(۲) صحت کی نعت کہ عافیت اس کے بغیر میسر نہیں ہوتی۔

(۳) مال داری کی نعت کہ جس کے بغیر زندگی تمام نہیں ہوتی۔ (۸۳)

علی بن جعفر نے ابو یوسف سے روایت کیا کہ:

علم ایک ایسی چیز ہے کہ وہ جنہیں اپنا بعض حصہ بھی نہیں دے گی حتیٰ کہ تم

اسے اپنا پارا حصہ دے دو اور اگر تم نے اسے اپنا پارا حصہ دیا تو اس کے

بعض حصے کے لینے میں استیلا سے کام لو۔ (۸۴)

ابو یوسف کے سامنے جب کوئی اہم مسئلہ آتا تو کہتے:

امور لو تدبرھا حکیم اذن لہی وغیر ما استطاعا

ولکن الادیم اذا تفسری ہلی وتھسکا غلب الصناعات

ترجمہ: کچھ ایسے معاملات ہیں کہ اگر وہ انھیں اس میں غور و فکر کرے تو اپنی استطاعت کے

مطابق اس میں تہدیبی کر سکتا ہے لیکن جب فرش زمین چھٹ پڑے تو بڑے سے بڑا حکیم بھی

پریشان ہو جاتا ہے اور بڑے سے بڑے کاریگر بھی حیران ہو جاتے ہیں۔

ابو یوسف کی حاضر جوابی اور احکام کی کچھ مثالیں

خطیب نے نقل کیا کہ ابو یوسف سوار تھے اور ان کا غلام پیچھے پیچھے دوڑ رہا تھا، ایک شخص نے

کہا کیا آپ اس کو حلال سمجھتے ہیں کہ آپ کا غلام دوڑتا جائے، اسے سوار کیوں نہیں کر لیتے؟ ابو

یوسف نے ان سے کہا: ”کیا آپ کے نزدیک یہ جائز ہے کہ میں اپنے غلام کو اپنی سواری سمجھنے

کا حقدار کروں؟“ اس نے کہا ہاں، ابو یوسف نے کہا: ”پھر اس طرح بھی دوڑنے میں کوئی حرج

نہیں جیسا کہ اسے سواری سمجھنے کی صورت میں دوڑتے رہنا ہوگا۔“ (۸۵)

ابن ابی عوام نے طحاوی کے حوالے سے نقل کیا، انہوں نے جعفر بن احمد بن ولید سے

روایت کیا، انہوں نے بشر بن ولید کندی سے وہ کہتے ہیں کہ کسی نے ابو یوسف سے پوچھا کہ میرا

بچہ نصرانی ہے اور تاج پہنا ہے، کبھی کبھی میں اسے کثیرہ کی طرف جاتے ہوئے ملتا ہوں اور کبھی

و انہی بر ملا قات ہوتی ہے، کیا میں اس کا ہاتھ پکڑ کر سہارا دے سکتا ہوں؟ بشر کہتے ہیں کہ میں نے

ابو یوسف کو یہ جواب دینے ہوئے سنا کہ جب کثیرہ کی طرف جا رہا ہو تو اس وقت اس کا ہاتھ نہیں

پکڑ سکتے ہیں جب وہ اپنے آ رہا ہو تو اسے سہارا دے سکتے ہو۔

حسن بن ابی مالک نے ابو یوسف کو کہتے ہوئے سنا کہ میں اس قدر بیمار ہوا کہ سب کچھ جو

مجھے یاد تھا بھول گیا حتیٰ کہ قرآن کریم بھی، مگر فقہ نہیں بھلا سکا۔ پوچھا گیا وہ کیسے؟ جواب دیا فقہ

کے علاوہ میرا جو کچھ بھی علم ہے وہ یادداشت کے ذریعہ ہے اور فقہ علم و روایت ہے، میرا اس کے

ساتھ ایسا ہی معاملہ ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے شہر سے مدینہ منسوب رہے کے بعد واپس آیا

تو ہتھکڑیاں کیا خیال ہے وہ اپنے گھر کا راستہ بھول جائے گا؟

بشر بن ولید نے ابو یوسف کو کہتے ہوئے سنا کہ ”عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے سر کو

اپنے غلام کے سامنے کھولے منہ ہی اپنے بیٹے کے غلام کے پاس، نہ ہی اپنے باپ کے غلام کے پاس، اور اگر کوئی شخص اپنے مال کا سر جوئے اور اس کے جو کوصاف کرے تو اس کے حق میں نیکی ہوگی۔

جلال الدین نے ابو یوسف کو کہتے ہوئے سنا کہ "بادشاہوں کے ساتھ بدسلوکی ذلت ہے اور قاضیوں کی بے ادبی فخر ہے۔"

یہ بھی کہتے سنا کہ چک کی کھائی میں کم از کم دو گاوہ رکھ رہیں، دوسرا جائیں گے، دوسرا غائب ہو جائیں گے، دو جھوٹ بول دیں گے، دو بات رہیں گے اور دو گواہی ادا ہی نہیں کریں گے۔

موفق نے یہ بھی روایت کی ہے کہ ابو یوسف نے وزیر علی بن یسویٰ کی گواہی صرف اس بنیاد پر رد کر دی کہ انہیں معلوم ہوا تھا کہ وہ جماعت سے نماز نہیں پڑھتا یہاں تک کہ علی بن یسویٰ نے اپنے گھر کے محن میں مسجد بنائی اور پھر جماعت میں حاضر ہوتا تھا۔ (۸۶)

حسن بن ابی مالک سے مروی ہے کہ ابو یوسف کے پاس اسفہان سے ایک مرتدہ عورت لائی گئی تو اس کے قتل کا حکم صادر کرتے ہوئے ڈر گئے، پھر انہوں نے امام ابو حنیفہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا کہ مرتدہ عورت قتل نہیں کی جائے گی بلکہ اس کو قید کر لیا جائے گا۔

بشر سے مروی ہے کہ نہیں، ایک دن ابو یوسف کے پاس تھا کہ انہوں نے کسی مسئلے سے حقائق بات کی، نہیں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ایسا حکم نہیں دیا ہے، ابو یوسف نے کہا کیا اللہ جل وعلیٰ کا ہر چیز میں مضمون حکم ہے؟ بشر نے کہا ہاں، ابو یوسف نے کہا اس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے جس نے کسی حرفی کی چیز کو پاؤں سے پھل ڈالا جس سے اس کی آگھ پھوٹ گئی؟ بشر نے کہا گھج اور آگھ سے معذور دونوں چیزوں کی قیمت لگائی جائے گی، آگھ پھوڑنے والے پر دونوں میں جس کی قیمت زیادہ ہوگی وہ واجب ہوگی، یہی اللہ تعالیٰ کا اس بارے میں حکم ہے۔ بشر نے کہا، پھر ابو یوسف نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں جمع کیں اور یہ شعر پڑھا:

اعلمہ الوصایہ کل یوم ولما اشد ساعده رماتی

(ترجمہ: نہیں اسے ہر روز تیرا آواز کی سکھاتا ہوں اور جب اس کے بازو مضبوط

ہو گئے تو مجھے تیرا بار دیا)

یہ شعر پڑھتے ہوئے انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کیا۔

بشر ابن ولید سے مروی ہے، ابو یوسف نے کہا جو شخص شراب پینے کے لیے یہ سوچ کر بیٹھے کہ اس سے نفع حاصل کرے گا تو پہلا بی بی الدین حرام ہے، اس کے لیے بیٹنا حرام ہوگا اور اس کی طرف چل کر جانا حرام ہوگا، جیسا کہ زنا اس پر حرام ہے اور اس کی طرف چل کر جانا بھی حرام۔

معتی بن منصور سے مروی ہے کہ ابو یوسف نے ہارون رشید کے ساتھ حج کیا، ہارون نے تہاج کی امامت کی اور درود رکعت پر سلام پھریا، ابو یوسف کھڑے ہوئے اور کہا کعبہ والو تم اپنی نماز پوری کر لو کیوں کہ ہم لوگ مسافر ہیں۔ ایک شخص جو نماز پڑھ رہا تھا اس نے کہا ہم لوگ تم سے زیادہ وقت کا حکم رکھتے ہیں، جنہیں بتانے کی کچھ ضرورت نہیں، ابو یوسف نے کہا، اگر تم فقیر ہوتے تو نماز میں بات نہیں کرتے، ہارون رشید نے کہا مجھے تمہارے جواب سے جتنی خوشی ہوئی اتنی سرخ لونت ملنے پر بھی نہیں ہوتی۔

ابو بکر خفاف نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب ابو یوسف کی وفات کا وقت قریب آیا تو ہمہراہے بیٹھے اور کہا آپ کے دل میں اس مسئلے یعنی قضا سے متعلق کوئی بات ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، خدا کی قسم کچھ بھی نہیں، مگر صرف ایک مسئلے سے متعلق میرے دل میں کچھ ہے، مسئلہ یہ تھا کہ ایک مرتدہ کی نضرانی نے رشید کے خلاف جادو کا مقدمہ دائر کیا، نہیں نے اس نضرانی کے ساتھ ساتھ رشید کو بھی جادو کا رشید کے بیٹنے کے لیے اس کی خاص جادو بھائی کی جس پر وہ بیضا گھر نہیں نے نضرانی کے بیٹنے کا اس طرح کوئی اہتمام نہیں کیا تھا، نہیں یہی بات میرے دل میں ٹھکتی ہے۔

حسن بن ابی مالک سے مروی ہے کہتے ہیں کہ ابو یوسف کی جس مرض میں وفات ہوئی اس میں ان کو کہتے ہوئے سنا گیا کہ خدا کی قسم نہیں نے کبھی زنا نہیں کیا، خدا کی قسم نہیں نے کسی حکم الہی سے کبھی بھی تجاوز نہیں کیا، نہیں اپنے دل کی کسی بات سے نہیں ڈرتا مگر صرف ایک چیز سے، نہیں (راوی) نے کہا وہ کیا ہے؟ ابو یوسف نے کہا ہارون رشید کا یہ حکم تھا کہ نہیں لوگوں کا کیس لے کر پڑھوں پھر اس کی موجودگی میں مدخلہ کر دوں، نہیں دقت سے ایک دن پہلے کیس لے لیتا تھا اور اس کو دیکھ لیتا تھا، ایک روز جب نہیں نے سارے کیس جمع کیے تو اس میں ایک کیس کی نضرانی

کا تھا، اس میں اس نے امیر المومنین ہارون کو فریق بنا کر یہ دعویٰ کیا تھا کہ انہوں نے اس کی جائداد پر زبردستی قبضہ کر لیا ہے میں نے اس نصرانی کو بلایا اور پوچھا یہ جائداد ابھی کس کے قبضے میں ہے؟ اس نے کہا امیر المومنین کے نہیں نے چاہا کہ معاملہ اور قریب سے واضح ہو جائے اس لیے نہیں نے اس سے پوچھا اس کا جمل کون جیتا ہے؟ اس نے کہا امیر المومنین نہیں نے پوچھا اس کی پیداوار کون جمع کرتا ہے؟ اس نے کہا امیر المومنین نہیں نے ہر چند یہ چاہا کہ وہ اپنا فریق امیر المومنین کے علاوہ کسی اور کو بنائے مگر وہ امیر المومنین ہی کو اپنا فریق بنانا ہوتا ہے میں نے اس کا کيس لوگوں کے کيس کے ساتھ حال کر لیا، جب عدالت کی کارروائی کا دن آیا اور پچہری گئی تو ایک ایک کر کے لوگوں کو بلایا گیا حتیٰ کہ نصرانی کا کيس میرے پاس آئے، آپا نہیں نے اسے بلایا وہ اندر آیا نہیں نے اس کا کيس امیر المومنین کے سامنے پڑھا، انہوں نے کہا یہ جائداد ہماری ہے، یہ منصوبہ کی اور اشد ہے ہمارے حصہ میں آئی ہے نہیں نے نصرانی سے کہا تم نے امیر المومنین کا بیان سن لیا کیا تمہارے پاس اپنے دعوے کی کچھ دلیل ہے؟ اس نے کہا نہیں تم کيس قسم کھا سکتے ہوں اگر آپ مجھ سے قسم طلب کریں۔ کہتے ہیں نہیں نے ہارون سے کہا امیر المومنین آپ قسم کھا سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں اور پھر قسم کھائی، اور نصرانی واپس ہو گیا۔ ابو یوسف کہنے لگے صرف اسی مسئلے کا مجھے کچھ خوف ہے حسن نے کہا اس میں خوف کی کون سی بات ہے آپ نے تو وہی کیا جو حق تھا؟ ابو یوسف نے کہا نہیں نے امیر المومنین کو فحش کے ساتھ مجلس میں نہیں بٹھا تھا۔

ان سب واقعات کی سندیں ابن ابی حوام کی کتاب میں موجود ہیں۔

قاضی کو بیچ نے اسباب القضاہ میں کہا کہ کچھ سے بیان کیا اگر امام بن ابی عثمان نے انہوں نے روایت کی۔ یحییٰ بن عبد الصمد سے کہ امیر المومنین موسیٰ کو ایک مقدمہ میں ابو یوسف کے پاس فریق بنایا گیا مقدمہ ان کے بارے میں متعلق تھا فیصلہ بظاہر امیر المومنین کے حق میں تھا اور مسئلہ اس فیصلے کے خلاف لگہ رہا، امیر المومنین نے پوچھا کیا آپ نے ہمارے مقدمے کا جس میں ہم لوگ فریق بن کر آپ کے پاس آئے ہیں؟ ابو یوسف نے کہا امیر المومنین کے فریق نے مجھ سے یہ پوچھا ہے کہ کیا میں امیر المومنین سے اس بات پر حلف لے سکتا ہوں کہ ان کے گواہوں نے یحییٰ کو ایسی دہی

چوتھا مسئلہ: ایک مسلمان کی بیوی وحی تھی (یعنی غیر مسلم کنانی) کو وہ اس سے حاملہ تھی کہ اس کا انتقال ہو گیا، اس کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا؟ ابو یوسف نے کہا مسلمانوں کے قبرستان میں مسکن نے کہا غلط، ابو یوسف نے کہا: تمہیں کے قبرستان میں مسکن نے کہا غلط ہے، اسے سپردیوں کے قبرستان میں مگر اس کا چہرہ قبیلہ کی طرف سے پھیر دیا جائے گا تاکہ پیتھ کے اندر بچے کا چہرہ قبیلہ کی طرف ہو جائے کیوں کہ ماں کے پیتھ میں بچے کا چہرہ ماں کی پیتھ کی طرف ہوتا ہے۔

پانچواں مسئلہ: کسی شخص کی باغی ام و ملکی، اس نے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کر لی پھر اس کے آقا کا انتقال ہو گیا، کیا اس پر اپنے آقا کی عدت و نفاس واجب ہوگی؟ ابو یوسف نے کہا واجب ہوگی، مسائل نے کہا نفی، ابو یوسف نے کہا عدت واجب نہیں ہوگی، مسائل نے کہا نفی، اگر شوہر نے دخول کیا تو عدت واجب نہیں ہوگی اور اگر دخول کا تحقق نہیں ہوا تو عدت واجب ہوگی۔

ابو یوسف کو اپنی کم علمی کا احساس ہوا اور دوبارہ ابو حنیفہ کی مجلس علم میں واپس آ گئے۔ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ آپ سے پہلے ہی پھل توڑنے لگے تھے۔ ایسا ہی احادیث الفیض میں ہے۔

مذہبِ گروہی میں ابو یوسف کی غلطی کی وجہ یہ تھی کہ وہ جب تیار ہوئے تو امام ابو یوسف ان کی عیادت کے لیے گئے اور فرمایا میں اپنے بعد میں مسلمانوں کا امام بنانا چاہتا ہوں، اب شافعیاب ہوئے تو انہیں اپنے اوپر کچھ گمان ہوا اور پھر امامی کی مجلسِ منتقدہ کرنی، امام ابو یوسف نے ابو یوسف کو روکا، وہ اپنی مجلس میں آتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ میں بس ایک دعویٰ کا مسئلہ لے آیا، سبحان اللہ! تعجب ہے ایسے شخص پر اللہ کے دین میں کلام کرتا ہے، مجلس سنا تا ہے اور اسے ہارے کا مسئلہ بھی طرح نہیں معلوم، پھر فرمایا جو شخص یہ سمجھ لے کہ اب اس علم کی ضرورت نہیں اسے اپنے اوپر ماننا چاہیے۔ (۹۰)

یہ واقعہ ابو یوسف کے ابتدائی زمانے کا ہے اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ آخری وقت میں

ابو یوسف کی ابو حنیفہ کی مجلس علم سے غیر حاضری

فریقین کا محکمہ نے اپنی کتاب الادب والخطوط کے باب حکایات میں ذکر کیا کہ جب ابو یوسف درس و تدریس کے لیے ابو یوسف کو مامور بنایا گیا تو ابو یوسف نے ایک شخص کو بھیجا کہ وہ ابو یوسف سے چالیس مسائل کے بارے میں سوال کرے۔ اسے اسی صبحی اور خطیب وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے۔ (۸۹)

پہلا مسئلہ: دھوبی نے اس بات کا انکار کر دیا کہ اس نے کپڑے دھونے کے لیے لیے تھے اور پھر دھو کر لے آیا۔ ایسی صورت میں وہ اجرت کا مستحق ہوگا یا نہیں؟ ابو یوسف نے جواب دیا کہ وہ اجرت کا مستحق ہے۔ مسائل کے نگاہ غلطہ ابو یوسف نے کہا کہ اسے اجرت نہیں ملے گی۔ مسائل کے نگاہ یہ بھی غلطہ پھر مسائل نے کہا کہ اگر انکار سے پہلے اس نے کپڑا دھوا تو تھا تو اجرت کا مستحق ہوگا ورنہ نہیں۔

دوسرا مسئلہ: نماز میں سنت کے ذریعہ داخل ہوتے ہیں یا فرض کے ذریعے؟

ابو یوسف نے جواب دیا: فرض کے ذریعے سے مسائل کے کیا غلط؟ ابو یوسف نے کہا سنت کے ذریعے سے مسائل کے کیا غلط؟ ابو یوسف حیران ہوئے تو مسائل کے کہا فرض اور سنت دونوں ہی کے ذریعے سے نماز میں داخل ہوا جاتا ہے، کیوں کہ تنبیہ فرض ہے اور باجھڑا احکامات۔

تیسرا مسئلہ: ایک پرندہ چوہے پر رکھی ہوئی ہڈی میں گر گیا، ہڈی میں شور بہ دار گوشت تھا، ایسے گوشت کو کھایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ ابو یوسف نے کہا کھایا جانے کا مسائل نے کہا غلط، ابو یوسف نے کہا نہیں کھایا جائے گا مسائل نے کہا غلط، پھر مسائل نے کہا اگر گوشت پرندے کے مرنے سے پہلے جھوٹا چاقا تھا تو میں بار اسے دھو کر کھایا جائے گا اور شور بہ ٹھیک دیا جائے گا، دونوں نہیں چھینکے جا سکتے۔

اجتہاد مطلق کے درجے پر فائز نہیں تھے اور نہ ہی یہ مطلب نکالا جاسکتا ہے کہ وہ مجتہد فی المذہب تھے کیوں کہ فقہ کے مختلف درجات اور مراحل طے کرنے کے بعد ہی اجتہاد مطلق کے درجے پر پہنچنے والا ان واقعات کی کوئی حیثیت نہیں جو عقوان شباب یا اوّل عمر میں واقع ہوئے مگر امام ایک وقت ایسا آیا جب وہ علم میں پختہ ہو گئے اور اپنے استاذ کے بچے جانشین بھی بن گئے۔ اس میں کوئی تعجب کی بات بھی نہیں کہ جو ان لوگ تھے کہ استاذ کی مرسلے میں اپنے اوپر نازاں ہو جائیں اور پھر بعد میں صحیح سمت میں چل پڑیں، ایسا خود امام اعظم کے ساتھ بھی ہوا تھا کہ ایک وقت اپنے استاذ حاد کی مجلس سے الگ ہو گئے پھر کچھ دنوں بعد استاذ کی مجلس میں لوٹ آئے اور وفات تک پھر کبھی ساتھ نہیں چھوڑا، یہ ایک طویل داستان ہے۔ امام اعظم کا اپنے استاذ حاد کے ساتھ پابندی کے ساتھ رہنے کا واقعہ نہیں نے ابن حجر کی کتاب لست المخطی علی مافی الاختلاف فی اللفظ میں ابو شیخ کی تاریخ اصفہان کے حوالے سے بیان کیا ہے جس میں بڑی عبرت انگیز باتیں ہیں۔

(۱۶) یہ روایت حدیث کی متعدد کتابوں میں مختلف الفاظ کے ساتھ موجود ہے، صحیح بخاری میں حضرت ام المومنین عائشہ سے اس طرح مروی ہے: "بسم اللہ قریۃ لرضاء، برہقۃ بعصا، یضعی سفینا، باذن ربنا" (صحیح بخاری حدیث نمبر ۵۱۱۳) صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۱۸۲ (ترجمہ: ۱۱) اسے صاحب کے ساتھ ۱۲۰۷ھ میں کئی کئی ائمہ قرآنی کے علم سے تیاروں کے لیے شفا ہے)

حوالے سے ہیں، لہذا ان دونوں کے اقوال ابوحنیفہ کے ہی اقوال سے ہوں گے، اس لیے ان کو ابوحنیفہ کے مذہب میں شمار کرنا بھی صحیح ہے۔

اپنے اس جواب پر شیخ نے دونوں اماموں سے مروی اقوال کو دلیل بنایا ہے اگرچہ ان مابین نے اسے پسندیدہ قرار دیا ہے مگر یہ عمدہ نہیں، اس لیے کہ اس کا اعتقاد اس پر ہوگا جو زہد میں کمال نے عبادت فقیہ میں کہا ہے کہ ”یہ دونوں اصول میں امام کی مخالفت نہیں کرتے ہیں“ حالانکہ یہ خلاف واقعہ ہے بلکہ یہ دونوں بہت سارے اصولی اور فروعی مسائل میں اختلاف کرتے ہیں جیسا کہ مجتہد مطلق کی شان ہوتی ہے، ان دونوں کو مجتہد فی المذہب کے مرتبے میں شمار کرنا حقیقت کے خلاف ہے، یہ اور بات ہے کہ ان دونوں نے اپنے آپ کو ابوحنیفہ کی ہی طرف منسوب کیا ہے، یہ کیا جانتے تو ہے جادہ ہوگا کہ ان سب کے مجموعی نظریات پر حنفی مذہب کا اطلاق کرنا ایک اصطلاح بن گئی ہے جس میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ یہ بات گزر چکی ہے کہ ابوحنیفہ کا مذہب ایک پوری جماعت در جماعت کا کٹھ ہے۔

ان میں ہر قول کا مصدر اجتہاد مطلق پر مبنی ہے، ہر ایک کی اپنی دلیل ہے، لہذا دونوں اماموں نے جہاں کہیں حکم کی دلیل کو جان لیا جس طرح کہ ابوحنیفہ جان لیا کرتے تھے تو ان کی موافقت رکھتی، یہ موافقت اجتہادی تھی تقلیدی نہیں اور جب دلیل حکم کے مخالف ہوئی تو مخالفت بھی کی لہذا دونوں کا امام کے ساتھ کسی پر متفق ہو جانا تقلید کی دلیل نہیں بلکہ ان میں بعض کا دوسرے کی طرح

۹۶ (مصرعی سابق ص ۳۳۸)

۱۰۰ (۱) مؤلف نے اپنی کتاب مذہب الحنبلیہ میں مختلف مقامات پر بالخصوص مقدمہ میں اس مذہب کے پیروکاروں کے درمیان قصبہ اور نزاع کے سبب پر بذیل تفصیل بحث کی ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں پہلے تو انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی شان میں اہم ترین فضائل اور اہم ترین معجزات ابوحنیفہؒ کی خدمتِ نبویؐ کے بارے میں اہم ترین احادیث کو نقل کیا ہے۔ ان میں ان کے درمیان گھر سے تعلقات اور ایک صدمہ کے گئے اچھے بندہ کا ذکر کہ ہر ایک کی کتابوں کے لئے سے کیا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ”ہمیں وہی اور احرام کا بندہ ہمارا ہمارا چچا ہا، کھڑکی اقتدار سے نکاح سے ہم منصب پر اختلاف کی کھڑکی تھی دوسرے مذہب کے ایسے علما جن کا یہ کہ کوئی حرج نہیں تھا، کو یہ بات بھرا بھی گئی، انہوں نے دنیا حاصل کرنے کی غرض سے اس کو ایک بد اسلحہ بنالیا، امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حق کا انکار کر دیا، حنفی مذہب کے خلاف جموں کو دس گز دروازوں کی اشاعت کرنے لگے اور ان دروازوں کو اپنی تبلیغات میں چھوڑ گئی، وہی باہر سب حدیث کا ایک مسئلہ میں بد چل کا اثر آج بھی پوری دنیا میں پھیل گیا جا رہا ہے (مذہب الحنبلیہ ص ۳۳۸)“

مذہب یوسفی کی تدوین حنفی مذہب کے ساتھ کیوں؟

زفر بن ذہیل، ابو یوسف اور محمد بن حسن نے اصول اور فروع دونوں ہی مسائل میں ابوحنیفہ کی مخالفت کی ہے جیسا کہ مذہب حنفی کے اصول اور فروع پر لکھی ہوئی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے، اس کے باوجود ان کے افکار و خیالات مذہب حنفی کی کتابوں میں ابوحنیفہ کے خیالات کے ساتھ مرقوم ہیں اور ان اختلافات کے باوجود ان سب کے مجموعے کو حنفی مذہب شمار کیا جاتا ہے بلکہ احناف سے یہ بھی مخصوص ہے کہ مذہب حنفی میں فتویٰ ایک یا دو ابوحنیفہ کے قول پر ہوتا ہے تو دوسری بار ان میں سے کسی ایک کے قول پر۔ یہ اتنا بڑا اشکال تھا کہ شعبان گیارہ سو پانچ ہجری (۱۱۰۵ھ) میں شریف مکہ سعد بن زید رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے متعلق اس طرح سوال کیا گیا کہ آپ کا کیا خیال ہے امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبزادے ابو یوسف اور محمد کے مذہب کے بارے میں کیوں کہ ان میں سے ہر ایک شریعت کے چار اصول کتاب، سنت، اجماع، اور قیاس میں مجتہد ہے اور ایک ہی مسئلے میں ان میں سے ہر ایک کا مستقل نظریہ ہے جو دوسرے کے خلاف ہے، آپ ان تین مذہب کو ایک ہی مذہب کیسے قرار دیتے ہیں؟ ہر ایک کو ابوحنیفہ کا ہی مذہب کہتے ہیں؟ اور جو شخص ابو یوسف یا محمد کا مقلد ہوتا ہے اس کو بھی آپ حنفی ہی کہتے ہیں، حنفی تو وہی شخص ہے جو صرف ابوحنیفہ کے افکار و خیالات کا پابند اور مقلد ہو؟

اس سوال کا جواب اس وقت شیخ عبدالغنی نابلسی نے اپنے مستقل رسالے الحساب الشریف للحمضرة الشریفة فی ان مذہب ابی یوسف و محمد هو مذہب ابی حنیفہ میں دیا۔ ان کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں کی رائے ابوحنیفہ کی ہی روایات کے

عقلم کی دلیل پر مطلع ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ مانا جائے تو دنیا میں کسی مجتہد مطلق کا وجود ہی نہیں ہوگا کیوں کہ عام طور پر مجتہدین مسائل میں ایک دوسرے سے متعلق ہوتے ہیں، جہاں تک اس طرح کے مسائل پر بات ہے کہ ان دونوں کے تمام اقوال ابوحنیفہ کے ہی اقوال ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی مسئلے میں مختلف احکام کا احتمال ہو کر تا تو ابوحنیفہ اس سے اپنے اصحاب کو احتیاج کا طریقہ اور اس کے رائج ہونے کے دلائل کی تحقیق کر لیا کرتے تھے کسی مسئلے کو رائج قرار دینے کے بعد پھر اس کا رد کرتے اور پہلے کے دلائل پر رد کر دیتے اور دوسرا احتمال دلائل کی روشنی میں رائج کر دیتے، پھر تیسرا احتمال پیدا کر دیتے اور دوسرے کا دلائل سے رد کر دیتے، اس طرح مرحلہ وار اپنے اصحاب کی تحقیق کراتے یہاں تک کہ ایک خاص حکم پر جا کر رائے مستقر ہو جاتی اور نو عمر کے بعد مسائل کے رجحان میں اسے درج کر لیا جاتا۔ کئی مسائل ایسے ہوتے جو ابوحنیفہ کے نزدیک ہی رائج ہوتے، اس پر سب لوگوں کا اتفاق نہیں ہوتا اور اس میں صرف ان کے اجتہاد کو غرض ہوتا تو یہ رائج رائے ایک اعتبار سے ان کا اپنا قول ہوتا اور ایک اعتبار سے ابوحنیفہ کا کہیں کہ ابوحنیفہ ہی اس احتمال کے موجد ہوتے اور پھر دلائل قائم کرنے والے بھی پہلے وہی ہوتے، اگرچہ بعد میں اس نظریے کے خلاف ہو جاتے، اس کی مثال دوسرا روایت ہے جسے ابی حوام نے محمد بن احمد بن حماد سے روایت کیا، انہوں نے محمد بن شجاع سے انہوں نے حسن بن ابی مالک، مہاسب بن ولید، بشر بن ولید اور ابی زازی کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم نے ابو یوسف کو کہتے ہوئے سنا کہ:

”میں نے کوئی ایسا قول نہیں کیا جس میں میں نے ابوحنیفہ کی مخالفت کی مگر یہ کہ وہ ایسا قول ہوتا جو خود ابوحنیفہ پہلے کہہ چکے ہوتے پھر بعد میں اس سے رجوع کر لیتے۔“

گر دریں نے نیا سواری سے حکایت کی کہ ابو یوسف جب منصب قضا پر فائز کیے گئے تو ان کے پاس اسامیل بن حماد بن امام ابوحنیفہ آئے، اسی وقت ان کے پاس دو فریق اپنا مقدمہ لے کر بھی آئے، جب فیصلہ کی گھڑی آئی تو امام کے قول پر فیصلہ دیا۔ اسامیل نے کہا کہ آپ تو اس مسئلے میں امام کے مخالف نظریہ رکھتے تھے؟ ابو یوسف نے جواب دیا ہم لوگ اس لیے مخالفت کرتے تھے کہ ان کے پاس جو کچھ علم ہے وہ نکال لیں اور جب فیصلہ کا وقت آتا ہے تو ہماری رائے پیش کی

رائے سے بڑھ کر نہیں ہوتی۔ (۹۱) اس طرح کی حکایت محمد بن حسن سے بھی مروی ہے۔

ابن حوام نے ابراہیم بن احمد بن سہل سے روایت کی، انہوں نے قاسم بن عثمان سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے ابی سلیمان جوزجانی سے، انہوں نے محمد بن حسن سے، وہ کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ بغداد آئے تو ان کے تمام اصحاب جمع ہو گئے جن میں ابو یوسف، زفر، اسد بن عمر اور ان کے دیگر حلقہ میں فقہا اصحاب تھے، ان سب کے سامنے ایک مسئلہ آیا ہوا تھا جس کا وہ دلائل سے حرجین کر چکے تھے اور اپنے دلائل سے مطمئن بھی تھے، مگر سب کی یہ رائے ہوئی کہ جب ابوحنیفہ پہلے پہل آئیں گے تو ہم لوگ ان سے پوچھیں گے، جب ابوحنیفہ آئے تو سب سے پہلے ان لوگوں نے وہی مسئلہ پوچھا تو امام ابوحنیفہ نے ایسا جواب دیا جو ان لوگوں کے جواب سے مختلف تھا۔ وہ لوگ چیخ مچا کر ابوحنیفہ تمہیں پر دیکھی پن نے یہ موقف بنا دیا ابوحنیفہ نے کہا تمہارے اسی جلد بازی سے کام نہ لو، تمہاری کہہ رہے ہو؟ ان لوگوں نے کہا آپ جیسا حکم بیان کر رہے ہیں جیسا کچھ بھی نہیں۔ امام نے کہا کچھ دلیل بھی آپ کے پاس ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کی پوری دلیل ہے، امام نے کہا پھر پیش کرو، ان لوگوں نے دلیل دی امام نے ان سے مناظرہ کیا اور دلیل سے ان پر غالب آگئے یہاں تک کہ وہ سب ابوحنیفہ کے قول کے محترف بن گئے اور یقین کر لیا کہ وہ سب غلطی پر تھے، امام نے کہا اب کچھ بھی آگیا؟ جواب دیا ہاں، پھر کہا کیا دلیل ہے تمہارا اگر کوئی ہے کہ تمہارا قول ہی صحیح تھا اور اب جھوٹا تم نے اپنا وہ قائلہ ہے؟ انہوں نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا، جسے قول صحیح ہے امام نے ان سے مناظرہ کیا اور پھر اس قول کی غلطی کا انہیں اعتراف کرنے پر مجبور کر دیا وہ کہنے لگے ابوحنیفہ تم نے ہمارے ساتھ حکم کیا، ہم ہی (۱۰۱) اے اللہ کا بھائی محمد! ایک شخص کی قسم کو کوئی چیز اس کی معرفت جیت کے عوض مدت معینہ کے لیے احادیث کے ساتھ اس شخص سے اس چیز کو جیت فروخت سے منع نہیں ہے، یہ صحیح ہے۔ (خلاصہ شہادۃ، مکرر شرح علی مسند امام مسلم، ج ۱ ص ۳۷ ص ۳۷۳)

۱۰۲ اصطلاحی معنی: ایک شخص کی قسم کو کوئی چیز اس کی معرفت جیت کے عوض مدت معینہ کے لیے احادیث کے ساتھ اس شخص سے اس چیز کو جیت فروخت کرنا ہے جس کی معرفت جیت ہونے پر یہ سب کا قرض لینے والا ہی صحیح ہے۔ (خلاصہ شہادۃ، مکرر شرح علی مسند امام مسلم، ج ۱ ص ۳۷ ص ۳۷۳)

حق پر تھے، امام نے کہا کیا خیال ہے تمہارا اگر یہ کہا جائے کہ پہلا اور دوسرا دونوں ہی قول غلط ہیں، یہاں ایک تیسرا احتمال ہے وہ بھی ہے؟ تو گوگوں نے کہا ایسا کبھی نہیں ہو سکا، امام نے کہا سنو اور تیسرا قول پیش کیا، مناظرہ کا معنی یہ ہے کہ وہ سب اس کے قائل ہو گئے اور بول پڑے ابو حنیفہؒ میں نے جان لیا امام نے کہا پہلا قول ہی صحیح ہے اور اس کی ہی علت اور دلیل ہے اس مسئلے میں یہی تین اقوال ہو سکتے ہیں، ہر ایک کی فقہ میں ایک وجہ ہے اور ہر ایک کا مذہب ہے، یہی صحیح ہے اس کو لے لو اس کے علاوہ اقوال کو رد کر دو۔

اس طرح وہ اپنے اصحاب کی فقہی مشق کرایا کرتے تھے اور مرعلہ دار نہیں فقہی معلومات سے روشناس کراتے۔ اس طرح مسائل میں بے شمار احتمالات کا ذکر ہوتا، کوئی ایک احتمال کسی کے نزدیک رائج ہوتا اور دوسرا دوسرے کے نزدیک، ان میں اکثر احتمال کے موافق خود ہوتے لہذا اکثر مسائل میں اختلاف امام کا ہی اپنے اصحاب کے سامنے پیش کرنے کی وجہ سے ہوتا اس اعتبار سے ابو یوسف اور محمد کے مذہب کو کتنی مذہب ہی سے تعبیر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، ان مسائل میں ان کے اکثر احوال کا اعتبار کیا گیا اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے (صحیح عرفۃ ج) عرفہ میں جمع ہونے کا ہی نام ہے (۹۲)

ابن ابی حوام نے محمد بن احمد بن حوا کے حوالے سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے ابن شہار سے روایت کیا، انہوں نے حسن بن ابی مالک سے انہوں نے ابو یوسف کو کہتے ہوئے شاکر ابو حنیفہ کے پاس جب کوئی مسئلہ آتا تو کہتے تمہارے پاس کوئی اثر ہے؟ اگر ہم کوئی اثر روایت کرتے اور ان کے پاس جو کچھ ہوتا وہ روایت کرتے اس کے بعد غور کرتے، اگر دونوں میں سے ایک سے متعلق آثار کی تعداد زیادہ ہوتی تو اکثر اثر والے قول کو اپنا لینے اور اگر دونوں قول سے متعلق برابر آثار ہوتے تو غور و فکر کر کے کسی ایک کو لے لیتے۔ ابو حنیفہ اپنے اصحاب سے کہا کرتے تھے کہ کسی کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ میرے حوالے سے کوئی گفتگو کرے جب تک وہ یہ نہ جان لے کہ میں نے کس دلیل پر اعتماد کر کے کہا ہے۔

یہی وہ طریقہ تھا جس نے دنیا کے گوشوں گوشوں سے مجروح و باطلان کے علاوہ فقہاء کے سینے مسائل

کے اخذ و رد سے متعلق بالکل کشادہ نہیں تھے بلکہ اکثر کا تو یہ حال تھا کہ جوان کے پاس رائے ہوا کرتی بغیر مباحثے کے اس کو امام کرا لیا کرتے روز پیش آمدہ مسائل کے جواب پر ہی اقتضار کر لیتے۔ تاہم امام شافعی نے حجازی اور عراقی دونوں ہی جمہوں سے شرح صدور کے ساتھ پوری سیرابی حاصل کی جس کے نتیجے میں دنیا پیش آمدہ فرضی مسائل سے جمل فصل ہو گئی اور لیکر خوب نشوونما حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کی خدمت کا صلہ عطا فرمائے اور ان سب سے اپنی رضا کا اظہار فرمائے، ہر ایک کا اپنا پناہ طریقہ ہے۔

(۱۰۶) الصغیر ج ۲ ص ۳۴

امام ابو یوسفؒ کے بڑے علمی کا نام ہے۔ ان کی تفصیلات تحقیق کا سرچشمہ ہیں جن میں "ابو حنیفہ"، "شافعی"، "ابو حنبل" و "مجتہدین" جلدوں میں ہے۔ ہر ایک جلد ان اور امام میں سے ایک کے تذکرہ پر مشتمل ہے انہیں اس کتاب میں انہوں نے ان کے حالات کا تفصیلی مطالعہ کیا ہے اور ہر چھوٹی بڑی چیزوں کا ذکر کر دیا ہے۔ ان کے حالات اور علمی کارناموں پر اتنی حدیث تحقیق ہے کہ اس سے محققین کے دل کشادہ ہو جاتے ہیں۔ ان کی یہ کتاب اگر کرام کے ذہن پر تحقیق سے متعلق ہے تب کا اضافہ ہے اس کتاب کے خلاف یہی طریقہ کے متفق ہونے سے حرام کے قند دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ میرے نزدیک اس کتاب میں کوئی ایسا نکتہ نہیں جس کا بکھینکنا اور (مؤلف)

(۱۰۷) امام ابو یوسفؒ نے اپنی کتاب میں اس اثر اور رد کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے دنیا و اہل سے مسائل کا حل کرتے تھے، انہوں نے پوری تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ خواہ مخواہ اس امام اعظم ابو حنیفہؒ شرعی اصول و ضوابط کی روشنی میں اپنے حلال کر کے آسانیاں دے کر دیتے تھے، یہاں کہ شریعت نام ہی آسانیاں کا ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے اپنی بات کو باہان کرنے کے لیے دلائل اور قرآن کی روشنی میں اس بات سے بھی انکار کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کی تفسیر صحابہ الحبل بھی ہے، مبادا انہیں سہارک کے قول "انکر کی" کے پاس ابو حنیفہؒ کی حساب الحبل ہے اور وہ اس کے مطابق اس سے نفی کرتے ہیں اس کا کچھ باطل ہے اور اس کی یہی پڑھائی ہو گئی "کایہ کہ رد کیا ہے کہ اس کتاب کا کسب و دہر ہی نہیں ہوگا یہ کتاب موجود ہوئی تو اس کا مطالعہ کرنے کے بعد کوئی اسے قائم کی یا کسی حق (یعنی مباحثہ کھٹے ملے پر)

خلفا کے ساتھ ابو یوسف کے بعض واقعات

جب ابو یوسف پہلی بار خلیفہ کے خاص افراد سے ملے تو دیکھا کہ بچے بن خالد ان سے یہ جاننا چاہتے ہیں کہ انھیں ماضی کے بادشاہوں، گزشتہ استوں، ایام عرب، اہلکی داستانوں اور اس کے علاوہ فنون جس کی فنی عہد میں ضرورت ہوتی ہے پر کس قدر مہارت حاصل ہے، ابو یوسف نے جب یہ اندازہ کر لیا تو ان سے بات چیت میں کمی کر دی اور اپنا وقت ان علوم و فنون کے مطالعے پر صرف کیا، تھوڑے ہی دنوں میں اپنی قوت حافظہ اور ذہانت و فطانت کی وجہ سے ان علوم میں ذہر و ست مہارت حاصل کر لی۔ پھر انھیں دوزیر بچنے سے بات کا موقع میسر آیا، دوزیر ان کی دست اطلاع اور مرہبہ علوم میں مہارت سے حیران رہ گیا، اس نے خیال کیا کہ ابو یوسف ان فنون میں پہلے سے ہی وسیع معلومات رکھتے ہیں۔ تاریخ شاہد عدل ہے کہ اس کے بعد اس نے ابو یوسف کی بڑی قدر کرنی شروع کر دی۔

ابن ابی حوام نے ابو عبد اللہ محمد بن ہارون بن محمد عباسی سے روایت کی، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی، انہوں نے ابو یحییٰ بن ابی یوسف سے انہوں نے سعید بن عثمان زبانیات سے وہ اپنے والد سے، ان کا بیان ہے کہ بعد کے روز شہر جعفر میں ہارون رشید منبر پر تھے کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا شروع کیا ”خدا کی قسم تم نے برابر ہی کا حق ادا نہیں کیا اور عایا کے ساتھ عدل و انصاف کا مظاہرہ نہیں کیا، تم نے ایسا کیا ایسا کیا“ اسے گرفتار کرنے کا فرمان جاری ہو گیا، گرفتار کر کے خلیفہ کے پاس لایا گیا، خلیفہ نے ابو یوسف کو بلا سمجھا ابو یوسف کہتے ہیں میں جب خلیفہ کے پاس گیا تو وہ یہ کہتے تھے اور اس شخص کی گردن دار پر چڑھی ہوئی تھی، جلا کوڑے لے لے تھارتھے، خلیفہ نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا ”یعقوب اس شخص کے ہاتھ میں کوئی ایسی بات کہو جو مجھ سے کسی نے بھی

(جواب پہلے کا ماحیہ) اس لیے یہ باتے میں کچھ فرق نہیں کہ یہ کتاب نام کی طرف لاد مشوب ہے۔ امام اعظم سے اس کتاب کی کئی میں امام ابو یوسف نے امام محمد کی طرف مشوب کتاب جعل کا بھی انکار کیا ہے بلکہ اس شخص میں امام محمد کے دو شاگردوں ابو سلیمان جزہ جانی اور امام ابو حنفیہ کی رائے نقل کی ہے۔ اول الذکر امام محمد کی تصانیف میں اس نام کی کسی کتاب کو خلیفہ کے راقوں کی کارستانی کہتے ہیں اور امام محمد کی تصنیف میں اس طرح کی کسی کتاب کو باطل خارج از امکان قرار دیتے ہیں، جب کہ دوسرے شاگرد ابو حنفیہ اس نام کی کتاب کو امام محمد کی ہی تصنیف سمجھتے ہیں اور امام حسن نے اسی رائے کو ترجیح بھی دی ہے۔ امام ابو زہرہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے کسی جیسے پر پہنچنا دشوار ہے کیوں کہ دونوں ہی خاص شاگرد ہیں اور ایک کا انکار اور دوسرے کا اثبات ضرور کچھ حق رکھتا ہے۔ ممکن ہے کہ جزہ جانی کے مطابق بعد اس کے راقوں کی ہی تہذیب ہو اور بعد کے لوگوں نے امام محمد کی طرف مشوب کر دی ہو، پھر جب اس مجسوعے کو ابو حنفیہ کے سامنے پیش کیے گئے ہیں کیا کیا تو انہوں نے اس کی توثیق کر دی (مختصر الامام حنفیہ مترجم ص ۱۳۶)

ابو یوسف اس کتاب کو کھائیں اور کہنا انہیں کی سند سے امام ابو حنفیہ کی طرف مشوب کر دیا گیا، دیکھیے نا تائب الحطب ص ۱۳۶ (مترجم)

فہم کہی، ابو یوسف کہتے ہیں نہیں ہے کہا "امیر المؤمنین ابی اکرم رضی اللہ عنہ سے بھی اس طرح کی بات کہی گئی ہے، قصہ مختصر یہ ہے کہ نبی اکرم رضی اللہ عنہ نے جب ایک بار کچھ تقسیم فرمایا تو کسی نے کہا یہ اسکی تقسیم ہے جس سے رضائے الہی کا قصد نہیں کیا گیا، نبی اکرم رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو بھونچا نہیں گھمایا اسے مخالف کر دیا۔" (۹۳)

ایک بار نبی اکرم رضی اللہ عنہ کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا عدل کرو، نبی اکرم رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا؟ اس شخص کو بھی آپ نے مخالف فرما دیا (۹۴) بلکہ اس سے سخت الفاظ آپ کو اس وقت کہے گئے جب آپ کے پاس زہر اور ایک انصاری کا مقدمہ آیا آپ نے پیچھے نہ زہر کے حق میں فیصلہ دیا دوسرے فریق نے کہا یا رسول اللہ آپ نے ان کے حق میں اس لیے فیصلہ کیا کہ وہ آپ کی پوجہ بھی کا بننا ہے، نبی اکرم رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو بھی مخالف فرما دیا (۹۵) کہتے ہیں اس کے بعد ہارون رشید کا غصہ شہدا ہو گیا اور حکم دیا کہ اس شخص کو رہا کر دیا جائے۔

ابن ابی حوام نے ابو یحییٰ بن مسرہ (عن محمد بن داؤد عباسی) کے واسطے سے بیان کیا کہ وہ کہتے ہیں ہم لوگ بعد ازیں تھے کہ رمضان کا مہینہ آ گیا، ہم لوگ ہر شام ہارون رشید کے گھر جایا کرتے تھے، جب عصر کی نماز سے ایک مرتبہ فارغ ہوئے تو حمید اللہ بن عباس، داؤد بن یحییٰ اور عبد اللہ بن سلیمان کو امداد آنے کی اجازت ملی، ان کے بعد قاضی ابویوسف، مابن عمران علیہما اور حسن لؤلؤی کو امداد داخل ہونے کی اجازت ملی، یہ لوگ ہارون رشید کے سامنے قضیہ مشکوٰۃ مصریہ دہا کرتے جب سورج نکل آیا ہمیں داخلگی کی اجازت ملی۔ ایک دن رشید ان کے پاس آئے اور کہا "مجھ سے جو پوچھنا ہے پوچھو، حسن لؤلؤی نے ایک بڑا پیچیدہ مسئلہ پوچھ دیا، ابو یوسف نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا اس طرح کے مسائل امیر المؤمنین سے نہیں پوچھے جاتے ہیں، پھر کہا امیر المؤمنین اس مسئلے میں ابو یوسف کا یہ قول ہے اور ان کی یہ دلیل ہے، امیر المؤمنین اس قول کو لینا پسند کریں گے؟ رشید نے کہا ابو یوسف کا قول لینا چاہیے، کیوں کہ ان کی دلیل اس بارے میں زیادہ قوی ہے، پھر کہا ابن ابی لیلیٰ کا فلاں مسئلے میں یہ قول ہے اور ان کی یہ دلیل ہے، امیر المؤمنین اس قول کو اختیار کرتا چاہیں گے؟ رشید نے کہا مابن ابی لیلیٰ کا قول

کیوں کہ ان کی دلیل زیادہ قوی ہے۔

راوی کہتے ہیں جب ہم لوگ ٹوٹ آئے تو ابو یوسف نے لؤلؤی سے مخاطب ہو کر کہا "اے کزور انسان! اس طرح بے چہدہ مسئلے خلفائے پوچھے جاتے ہیں؟ اگر تم میں سے کسی سے پوچھ لو تو وہ نہیں بتا سکتا کہ لؤلؤی نے کہا پھر انہوں نے ہم سے یہ کیوں کہا جو چاہو پوچھو، پھر کہا رشید جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو اپنا ہاتھ حمد کی جگہ رکھتے ہیں اور پھر چہرہ پڑھتے ہیں، حسن نے کہا امیر المؤمنین کا یہ فعل بدعت ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟ (امیر المؤمنین سے جب پوچھا تو) انہوں نے کہا نہیں نے اپنے آپا واجد او کو ایسا کرتے دیکھا ہے اس لیے نہیں ان کی اقتدا کرتا ہوں۔ ابو یوسف ان کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا اسے کچھ بھی علم نہیں، پھر لؤلؤی سے مخاطب ہو کر کہا کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ نبی اکرم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص پر دم اس طرح کیا کہ اس نے ہاتھ پر لعاب دہن لگایا پھر اسے زمین پر رکھا اور یہ کلمات کہے: "زیق بمعصنا بقرۃ اوحنا بشفعی مر یضنا باذن اللہ۔" (۹۶)

جب لوگ تو ہارون نے لؤلؤی کو نکلیں میں شریک ہونے سے روک دیا۔

حسن بن زیاد سے مروی ہے کہتے ہیں ہم لوگ ایک دن ابو یوسف کے دروازے پر ان کا ہاتھ رکھ کر رہے تھے کہ ہم نے دیکھا وہ رشید کے گھر سے مسکراتے آرہے ہیں، پھر کہا آج امیر المؤمنین کے سامنے ایک عجیب مسئلہ پیش ہوا، امیر المؤمنین کے پاس یہ بات پیش کی گئی کہ اگر مہینا کے قاضی کے پاس دو دھوئیں اپنے گھڑے کا مقدمہ لے کر آئیں، مقدمہ کچھ اس طرح تھا کہ دونوں کہیں سے پانی بھر کر لا رہے تھیں، ایک جگہ دونوں نے آرام کرنے کی غرض سے اپنا گھڑا رکھا، اس اثنا میں ایک کا گھڑا دوسرے کے گھڑے پر گر گیا اللہ دونوں ہی گھڑے ٹوٹ گئے دونوں اپنا مقدمہ قاضی کے پاس لے کر آئیں اور ہر ایک دوسرے کے چارے کے گھڑے میں سے پانی کیوں نہ لے کر گھڑا میرے گھڑے پر گر پڑا اور ٹوٹ گیا، قاضی دونوں کو دیکھنے لگا اور مدعی اور مدعی علیہا میں کچھ فرق نہیں کر سکا سپاہی سے کہا ان دونوں کو تھوڑی دیر بعد لاؤ، سپاہی نے ان دونوں سے تھوڑی دیر بعد آنے پر درالکتب اسرہر میں جو کتاب اس نام سے ہے ان کی تالیف نہیں ہے اگرچہ دونوں کا مکان یہ ہے کہ ان کی تالیف ہے۔ (مؤلف)

کہا تو دونوں شور مچانے لگیں، قاضی نے انہیں دوبارہ باہر پھر گھڑے کا واقعہ کہنے لگیں، قاضی ان کی طرف دیکھنے لگا اور پھر پچاسی سے کہا انہیں بعد میں حاضر کرو، پھر دونوں شور مچانے لگیں، قاضی نے جیاتی سے کہا جاؤ دونوں کو دو گھڑے خرید کر دو تاکہ میری جان چھوٹ سکے۔ جب شام ہوئی تو قاضی اپنے ایک خاص آدمی سے بات کرتے ہوئے پوچھنے لگا کہ لوگ ہمارے بارے میں کیا باتیں کر رہے ہیں؟ انھیں نے کہا لوگ کہہ رہے ہیں کہ قاضی نے گھڑے کا فیصلہ نہیں کیا اس لیے کہ اسے جرم ثابت نہ ہوا، قاضی نے کہا سبحان اللہ! کیا لوگ اس سے خوش نہیں کہ جس مقدمے کا فیصلہ کر سکتا ہوں تو کرنا ہوں اور اگر مجھ میں شک تھا تو جرم ثابت نہ ہوتا ہوں۔

ابو یوسف کہتے ہیں نہیں نے کہا امیر المومنین یہ قاضی ہوا دانا انسان ہے اس کا عقیدہ بڑا دینا چاہیے تاکہ وہ جرم ثابت بھی کر سکے اور رشید نے ہر بینے ایک ہزار درہم اس کی تحفہ میں اضافہ کر دیا۔ حسن بن زیاد کہتے ہیں ہم نے ابو یوسف سے پوچھا اس مسئلے کا جواب کیا ہو سکتا ہے؟ ابو یوسف نے جواب دیا اگر ان دونوں نے گھڑا ایسی جگہ رکھا تھا جہاں عام طور پر مسلمان آرام کرنے کے لیے ٹھہرتے ہیں تو ان میں کوئی بھی جانی نہیں اور اگر ان دونوں نے اپنے گھڑے مسلمانوں کے آرام کرنے کی جگہوں رکھے، پھر گھڑا چھوٹ گیا تو ہر ایک دوسرے کے حق میں جانی اور قصور وار ہے اور ہر ایک کو دوسرے کے گھڑے کی قیمت چکانی پڑے گی، اور اگر ایک کا گھڑا آرام کرنے کی جگہ پر تھا اور دوسرے کا اس حدود سے باہر تو جس کا باہر تھا وہ قصور وار ٹھہرے گی۔

اسد بن فرات سے مروی ہے کہ ابو یوسف مقدمے کا فیصلہ بارون رشید کے سامنے کیا کرتے تھے، ایک بار مقدمہ سامان دونوں میں سے کسی سے متعلق تھا تو رشید دو دونوں بیٹھ گئے اور ابو یوسف کی طرف رخ کر لیا یہاں تک کہ فیصلہ ہو گیا، پھر کہا اسی طرح مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں سب کو کرنا چاہیے تاکہ یہ فیصلہ نافذ کیا جاسکے۔

صمری نے وہ واقعہ بھی ذکر کیا ہے جس میں یہ ہے کہ ایک مسلمان نے کسی ذمی کو بالقصد قتل کر دیا تھا، اس پر وہیں بھی قائم کر دی گئی تھی، قاتل کو قید کر دیا گیا، کچھ لوگوں نے اشعار میں ابو یوسف کی بھوس بنیاد پر کی کہ انہوں نے کافر کے عوض مسلمان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، پھر معاملہ رشید تک پہنچا، ماس کی خواہش ہوئی کہ قصاص ساقط ہو جائے اور ابو یوسف نے قصاص ساقط

اس لیے کر دیا کہ مقتول کے ولی یہ ثابت کرنے میں ناکام رہے کہ مقتول جزیہ ادا کرتا تھا۔ (۹۷) یہ مسئلہ کہ مسلمان اگر کسی ذمی کو قتل کر دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟ اختلافی ہے، ماس کی تفصیل مفصلات میں شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہے۔ قرطبی نے کہا ابو یوسف نے قاتل کو قید کرنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ مقتول کے حالات کا کچھ پتہ چل سکے جس سے قصاص واجب ہو سکتا تو اس کے قاتل سے قصاص لیا جاتا یا کوئی ایسی مقتول وہ سامنے آ سکتی جس سے قصاص ساقط کر دیا جاتا، لہذا جب یہ ظاہر ہو گیا کہ ایسی مقتول وہ موجود ہے تو قصاص لینے کا حکم واپس لے لیا۔

حنافین نے اس بات پر اعتراض کیا ہے کہ اگر ان کے نزدیک قصاص واجب ہو گیا تھا تو اس حیلے سے کیسے اسے ساقط کر دیا اور اس کا قصاص ثابت ہی نہیں ہوا تھا تو ان کا واجب ہی کیسے کیا؟ قرطبی نے حنافین کے اس اعتراض کو مقام اجتہاد پر اعتراض کر دیا ہے، اس کے بعد اس پر تفصیل کے ساتھ دلائل ذکر کیے ہیں اور وہ دلائل بڑے خوب ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ رشید کی خواہش شریعت کے اس حکم کے مطابق تھی جس سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے، مگر ابو یوسف کے نزدیک قصاص واجب ہو چکا ہوتا تو وہ اس کو قید ہی نہیں کرتے بلکہ اسی وقت اس کو نافذ کرنے کا حکم صادر کرتے۔

ابن عبد البر نے کہا ابو یوسف چیف جسٹس ہیں انہوں نے تین خلفاء کے عہد میں قضا کا فریضہ انجام دیا، منصب قضا پر عہد کی گئے کچھ عہد تک قاضی رہے، ہادی کے زمانہ خلافت میں اسی منصب پر رہے اور پھر رشید کے زمانے میں اسی منصب پر رہے، رشید ان کا بیڑا احترام کرتا تھا، وہ رشید کے نزدیک بڑے مرتبے والے تھے۔ (۹۸)

ابن عبد البر نے ابن جریر کے حوالے سے یہ بھی روایت کیا کہ ابو یوسف بڑے فقیہ، عالم، حافظ اور کثیر اللہ تھے، کچھ محدثین نے ان پر اے کا لقب فرمایا، اس کا احترام، خلیفہ (۹۸) کا عہد ہی حقیقتاً ۱۸۸ھ (۱۰۹۷ھ) تک بدلتا ہے، ۱۸۸ھ کا عہد اس میں ملوثی کی کتاب پر خلیفہ ہونے کے اصحاب سے متعلق ہے، یہاں مذکور ہے کہ ان کا لقب فرمایا، اس کا احترام، خلیفہ ہونے کے لیے تیار ہیں، انھیں قضا سے دعا ہے کہ وہ جلد از جلد دھرم عام پر آجائے۔ ان علی موم پر صمری کی کتاب میں ہائے کے لیے تیار ہیں، یہ دونوں کتابیں ایک ہی نسخہ میں جمع ہیں۔ (مذکر) (۱۰۹۷ھ) (۱۸۸ھ) (۱۰۹۷ھ) (۱۸۸ھ)

کی صحبت اور منصب قضا پر رہنے کی وجہ سے ان کا حدیث سے اجتناب کرنا بیان کیا ہے (۹۹)۔ اس کے بعد ابن عبد البر نے کہا یحییٰ بن یمن ان کی تعریف کیا کرتے تھے اور ان کی توثیق بھی کرتے تھے لیکن دوسرے تمام محدثین تو وہ سب ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب سے دشمن کی طرح سلوک کرتے ہیں۔

ابن عبد البر جب مشرق اسلامی کی طرف کوچ کر گئے تو مشارقہ کے بہت سارے ایسے اقوال جو احناف کے خلاف تھے ان کی نگاہ سے اوچھل ہو گئے، اس سے قبل انہوں نے ان میں سے بہت سارے اقوال نقل کیے تھے۔ محدثین کی احناف سے تنگ نظری کے اسباب و اسباب الحطیب (۱۰۰) میں مفصل ذکر ہیں۔

پیچیدہ مسائل کا حل اور فقہی تدابیر

امام ابو یوسف کی طرف بہت سارے ایسے مسائل منسوب ہیں جن میں لوگ حرج کا شکار تھے آپ نے اپنی وقت فہم سے ان سب میں ایسے حلے چلے گائے جس سے لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا ہو گئیں اور مسائل سے بغیر جان چھوٹ گئی۔ میں نے وہی کی کتاب زغل العلم پر جو حاشیہ لگایا ہے اس میں ذکر کیا ہے کہ اسلامی قوانین میں ایسا حیلہ تلاش کرنا جس سے قوانین ہی بے معنی ہو جائیں ان اشخاص سے صادر ہو سکتا ہے جن کا ایمان کمزور اور جن کا یقین پیار ہے، تاہم مازق اور وحید کی سے نکلنے کے لیے احقاقِ باطل اور ابطال حق کے بغیر باریک بینی سے حلے اس طور پر تلاش کرنا کہ نص سے کوئی تضاد لازم نہ آئے واللہ رسول کے نزدیک پسنیدہ امر ہے، مطلق اور غلبہ کا طریقہ کار ہے، اور ان میں مختلف وجوہ پیدا کرنا قوت و فہانت اور براعت استدلال کی نشانی ہے۔ بشرطے کہ حق کو جھوٹ اور جھوٹ کو حق ثابت نہ کیا جائے۔

جرات مند افراد تمام کر کے حیلہ تلاش کرنے والے قضا کا تعلق دیر تک منصب قضا سے رہا ہے۔ برے حیلوں میں ایک یہ ہے کہ ایسے شاذ قول پر ٹوٹی دیا جائے جس کی کوئی دلیل نہ ہو اور ہو بھی تو ایسی ضعیف روایتوں پر اس دلیل کا مدعا ہو کہ نقد و نظر کے آگے ذرا بھی نہ ٹھہر سکے، مایا وہ لوگ کرتے ہیں جن کا زبردور سے بہت کم تعلق ہوتا ہے، ایسوں کا اللہ ہی جگہ پاں ہے۔

امام ابو یوسف کی طرف جو یہ منسوب ہے کہ انہوں نے کسی شرعی مسئلے میں حیلہ اختیار کر کے ایسا جواب دیا تھا جس کی بنیاد پر وہ رشید سے قریب ہو گئے تھے اور جس کی بنیاد پر انہیں منصب قضا ملا تھا، بالکل ایسا ہی مجموعہ ہے جیسا کہ امام مالک کی طرف یہ منسوب ہے کہ انہوں نے رشید کے

(پیر کچھلے مٹے کا حاشیہ) کا فی حدیث میں مہری کی کتاب حیدر اسی حنفیہ ۱۸۸۵ء میں عالم اکبر بیروت سے چھپ کر مہر مام بر آجکی ہے، تاہم نے جگہ جگہ اس سے استفادہ کیا ہے۔ ابن ابی امام کی کتاب لب تک لایمیری کی نسبت ہے ماضی ثانی سے دما ہے، مگر بھی جلد اولہ چھپ کر مہر مام بر آجائے (حزیم)

لیے مسائل میں رخصت پیدا کر دی تھی، جس کا بیان العسر المحزو الیہ میں ہے۔ اس کے جھوٹے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ابو یوسف قوسہدی کے زمانے میں ہی عہد قضا پر فائز ہوئے تھے، ہادی کے زمانے میں بھی قضا سے منسلک رہے اور یہ سلسلہ رشید کے عہد تک چلا رہا جیسا کہ معانی وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور اس مدت میں انہوں نے کسی طرح کی کوئی پالیسی یا نکل نہیں کی جیسا کہ ان کی کتاب الحراج کے مقدمہ اور ان کی حیات پر لکھی جانے والی کتابوں سے ظاہر ہے۔

تذکرہ نگاری بالخصوص علامہ (احناف و شوافع) سے متعلق تذکروں میں ذہنی کا مقام روایت معروف ہے، انہوں نے ابو یوسف کے علم کو فاضل، ہنر مند و ورع پر پورا ایک جز تالیف کیا ہے اور اس رسالے میں خوب تعریف کی ہے، اس کے باوجود انہیں کے شاگرد جعفر بن ابی نعیم نے الطبیقات السکریہ (ج ۱ ص ۱۹) میں کئی احسان اور شوافع احمد پر ان کی زبان درازی نقل کی ہے۔ محمد بن حسن نے "فتح صیغہ" (۱۰۱) کے بارے میں کہا یہ میرے نزدیک جہاڑ کے محل ہے، ابو یوسف نے جو اس کو جائز قرار دیا ہے تو لوگوں نے اس کو یمن کے مالک کی طرف لوٹ جانے کی صورت پر محمول کیا ہے، لہذا ان دونوں کا اس مسئلے پر اتفاق ہو گیا۔

خطیب نے معانی شہروانی کے حوالے سے تخریج کیا ہے کہ جعفر کی والدہ جس طرح چاہیں ابو یوسف سے فتویٰ لے لیا کرتیں، وہ ابو یوسف کو جتنے تحائف بھی دیا کرتی تھیں، ابو یوسف لوگوں کی موجودگی میں اسے لینے سے انکار کیا کرتے تھے۔ (۱۰۲) اس واقعے کی سند میں حسین بن قاسم کوکی ہیں، یہ اخباری ہیں، منکر روایت کرنے میں مشہور ہیں، ابن حجر نے لسان المہذب میں ان کے بارے میں کہا یہ مشہور اخباری ہیں، انہیں نے ابن کثیر و استاد کے ساتھ مروی خبروں میں بہت مناکیر پائے۔ اس کے بعد ابن حجر نے وہی بات لکھی جس کا ذکر معانی نے کیا اور ضعیف اخبار کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ یہی وہ ہیں جن کے احوال سے متعلق خطیب کا نظریہ بالکل مثبت ہے کیوں کہ انہیں اس کے نزدیک وہ سب کچھ مل جاتا ہے جس کی انہیں ضرورت ہوتی ہے۔

معانی نے محمد بن حسن بن زیاد نقاش کے حوالے سے ابو یوسف کا جعفر کی والدہ سے ہونے والے اخبار کا ذکر بھی کیا ہے۔ (۱۰۳) یاد رہے کہ "نقاش" مشہور کذاب ہے۔

بطلین معانی عن محمد بن ابن ہرث صف ہار یہی بخاری اور صف کار شد کو بہر کردیے کا ابو یوسف

کا فتویٰ بھی نقل کیا ہے تاکہ ہادی کے مالک (جس نے یہ قسم کھار لی تھی کہ نہ تو اسے بیچے گا اور نہ ہی بہر کرے گا) کا حاثت ہونے سے بچایا جاسکے، (۱۰۴) اس کے ساتھ ساتھ دو صفحات میں کئی ایک دلچسپ لطیفوں کا بھی ذکر ہے، جب کہ اسی ابن ہرث کے بارے میں خطیب نے ہی (ج ۳ ص ۲۸۸) لکھا ہے کہ یہ بڑا جھوٹا قاضی ہے کہ کذب کی برائی بڑی مشہور تھی۔

عقلی نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ ابو یوسف قیصوں کا مال مضارب کے طور پر دے دیا کرتے تھے تاکہ اس کا منافع خود لے سکیں، (۱۰۵) اس کی سند میں "احمد بن علی آپا" ہے، ہمارے اصحاب کے خلاف اس کا تعصب بڑا عجیب و غریب قسم کا ہے جیسا کہ خطیب کے نزدیک اس کی مروی روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے اور متعصب، سرکش فحش کی روایت محمد بن کے نزدیک غیر مقبول ہے تاہم یہ بات بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کا مال قاضی کے پاس بطور امانت ہوتا ہے اگر اس سے بطور زیادتی کے ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان واجب نہیں۔ یونہی جہنم کے مال پر ان کے مذہب کے مطابق ضمان پر ذکاوت ہے، تو انہوں نے اگر مضارب پر کیا تو ضمان کی حیثیت سے کیا اس لیے کہ اگر مال ہلاک ہو جاتا تو ضمان انہیں پر واجب ہوتا، اور ذکاوت بھی انہیں پر تھی نہ کہ جہنم پر ہوا اگر انہوں نے مضارب کے ذریعے مال میں اضافہ کیا اور مضارب کے طور پر جہنم کو کچھ دے دیا تو یہ احسان پر احسان ہوگا، جیسا کہ ابو یوسف کی عادت بھی تھی۔ جہاں تک جہنم کے مال میں تصرف کرنا اور صرف طریقے پر اس سے کھانے کی بات ہے تو بخاری کی شرحوں میں کتاب وصیت کی شنی میں اس کا واضح بیان ہے اور اس بارے میں خلا کا اختلاف بھی معروف ہے۔ بطلین محال یہ مان بھی لیا جاسے کہ ابو یوسف جہنم کے مال میں تصرف ثابت ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، اور اس پر یمن وطن وہی فحش کر سکتا ہے جس کا علی دائر جنگ اور مداحہ مذہب ہو۔

موفق نے ذکر کیا ہے کہ ابو یوسف سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ اس کا حل کیا ہے کہ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ اس نے ایسا کیا تو اس کا سارا مال صدقہ ہے، جواب دیا وہ شخص اپنا مال کسی مستحق شخص کو دے، پھر کچھ ایسا کرے جس سے وہ شخص اس کا مال اسے نہ دے۔ کسی شخص نے کہا اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر ایسی وجہ سے تو لعت فرمائی کہ ان پر چربیاں حرام کر دی تھیں مگر وہ اسے حاصل شدہ قیمت کھایا کرتے تھے؟

ابو یوسف نے کہا اے لکھ! اس میں اور لعن بیہود کے مسئلے میں کوئی مناسبت نہیں، یہودیوں کی نیت یہ ہوا کرتی تھی کہ ایسا حیلہ تلاش کریں جس سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے حرام کی ہوئی چیزیں اس کے لیے حلال ہو جائیں اور یہ تو اس کا مال ہے، جو اس کے لیے حلال ہے اور وہ ایسا حیلہ تلاش کر رہا ہے جس سے اس پر حرام نہ ہو جائے۔ (۱۰۶)

لوگوں سے عرض کو دور کرنا ایک فن ہے جس کی سمجھ بھگت کا کوئی ہو سکتی ہے۔ علامہ وقت استاذ محمد ابو ہریرہ مثلاً استاذ شریعہ، بلکہ حقوق کا ہر ذرا نے اپنی کتاب الامام ابو حنیفہ (۱۰۷) میں اس بحث کی پوری طرح چھان بین کی ہے اور اپنی شان کے مطابق زیر دست تحقیق سے مزین کر دیا ہے۔

نہیں نے زغل العلم کے حاشیے میں یہ لکھا ہے کہ ذہبی نے اپنے اس رسالے میں جو محمد بن حسن سے متعلق ہے، بطریق حمادی (عن احمد بن ابی مرزبان عن محمد بن سہام) ذکر کیا کہ محمد بن سہام کہا کرتے تھے کہ میں نے محمد بن حسن کو کہتے ہوئے سنا کہ یہ کتاب ہماری کتابوں میں سے نہیں، ہماری طرف وہ زبردستی منسوب کر دی گیا ہے۔

امام محمد کی مراد کتاب الحبل ہے، یہ کتاب اسی زمانے میں ایسے لوگوں کے ہاتھوں پائی جاری تھی جن کا علم و تقویٰ سے کچھ بھی تعلق نہیں تھا مثلاً اس کتاب میں مؤلف کا نام مذکور نہیں تھا اس لیے لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ ابو حنیفہ کے اصحاب کی یہ کتاب ہے جب کہ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ شمس الاسرار سرخسی نے اپنی کتاب المبسوط (ج ۳ ص ۲۰۹) میں لکھا ہے:

ابو یسلمان جوڑ جانی اس کا انکار کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ جو شخص یہ کہے کہ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الحبل نامی کوئی کتاب تصنیف کی ہے اس کی تحدیق نہ کرو، لوگوں کے ہاتھوں میں اس نام سے جو کتاب ہے وہ بغداد کے کاتبوں نے جمع کی ہے، جاپاہوں نے ہمارے علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی طرف ایسا بائیں صرف اس لیے منسوب کر دیں کہ ان کو شرمندہ کیا جائے۔ امام محمد رحمہ اللہ کے بارے میں ایسا کیسے خیال کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنی کسی تصنیف کا ایسا نام رکھا جو جاپاہوں اور کواں کرنے

والوں کے لیے مددگار ثابت ہو سکے۔ اس ابو حنیفہ کہا کرتے تھے کہ یہ محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اور وہ ان سے اس کی روایت بھی کیا کرتے تھے، یہی اسح ہے۔

سرخسی نے قرآن و سنت سے حیلے کے جواز پر بہت ساری دلیلیں دی ہیں اور ایک لمبی بحث کی ہے۔ حیلے کا مفہوم فقہاء کے نزدیک "مکر"، "نہیس"، "بلکاء" ایسی لطیف تدبیر کا نام ہے جس سے اہل علم میں مکر کو بغیر نہایت کی رواد نکال لی جائے۔ جوڑ جانی اور ابو حنیفہ کبیر بخاری محمد بن حسن کی کتابوں کے دو بڑے راوی ہیں۔ جوڑ جانی کی لٹی اور ابو حنیفہ کے اثبات سے میں جو کچھ کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ دونوں قول کسی ایک کتاب کے بارے میں نہیں، بلکہ لٹی کا تعلق اس کتاب سے ہے جس کے مسائل میں کھڑت ہیں اور شریعت کی حکمت کے خلاف ہیں جس سے ہمارے اصحاب بری ہیں، اور اثبات کا تعلق اس بات سے ہے کہ ایسے مسائل جو انسان کو خواہی سے چل لائیں اور حرج میں پڑنے سے محفوظ رکھیں، جس کو ابو حنیفہ کبیر نے محمد بن حسن سے حاصل کیا، اور جس سے حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کرنے کا شائبہ نہیں ہوتا اور نہ ہی شریعت کی حکمت میں کوئی غلط واقع ہوتا ہے۔ لہذا جوڑ جانی اس میں کھڑت کتاب کی امام محمد سے لٹی کرنے میں حق بجانب ہیں اور یوں ہی ابو حنیفہ ان حکیمانہ مسائل جو انسان کو پیچیدگیوں سے باہر کر دیں گے، امام محمد سے انتساب اور اثبات کرنے میں حق بجانب ہیں۔ یہ ابو حنیفہ کبیر، امام محمد بن حنفیہ بن محمد بن ابی بکر بن محمد بن ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حاشیوں میں سے ہیں۔ بخارا سے عہد قدیم میں ہی عراق آ گئے تھے، لہذا محمد سے دور وادیتیں میں جوڑ جانی نہیں بن سکے تھے، اور جوڑ جانی نے محمد بن حسن سے مثلاً اللہ العکبر اور ابو حنیفہ نہیں بن سکے تھے، کیوں کہ وہ بخارا سے پہلے ہی لوٹ چکے تھے تاکہ لوگوں کے لیے اس کتاب کو عام کیا جاسکے، لہذا لٹی اور اثبات دونوں کا تعلق کسی ایک کتاب سے نہیں ہے، اس کی تائید ان مسائل سے بھی ہوتی ہے جو شخص امام محمد سے ابو حنیفہ سے روایت کی ہے کیوں کہ وہ ایسے مسائل میں ہیں جو حکمت شرع کے خلاف اور حق کے منافی ہوں۔ ابو حنیفہ بہت بڑے امام ہیں جیسا کہ بیان ہوا کہ پہلے ہی عراق آئے تھے، بخارا جب لوٹے تو علم و حکمت کا پھاڑ لے کر لوٹے اور وہاں اس حد تک علم پھیلا یا کہ بخارا علم

فہم میں اسلام کا مرکز بن گیا۔ اہل بخارا نے ان سے جامع نواری مصنفات ابن مبارک اور مصنفات و کتب کی سماعت کی اور علم فقہ حاصل کیا یہاں تک کہ بخارا کا قریہ قریہ ان کے اصحاب فقہاء کی جماعت سے بڑھ گیا۔ بمعانی نے باب السحر عزری (یہ بخارا کا ایک گاؤں ہے) کے تحت لکھا:

اس گاؤں میں فقہاء کی ایک جماعت تھی جو ابو حفص کبیر کے اصحاب تھے۔

یہ امام بخاری (صاحب صحیح) کے ابتدائی اساتذہ میں سے بھی ہیں، امام بخاری نے اپنا علمی سفر شروع کرنے سے پہلے ان کی شاگردی حاصل کی تھی۔

خطیب کی تاریخ (ج ۲ ص ۷۷) میں ہے:

امام بخاری (صاحب صحیح) کے اہل مبارک اور علمی کی کتابیں یاد کیں اور ان لوگوں (یعنی اہل رائے) کے حکام کی معرفت حاصل کی، اس وقت ان کی عمر صرف سولہ سال تھی۔

اسی میں (ج ۲ ص ۱۱) ہے:

امام بخاری (صاحب صحیح) نے جامع نواری امام ابو حفص سے سماعت کی۔

خطیب نے امام بخاری (صاحب صحیح) کا امام ابو حفص کی درسگاہ میں ایک ایسی حکایت کا بھی ذکر کیا ہے جو جو جانی میں ہی بخاری (صاحب صحیح) کے حفظ و اتفاق کی شاہد ہے۔ امام ابو حفص کے صاحبزادے ابو عبد اللہ محمد جو ابو حفص صغیر سے جانے جاتے ہیں ان لوگوں میں سے ہیں جن کو بخاری نے طلب علم میں اپنا رفیق بنایا تھا، وہی ہے سیر اعلام النبلا میں ان کی تعریف کی ہے، عبدالحی کہنوی نے الفوائد البہیہ میں ان کا ذکر کر لکھا ہے، اور امام بخاری کو بخارا سے نکالے جانے کا واقعہ بھی ان سے ہی مروی ہے، ان کے والد سے یہ واقعہ مروی نہیں کیوں کہ ان کی وفات اس واقعے سے پہلے ہی ہو چکی تھی۔ ان کی کئی تصنیفات ہیں، السرد علی اصل الاہواء ان میں سے ایک ہے۔ ابو بکر محمد بن جعفر زرقی نے تاریخ بخاری (ج ۱ ص ۲۳۱) میں

انہوں نے نوح بن نصر بن احمد بن اسماعیل سامانی کے لیے ۳۳۲ھ میں کی (میں جہاں بخارا کے علاقے ”دور حقروہ“ (یعنی حق کا دور وازہ) کا تذکرہ کیا ہے لکھا ہے:

ابو حفص کبیر بخاری ایک جگہ کے رہنے والے تھے، یہاں سے کوچ کر کے بغداد آئے، وہ علم اور فتویٰ کے جامع تھے، اس علاقے میں ان کی طرح کوئی بھی نہیں تھا، ان کا شمار ان لوگوں میں تھا جن پر اہل بخارا فخر کیا کرتے تھے، بخارا میں انہیں کی وجہ سے علم پھیلا، یہاں تک کہ اسلام کا مرکز بن گیا اور انہیں کی وجہ سے بخارا کے علما اور ائمہ قدر کی نگاہ دیکھے گئے۔

اس کے بعد ابو بکر زرقی نے ذکر کیا کہ کس طرح امراء سلاطین ان سے خوف کھایا کرتے تھے، امیر محمد طالت کا واقعہ ذکر کیا کہ کس طرح وہ ان کی اجازت کے بعد ان سے ملے آئے اور جب تک بیٹھے بیٹھتے کی وجہ سے ایک بات بھی نہیں کر سکے یہاں تک کہ واپس چلے گئے، ان کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ:

میں نے کئی خلفاء اور بڑے بڑے سلاطین کے پاس گیا مگر مجھے اس قدر قہریت کہیں بھی نہیں ہوئی۔

شہرت خلافت کا بھی ذکر کیا ہے جس کا عالم یہ تھا کہ وہاں تک ان کا معمول تھا کہ دروازہ آدھا قرآن کریم تلاوت کر لیں۔ حافض بخارا احمد بن سلام بکادی کے حوالے سے نقل کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک شب خواب میں دیکھا کہ اونٹ پر سوار بخاری کی طرف تشریف لارہے ہیں، حکایت کے مطابق سر مبارک ایک سفید اونٹنی تھی، لوگ نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے بے خوش تھے، انہوں نے ابو حفص کے گھر میں نبی اکرم ﷺ کو اتارا اور دیکھا کہ ابو حفص نبی اکرم ﷺ کے سامنے بیٹھے کوئی کتاب پڑھ رہے ہیں، نبی اکرم ﷺ جماعت فرماتے اور اس کی تصدیق فرماتے۔ اس کے بعد یہ لکھا کہ ابو حفص کی وفات ۲۱۷ھ میں ہوئی اور مقام ”محل“ میں رکھے گئے، جس کو ”محل ابی حفص“ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ وہاں کی مسجدیں اور عبادت خانے ہیں جس میں عبادتیں بھی رہے ہیں، لوگ اس جگہ سے برکتیں حاصل کرتے ہیں۔ علاقے

عراق اپنے مشکل مسائل ان سے اور ان کے اصحاب سے حل کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد علم و تعلیم اور عبادت سے ان کی دلچسپی کا ذکر بھی کیا ہے اور ان کے صاحبزادے ابو حفص صغیر کا علمی مقام بھی بیان کیا ہے۔ ابولہر احمد بن محمد بن نصر قنادی نے اس تاریخ کو قاری میں ۵۲۲ھ میں شتمل کیا اور ۵۷۴ھ میں محمد بن زفر بن عمر نے اس کی تخریص کی ہے۔ قاری ترجمہ ۱۸۹۳ء میں پیرس سے شائع ہوا ہے، عربی کا ایک حصہ بھی وہاں سے شائع ہوا۔ جو شخص اس عظیم امام کے علم و تقویٰ اور بزرگی سے واقف ہے تو کم از کم اپنی جہالت کو علما کے درجات اور مراتب جاننے کا معیار نہ ٹھہرائے، مگر اس حقیقت سے بہرہ ور ہونا چاہتا ہے تو اصل کتاب اور ترجمہ ۵۴۳ھ تا ۵۶۷ھ کا مطالعہ کرے۔

امام ابو یوسف کی وفات

ابن ابی حوام نے محمد بن احمد بن حماد سے روایت کیا، انہوں نے احمد بن قاسم برقی سے انہوں نے بشر بن ولید سے کہ قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۵۸۲ھ رجب الاول ۱۸۲ھ بروز جمعرات یومت کبر ہوئی۔ خطیب نے غلیظہ بن خیاط، یعقوب بن سفیان اور ابو حسان زیادہ سے مذکورہ تاریخ وفات پر اتفاق نقل کیا ہے تاہم یعقوب نے رجب الاول کے بجائے رجب الآخر ذکر کیا ہے، یعقوب نسوی کے خلاف عمدہ قول بشر بن ولید کا ہے کیوں کہ وہ ان کے ان اصحاب میں سے ہیں جو ہر وقت ان کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ یحییٰ بن عدی نے جو ۴۷۱ھ تاریخ وفات بتائی ہے وہ سبقت قلم کا نتیجہ ہے۔ یونہی ۱۸۱ھ بھی سبقت قلم کی دلیل ہے جس کی بہت سی مسمی کے نزدیک غلیظہ بن خیاط کی طرف کی گئی ہے۔ مسمی نے واقدی سے بطریق ابن ۱۸۲ھ سنہ وفات بتائی ہے، (۱۰۸) اس طرح وہ مجبور کے ساتھ ہیں۔

خطیب نے بطریق برقانی (عن عبد الرحمن الخلال، عن محمد بن احمد بن یعقوب عن ابیہ) ذکر کیا کہ نہیں نے شجاع بن خالد کو کہتے ہوئے سنا کہ لوگ قاضی ابو یوسف کے جنازے میں شریک ہوئے، ہمارے ساتھ عہاد بن حوام بھی تھے نہیں نے عہاد کو کہتے ہوئے سنا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ ابو یوسف کے بارے میں ایک دوسرے کو آپس میں تعزیت کریں۔ (۱۰۹)

ابن ابی حوام نے طحاوی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا انہوں نے ابن ابی عمر ان سے انہوں نے واقدی بن وہب سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبد الرحمن قواس نے بیان کیا (ابن ابی عمر ان کہتے ہیں نہیں نے ابن شعیبہ کو کہتے ہوئے سنا کہ بعد ازیں قواس سے افضل کوئی نہیں) قواس کہتے ہیں کہ معروف

کرتی ہے پوچھا قاضی ابو یوسف کی کیا خبر ہے؟ جواب دیا، بیمار ہیں، انہوں نے مجھ سے کہا اگر کچھ ہو تو مجھے ضرور بتانا، مجھ سے کچھ نہیں چھپانا تو اس کہتے ہیں کہ نہیں اسی وقت گیا تاکہ ابو یوسف کی خبر دریافت کر سکوں، جب میں دار فقیع کے دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ ابو یوسف کا جنازہ آ رہا ہے، لوگ اس کے ساتھ آ رہے ہیں، نہیں جنازے کے ساتھ چلنے لگے، نہیں نے سوچا اگر واپس ابو یوسف کے پاس جاؤں تو دوری کی وجہ سے جنازے سے ہم دونوں محروم ہو جائیں گے، جب میں واپس ہوا تو معروف کرتی کے پاس آیا اور انہیں اس حادثے کی اطلاع دی اور کہا کہ اگر میں واپس آپ کے پاس آتا تو بھی آپ کو گناہ نہیں مل سکتی، نہیں نے دیکھا کہ جنازے میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے وہ بیت افسردہ ہوئے، نہیں نے پوچھا آپ کیوں افسردہ ہو گئے؟ انہوں نے کہا نہیں نے آج رات دیکھا گویا میں جنت میں داخل ہو گیا ہوں، نہیں نے جنت میں ایک محل دیکھا (اس محل کے اوصاف بھی انہوں نے بیان کیے، انہیں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ جواب ملا قاضی ابو یوسف کا، نہیں نے پوچھا وہ کس وجہ سے اس کے حق ہوئے؟ جواب ملا ظالم پھیلانے اور لوگوں کے ان کی خیریت کرنے کی وجہ سے۔

خطیب نے ایک دوسری سند سے روایت کیا ہے جس کے آخر میں ہے، میں معروف کے پاس آیا، نہیں نے انہیں اس حادثے کی خبر دی، ان پر بڑا گراں گزرا اور انہوں نے اظہار کرنے لگے، میں نے ان سے پوچھا ابو یوسف ان کے جنازے میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے آپ کو اس قدر افسردگی کیوں ہے؟ انہوں نے کہا نہیں نے دیکھا گویا میں جنت میں داخل ہو گیا ہوں، ایک خوبصورت محل ہے جس کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے، دروازے لگائے جا چکے ہیں، پر دے بھی لگائے ہوئے ہیں اور اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں، میں نے پوچھا یہ محل کس کے لیے ہے؟ جواب ملا قاضی ابو یوسف کے لیے، میں نے پوچھا کس وجہ سے وہ اس محل کے حق دار ہو گئے؟ جواب ملا (پیشہ پختہ صحابہ) اشعرون عن ذکور الفاجر الاکبر وہ معافیہ الناس و معفوہ الناس (ترجمہ: بڑا بڑا کر کرنے میں، مایہ کی بات کی، اس کا ذکر تاکہ لوگ اس سے پرہیز کر سکیں) انتہائی حدیث پر غم لگاتے ہوئے فرماتے ہیں، لہذا حضرت معمر بن الجراح و ابو یزید النیسابوری و النکریہ علیہ افضل العلم بالحدیث - (ترجمہ: حدیث داروں کی بڑی پیشانی سے، مجھ میں نے اس کا انکار کیا ہے) قرطبی نے اپنی تفسیر (ج ۱۲، ص ۳۳۹) میں اسی فقہ کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے۔

لوگوں کو خبر کا درس دینے اور بھلائی پر ابھارنے اور لوگوں کی اغیار سانی پر صبر کی وجہ سے۔ (۱۱۰) ابو یوسف کے السبب میں ہے جس کو ابن عبد البر و خطیب و بیہقی اور ابن ابی عمیر و غیرہ نے روایت کیا کہ میں نے محمد بن حسن کو خواب میں دیکھا تو پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ جواب دیا، "بخش دیا" میں نے پوچھا ابو یوسف کے ساتھ کیا ہوا؟ جواب دیا، "وہ مجھ سے بلند مقام پر فائز ہیں" میں نے پوچھا ابو یوسف کے ساتھ کیا ہوا؟ جواب دیا، "ان کی بات کیا پوچھتے ہو وہ تو اعلیٰ سطحین میں ہیں۔"

ابن ابی عمیر نے عماری سے روایت کیا، انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے حسین بن عمار سے روایت کی، وہ کہتے ہیں کہ جب ابو یوسف کا جنازہ نکلا گیا تو حاضرین میں ابو یوسف حرمین بھی تھے، لوگ کہنے لگے فتی موت ہو گئی، فتی موت ہو گئی، ابو یوسف یہ شعر پڑھنے لگے:

بنا ناعی الفقہ الی اہلہ
لم یسمت الفقہ ولکنہ
القہا یعقوب الی یوسف
فہو مقیم لہذا ما لوی
ان مات یعقوب وما یدری
حول من صدر الی صدر
فزال من طہر الی طہر
حل وحل الفقہ فی قبر (۱۱۱)

(ترجمہ: اے فتی موت کی خبر دینے والے، یعقوب کا اگرچہ انتقال ہو گیا ہے مگر فتی موت نہیں ہوئی بلکہ ایک سینے سے دوسرے سینے کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔ یعقوب نے یوسف کے سینے میں ڈال دیا، اس طرح ایک پاک ہستی سے دوسری پاک ہستی کی طرف اس کا انتقال ہو گیا اور وہ زندہ ہیں، جب ان کا انتقال ہو جائے گا اور لوگ انہیں قبر میں ڈال دیں گے تو اس وقت فتی بھی ان کے ساتھ قبر میں چلا جائے گا)۔

محمد بن احمد بن حنبل سے مروی ہے، میں نے محمد بن یعقوب غریبی سے روایت کیا، انہوں نے ابی الحسن زیاد بن حسن بن عثمان سے، وہ کہتے ہیں کہ ابو یوسف ہارون رشید کے قاضی تھے، ابو یوسف نے اپنے صاحبزادے ابو یوسف کو منصب قضا پر فائز کر دیا تھا، وہ اپنے والد کے ساتھ فیصلہ کیا کرتے تھے، جب ابو یوسف کا انتقال ہو گیا تو ہارون نے ان کے صاحبزادے ابو یوسف کو اس منصب پر مقرر کر رکھا اور وہ اس منصب پر اپنی وفات تک فائز رہے۔ امام ابو یوسف کے صاحبزادے محمد بن

جعفر سے مروی ہے، وہ حسن بن حماد جعفری سجادہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو یوسف کے صاحبزادے یوسف سے سنا کہ میں فقہا پر فائز کیا اور مجھ سے پہلے میرے والد فقہا کے عہدے پر فائز تھے، مگر اب میں سال تک اس منصب سے متعلق رہا اس مدت میں کبھی بھی نہیں یہ نویت نہیں آئی کہ جدوران کے بھائی کے کسی عقد سے کا فیصلہ کریں۔

قاضی دکنی نے کہا مجھے احمد بن ابی یوسف نے خبر دی، انہوں نے منضل بن خسان سے روایت کی، انہوں نے علی بن صالح سے وہ کہتے ہیں کہ موسیٰ (بادی) نے ابو یوسف کو فقہا پر فائز کیا اور وہ ہر چیز کا فیصلہ کیا کرتے تھے شریک اس وقت کو فہم تھے، ابو یوسف اور عافیہ نے مہدی سے شکایت کی کہ وہ (شریک) ہماری کتابوں سے استفادہ نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے مسائل کا فائدہ کرتے ہیں۔

اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف مہدی کے زمانے میں موسیٰ کے لیے ان کے دروازے پر فقہا کا کام انجام دیتے تھے۔

علی بن صالح نے کہا کہ ابو یوسف ہمارے ساتھ اور موسیٰ کے ساتھ مہدی کے زمانے میں جرجان آئے، مہدی نے یوسف کو ان کے والد کی جگہ قاضی بنادیا اور ہم لوگ جرجان میں ہی تھے۔ قاضی کو کچھ نے کہا کہ مجھے ابراہیم بن ابی عثمان نے خبر دی، انہوں نے عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر حواری سے روایت کی، وہ کہتے ہیں کہ ابو یوسف کے صاحبزادے یوسف نیک، مامون اور سچے انسان تھے، ابو یوسف نے اپنی اکثر کتابیں انہیں پڑھائیں، وہ فیصلہ کرنے میں ابو یوسف سے زیادہ برائے نشان کے مالک تھے، تاہم خود غرور اور حفظ میں وسیع اکثر نہیں تھے، قاضی کا بیان ہے کہ انہوں نے ابو یوسف سے علم حدیث حاصل کیا۔

رشید ابو یوسف کے جنازے کے آگے آگے چل رہے تھے، اور نماز جنازہ کی امامت بھی کی اور اپنے گھر والوں کے قبرستان میں انہیں دفن بھی کیا، دفن کرتے وقت یہ کہا "مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ ایک دوسرے سے تعزیت کریں۔"

ان کی قبر بغداد کے علاقے کرث میں واقع قریش کی قبرستان میں ہے۔ ان کے قریب محمد الامین اور زبیدہ کی بھی قبر ہے اور بعد میں امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی وہیں دفن کیا گیا،

ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کا علم یہ میں ہے اور لوگ اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔

ان کے صاحبزادے قاضی یوسف کی وفات لندن جہان کے مطابق رجب ۱۹۲ھ میں ہوئی، خلیفہ نے ان کا تذکرہ رقم کیا ہے۔ حافظ عبد القادر قرشی نے کہا ہے کہ یوسف نے کتاب الآثار اپنے والد اور ابو حنیفہ کے حوالے سے روایت کی وہ ختم جلد میں ہے۔ اس کا مطلوبہ نسخہ ناقص ہے، ان کے تذکرے سے متعلق ایک نوجوان ادیب کا ایک رسالہ بغداد میں شائع ہو چکا ہے مگر مجھے وہ رسالہ نہیں مل سکا تا کہ میں اس سے استفادہ کر سکوں، ان کی ایک اچھی کوشش ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اچھا صلہ عطا فرمائے۔

ابو یوسف کون ہیں؟ امام ابو حنیفہ کے ان شاگردوں میں سے ایک ہیں جو وقت کے امام تھے، ابن جریر کی شافعی نے کہا "ان کے شاگرد بڑے بڑے مجتہد امام اور راج فی العلم تھے جن میں عبد اللہ ابن مبارک، ابیہ بن سعد اور امام مالک بن انس سرفہرست ہیں، بعض ائمہ کافران ہے کہ مشہور ائمہ اسلام میں کسی کے اصحاب اور طائفہ اس پایہ کے نہیں ہوئے جس طرح کے ابو حنیفہ کے اصحاب اور طائفہ تھے اور جس طرح طائفہ ابو حنیفہ سے استفادہ کیا کسی اور سے نہیں کیا۔ محمد ابن اشعر نے جامع الاصول میں کہا کہ عہد قدیم سے امت کا ایک حصہ انہیں کے مذہب کا پیروکار ہے۔

علی قاضی نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا "امت محمدیہ (صحابہ) کی دو تہائی اکثریت ابو حنیفہ کے مذہب کی پیروی کر رہی اور اس پر دلیل بھی دی ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کر دے۔"

امام ابو حنیفہ کی ابو یوسف کو گرفتار نقد و وصیت

ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ سے اہل سنت کے عقیدے سے متعلق کچھ مسائل روایت کیے ہیں جو ہمارے منظم اصحاب کے درمیان متداول ہیں۔ یونہی ابو یوسف کی ابو حنیفہ سے "اور جا" سے متعلق وہ روایت بھی متداول ہے جو بصرہ کے عالم عثمان بنی کے رسالے میں مذکور ہے۔ ابو حنیفہ کی ایک اور وصیت ہے جو انہوں نے ابو یوسف کو اس وقت کی جب ان کے اندر رجحانی آگئی تھی، ان کے اچھے کردار ظاہر ہو گئے تھے اور لوگوں میں ان کی مقبولیت ہو گئی تھی۔ اس وصیت میں ابو حنیفہ نے ابو یوسف کو بتایا ہے کہ لوگوں کے ساتھ کس طرح کا معاملہ کیا جائے۔ اس وصیت کی نص یوں ہے: "موتی کی مناسبت ابی حنیفہ میں، (۱۱۴) صاحب التاوی برازی کی مناسبت میں اور ابن نجیم کی الاشباہ والنظائر وغیرہ میں منقول ہے۔ ان کے استاذ نے اس میں اچھے افاضات اور حکیمانہ اسلوب میں لوگوں کے ساتھ معاملے کی تحقیق کی ہے، اس وصیت میں علمی مراکز اور سینٹروں کے لیے چاہت اور توفیق اور تعلیم و تعلم کے راستے ہیں، مجھ سے یہ گوارہ نہیں ہو سکا کہ اتنی اہم وصیت سے اس کتاب کو خالی رکھا جائے، لہذا اس وصیت کو چڑھیے اور اسے اپنی زندگی کا سرمایہ سمجھیے۔ امام ابو حنیفہ اس میں فرماتے ہیں:

یعقوب! بادشاہ کی قدر و منزلت کیا کرتا، اس کے سامنے جھوٹ بولنے سے پرہیز کرنا، علمی ضرورت کے بغیر ہر وقت اور ہر حال میں اس کے پاس مت جایا کرتا، کیوں کہ اگر تم اس کے پاس بار بار جایا کرو گے تو تمہاری قدر اس کی نگاہ میں کم ہو جائے گی، بادشاہ سے اسی طرح رہو جیسا کہ آگ سے واسطہ پڑتا ہے کہ تم اس سے فائدہ اٹھا لیتے ہو اور اس سے دور بھی رہتے ہو اور اگر قریب

۱۵۰ صحیح اسلوب کے سر پرست ہو کر رہے گئے، ان کا انتقال ۱۵۰ھ میں ہوا (مترجم)

ہو گئے تو تم جل جاؤ گے اور تمہیں تکلیف پہنچے گی۔ اس لیے کسی کہ بادشاہ جو کچھ اپنے لیے دیکتا ہے اس میں وہ کسی اور کو شریک نہیں کرنا چاہتا۔ اس کے سامنے بہت زیادہ بات کرنے سے پرہیز کرنا کیوں کہ وہ تمہاری باتوں میں سے کچھ ایسی بات نکال لے گا جس سے وہ اپنے حاشیہ نشینوں میں یہ ظاہر کرے گا کہ وہ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے، وہ تمہاری غلطیاں نکالے گا جس کی وجہ سے تمہاری عزت اس کے قدم کی نگاہ میں کم ہو جائے گی، جب تم اس کے پاس جاؤ تو اپنی اور دوسروں کی قدر کو سمجھا کر وہ اس کے پاس ایسے وقت مت جاؤ جب کوئی ایسے اہل علم بیٹھے ہوں جن کو تم نہیں جانتے، کیوں کہ اگر تم ان سے کم مرجہ میں ہو گے تو اس پر بڑا ہنسنے کا خیال پیدا ہوگا جس سے تمہیں نقصان پہنچے گا اور اگر ان سے زیادہ علم تمہارے پاس ہوگا تو ممکن ہے تمہارے وقار کو نقصان لگ جائے جس سے تم بادشاہ کی نگاہ میں کم جاؤ۔ اگر وہ اپنے کاموں میں سے تمہیں کچھ دے تو اس وقت تک قبول نہ کرو جب تک تمہیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ تم سے راضی ہے اور علم و تقاضا میں تمہارے مذہب سے راضی ہے تاکہ حکومت میں تم کسی اور کے مذہب کی اتباع کے مرتکب نہ ظہرو۔ بادشاہ کے دوست اور اس کے حاشیہ نشینوں کے پاس بار بار نہ جاؤ بلکہ صرف ان سے قرب کی حد تک معاملہ رکھو اور اس کے حاشیہ نشینوں سے دوری اختیار کیے رہو تاکہ تمہاری عزت و چاہت برقرار رہے۔

لوگوں کے سامنے صرف اس قدر بات کرو جتنا تم سے پوچھا جائے۔ معاملات اور تجارت میں کلام کرنے سے پرہیز کیا کرو سوائے اس کے کہ اگر اس کا تعلق علم سے ہو تو کوئی حرج نہیں، تاکہ وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ تم ہاں کے ہو کے ہو اس سے وہ تمہارے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو جائیں گے اور یہ سمجھیں گے کہ تم رخصت لینے کا ارادہ رکھتے ہو اور ان پر اپنا نفوذ رکھنا چاہتے ہو۔ عام لوگوں کے سامنے نہ تو محل کھلا کر بیٹو اور نہ ہی مسکراؤ، بازار بہت زیادہ نہ جاؤ، جو بچے نہ مرا اپنی کو بیچ گئے ہیں ان سے بات چیت مت کرو وہ قہر لیں، اس صبر سے کم کے بچوں سے بات کرنے اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرنے میں کچھ حرج نہیں۔

رستے پر بڑے بوڑھوں کے ساتھ نہ چلو کیوں کہ اگر تم انہیں آگے رکھو گے تو یہ تمہارے علم کی تعظیم ہوگی اور اگر ان سے آگے چلو گے تو بزرگی کی وجہ سے وہ تمہیں متہم کریں گے کیوں کہ نبی

جو شخص کوئی مسئلہ پوچھنے آئے جتنا پوچھتے جواب اسی قدر دواس میں کچھ اور اضافہ نہیں کرو، کیوں کہ اس سے جواب سمجھنے میں رکش ہو جائے گی۔

اگر وہ سال تک بھی بغیر کسب و معاش رہنے کی نوبت آگئی تو بھی علم سے دوری مت اختیار کرو کیوں کہ اگر تم اس سے دوری اختیار کرو گے تو تمہاری زندگی تنگ ہو جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے واضح ہے: وَمَنْ اعْرَضْ عَنْ ذِكْرِي فَاَنْ لَّهِ مِعْشَتَاكَ (نور: آیت ۱۰۰) ترجمہ: جس نے میرے ذکر سے منہ موڑا اس کے لیے کھانا نہ ہوگا۔

طالبان فقہ پر خوب توجہ دینا، ان میں ہر ایک کو اپنا عزیز اور اپنا بیٹا بنائے رکھو، تاکہ ان کی دلچسپی بڑھ جائے اور ان کی طرف زیادہ ہو سکے۔

اگر کوئی عام اور بازاری شخص بحث کرے تو اس سے بحث مت کرو کیوں کہ اس سے تمہاری وجاہت ختم ہو جائے گی۔

حق بیان کرنے سے بھی اور کسی کے سامنے پیچھے نہ ہونا اگرچہ وہ سلفان میں کیوں نہ ہو۔

دوروں سے زیادہ عداوت کرنے کی کوشش کرو کیوں کہ لوگ اگر تمہیں کم عداوت کرتے دیکھیں گے تو تمہارے بارے میں برا خیال کریں گے اور عداوت سے ان کی دلچسپی بھی کم ہو جائے گی اور وہ یہ سوچنے لگیں گے کہ تمہارا علم تمہیں اس قدر دفع نہیں دے سکا جس طرح کہ ان کا جہلی نہیں نفع دے رہا ہے۔

جب کسی ایسے شہر میں جاؤ جہاں اہل علم موجود ہوں تو اپنی برتری کا خیال مت کرو بلکہ اپنے

(۱۳۱) تقدیران غلدون ص ۴۲۸

(۱۳۲) اہل علم کے خلاف مختلف قسمیں ہیں جن میں ایک قسم مطہر ملت ہے، اس کا مطلب ہے کہ یہ مخصوص طبقہ کی نمائندہ صفت میں ہے، علم کو کسی ایک صفت کے ساتھ مناس کر دینے سے یا اس کا دل کرنا ہے کہ اس صفت کی غیر موجودگی میں مذکورہ علم کا وجود ہی نہیں ہوگا، مثلاً قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العلم السامعۃ وکذا (ترجمہ: چہ دانی الی کریں میں مذکورہ واجب ہے) سے یہ قسم صحت کرنا ہے کہ جو کچھ آپنا پاتھو ہوں اور ان میں کچھ پرانہ کہ چاروں دنیا جاتا ہو تو اس میں مذکورہ واجب نہیں۔ (سلفان المستعین من علم الأصول ج ۲ ص ۱۹)

مذہب امام جعفری کی اہل بیان میں شاملی سے لغت میں دلیل لانے پر توقف کیا ہے جب کہ کچھ بن حسن کی لغت میں جہت کا اصرار ان سب نے کیا ہے اور ان میں جہت بھی اصرار کرنے والوں میں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ صفت کے معنی عام کا مقابلہ لغت سے نقل رکھنا ہے۔ (منقول)

کو انہیں میں کا ایک فرد قرار کرو، تاکہ انہیں اس بات کا یقین ہو سکے کہ تم ان کے تشخص کے لیے خطرہ نہیں ہو، ورنہ وہ سب تمہارے مخالف ہو جائیں گے اور سب مل کر تمہارے مذہب پر طعن کریں گے۔ عام لوگ بھی ان کی حمایت میں تمہارے خلاف ہو جائیں گے اور تم بغیر کسی فائدہ کے ان کی نگاہ میں مطعون ہو جاؤ گے۔ اگر وہ کوئی فتویٰ پوچھیں تو جواب مت دو، ان کے ساتھ کسی بحث و مباحثہ اور مناظرے میں شریک نہ ہو۔ جب بھی کوئی مسئلہ ان کے سامنے بیان کرو تو دلائل کی توضیح اچھی طرح کرو، ان کے اس انداز کو برا بھلا مت کہو کیوں کہ وہ تمہیں برا بھلا کہیں گے، لوگوں سے بڑی ہوشیاری کے ساتھ رہو۔

اللہ کی بارگاہ میں اپنا خاہر و باطن ایک رکھو، کامیابی اور صلاح ایسے ہی عالم کے لیے ہوتی ہے جس کا ظاہر و باطن ایک ہو۔

اگر بادشاہ کسی کام کی ذمہ داری سونپے جس میں تمہارا فائدہ ہو تو اس وقت تک قبول نہ کرو جب تک تمہیں یہ معلوم نہ ہو کہ اگر تم قبول نہیں کرو گے تو کوئی ایسا شخص قبول کر لے گا جس سے لوگوں کو نقصان دیو گے اور جب تک تمہیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس نے تمہارے علم کی وجہ سے تمہیں اس کی ذمہ داری سونپی ہے۔

اہل دانش کی مجلس میں خوف سے بھی بھی بات مت کرو اس سے الفاظ میں غلطی اور زبان میں کثرت پیدا ہوتی ہے۔

کثرت محکمہ سے پرہیز کرو، اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

محرمات کی ہم نشینی سے احتراز کرو، اس سے بھی دل مردہ ہوتا ہے۔

چلنے میں وقار اور سکون کا اظہار کرو، کبھی محتاطی میں جلد بازی سے کام نہ لو۔

بیچے سے اگر کوئی شخص آواز دے تو جواب مت دو کیوں کہ جانور بیچے سے آواز دیا کرتے ہیں۔

جب بات کرو تو چنچل و پکار سے اجتناب کرو، بہت بلند آواز سے بھی بات مت کرو۔

ہر محتاطی میں سنجیدگی اور وقار کا مظاہرہ کرو تاکہ لوگوں کے دلوں میں تمہاری جگہ نہ بن جائے۔

لوگوں کے درمیان جب رہو تو اللہ کے ذکر کی کثرت کرو تاکہ وہ تم سے جگہ نہ لیں۔

ہر نماز کے بعد کچھ خاص وردو وغیرہ اپنے لیے متعین کر لو، جس میں قرآن کی قرأت کرو، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، جو نعمتیں اس نے تمہیں عطا کی ہیں اس کا شکر بجالاؤ اور صبر کی جو دولت عطا کی اس پر مبرا بپا کر دو۔

ہر مہینے میں کچھ دن روزوں کے لیے خاص کر لو تاکہ عام لوگ تمہاری وجہ سے اس عمل کی طرف راغب ہو سکیں۔

عام لوگ جو (نہی) عبادت کرتے ہیں ان سے الگ تھلک عبادت کرو۔

اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہو، علم کی حفاظت کرتے رہو تاکہ تمہاری دنیا اور آخرت سنور سکے۔ اپنے نفس کو نہ لپیٹو اور نہ فریاد بکلا سے اپنا مصلحت غلام بناؤ، جو تمہاری خدمت کا کام انجام دے، تمہارے معاملات میں اس پر اعتماد کرو۔

اپنی دنیا اور جس چیز میں تم ہو اس سے آدرود نہ کیوں کہ اللہ تعالیٰ تم سے ان سب باتوں کی پرسش کرے گا۔ امر غلام مت خریدو۔ بادشاہ کا قرب مت اختیار کرو، اگر ان کا قرب اختیار کرو گے تو وہ اپنی ضرورت پیش کریں گے اگر اسے پوری کر دے تو وہ تمہاری توجہ نہ کریں گے اور اگر اس سے برکت ہو گے تو عیب داؤظہر انہیں گے۔

قناطیوں میں لوگوں کی بیروی مت کرو، ہاں اچھا نعل میں ان کی بیروی ضرور کرو۔

اگر کسی انسان کی برائی کا تمہیں علم ہو جائے تو اس کا ذکر نہ کرو بلکہ اسے اچھی بات بتاؤ تاہم اگر اس کے اندر کوئی دینی کمزوری ہو تو لوگوں کو اس لیے متاثر نہ کرو کہ وہ اس کی بیروی سے پرہیز

کرے۔ یہ ماری یا مہیہ دشمن دلاک کے ساتھ راجع ہو چکی ہیں، محض تکیہ اور ناجائز میں یہ بات نہیں کی جارہی ہے۔ (منازل)

(۱۱۳) مہرل: کسی شاہی کاندہ کا محض حد صرف کر کے یہ کہا قابل وصول اللہ تعالیٰ

مرل: احناف کے نزدیک جنت ہے امام شافعی اور بعض دیگر علماء کی گیت سے انکار کرتے ہیں۔

اصحاب مال: اصحاب کا لفظ لغت میں کسی چیز کی صحت اور کائنات اختیار کرنا ہے (موسس) اصطلاح میں مسلبہ

حکم ثبت فی الزمن المعاصر للزمان الحاضر والمستقبل ما لم یطر الی الحدیث علیہ۔ خاص میں ماضی

مشتمل کے لیے جو کچھ ثابت ہو چکا ہو اس کو کہنے میں حال ہی یا مستقبل پر قرار دینا جب تک کوئی ناسخ ثابت نہ ہو جائے۔

(موسوعة الفقہ الاسلامی: بحث اصحاب) اختلاف ائمہین کے نزدیک اصحاب حال جنت نہیں (مرتب سابق)

اصحاب مرسل: المصلحة السوسلہ میں جس لم پہنچد لہا مصل الا بامار ولا بالالاء ولا بنص ولا باجماع ولا ینوب الحکم علی وفہ۔ (یعنی ماضی کے لیے)

کریں، یہی اکرم علیہ السلام کا فرمان ہے ”بے دین شخص کی بے دینی کا چہ چاکر تاکہ لوگ اسے جان لیں اور اس سے پرہیز کریں“ (۱۱۴)۔ معاشرے کا کوئی اہم فرد بھی بے دین ہو تو اس کے جاوہ مرتبے کا خوف کے بغیر اس کا اکتہار کرو، اللہ تعالیٰ تمہارا اور دین کا ناصر و مددگار ہے، اگر تم نے ایک بار ایسا کر دیا تو وہ تم سے خوف کھایا کریں گے اور پھر کوئی بھی دین میں بدعت کی ایجاد کی جسارت نہیں کر سکے گا۔

اگر تم اپنے بادشاہ میں کوئی ایسی چیز دیکھو جو علم کے خلاف ہو تو اس کی فرماں برداری کے اندر رہے ہوئے اس کا ذکر کرو، کیوں کہ اس کا نفوذ تم سے زیادہ ہے اور اس سے کہو آپ نے جو کچھ مجھ پر مسلط کیا نہیں اس کا مطیع اور فرماں بردار ہوں، مگر آپ کی کچھ ایسی عادتیں ہیں جو علم کے موافق نہیں۔ بادشاہ کے ساتھ ایک مرتبہ ہی اس طرح کی صحبت کافی ہے، کیوں کہ اگر تم ہمارا اس طرح کی صحبت کی کوشش کرو گے تو وہ تمہارا مصفا کرنے کی فکر میں رہے گا اور یہ حقیقت میں دین پر حملہ ہوگا۔ ایسا صرف ایک یاد دہار کرنا کہ اسے یہ معلوم ہو جائے کہ تمہارے دل میں دین کی تڑپ اور امر بالمعروف کی فکر ہے۔ جب دہریہ بارے کہ تو تمہاری اس میں سے گھر جاؤ اور دین کے بارے میں صحبت کرو اور اگر مبتدع ہو تو مناظرہ کرو۔ اگر وہ بادشاہ ہو تو کتاب اللہ اور سنت رسول کے حوالے سے اسے سمجھاؤ اگر وہ اسے تسلیم کر لیتا ہے جب تو کوئی بات نہیں دینا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ تمہیں اس کے شر سے محفوظ رکھے۔

موت کو یاد کرو کیا کرو، اپنے اساتذہ اور جن لوگوں سے تم نے علم حاصل کیا ہے ان کے لیے دعائے مغفرت کیا کرو قرآن کریم کی تلاوت کیا کرو، زیارت قیوم کی تکویر کے ساتھ ساتھ احسان اور قدس مقامات کی زیارت بھی تکویر کے ساتھ اپنے معمولات میں رکھو۔

عام لوگ اگر خواب میں نبی اکرم علیہ السلام کی زیارت کے بارے میں کچھ کہیں تو قبول کرو، جو ایسی خواب میں نیک لوگوں کی زیارت سے متعلق ہے، پوچھیں کہ انہوں نے انہیں مسجدوں میں اور قدس مقامات پر اور مقبروں میں دیکھا ہے تو اس کو تسلیم کرو۔

یہ جملے ماضی کا حاشیہ (مختصر ابن حبیب ج ۲ ص ۲۹۹، لا سحاک ج ۱ ص ۲۵۱، وصحة الطائفت ص ۸۶) صحاح طائفت قانون ہے جس کے اقتدار بعد اہم ہدایت کوئی اصل نہیں اور اصحاب میں بھی موجود نہ ہو اور ان کی موافقت سے ہی حکم کا تاج بھی نہ ہو۔ یہ احناف کے نزدیک جنت نہیں ہے۔

نہ سمجھیں تاکہ انھیں تہجد کی عادت سے تکلیف نہ ہو جائے۔

جب لوگوں کے پاس جاؤ اور نماز کا وقت ہو جائے تو عقلمندانہ امت کے لیے اس وقت تک آگے نہ بڑھو جب تک کہ وہ خود آگے نہ بڑھائیں۔ دو پہر یا صبح کے وقت نہایا کرو۔ پیرا ملی چشم کی غرض سے باہر نہ جاؤ۔ بادشاہ کسی پر ظلم کر رہا ہو تو اس وقت تک وہاں مت جاؤ جب تک کہ انھیں یہ یقین نہ ہو کہ اگر تم حق گوئی سے کام لو گے تو وہ تہجد کی حق گوئی کا احترام کرے گا۔ کیوں کہ اگر وہ تہجد کی موجودگی میں غیر شرعی کام کرے گا تو ممکن ہے کہ تم اسے منع کرنے کی صلاحیت نہ رکھ سکو اور تہجد کی خاموشی کی وجہ سے لوگ یہ سمجھ لیں گے کہ اس کا مکمل صحیح اور حق ہے۔

علی مجلس میں بھی جسے کا اکتہار مت کرو۔ عام لوگوں کے درمیان قصہ گوئی سے پرہیز کرو کیوں کہ قصہ گو کا جھوٹا ہونا بدنامی سمجھا جاتا ہے۔ اگر کسی اہل علم کے لیے علی مجلس قائم کرو تو اگر وہ فقہی مجلس ہے تو خود اس میں شریک ہو اور جو کچھ تہجد سے پاس ہے اس کا بیان کرو ورنہ تہجد کی شرکت کی وجہ سے لوگوں کو دھوکہ نہ ہو جائے اور اس سے زیادہ سوچنا شروع کر دیں جس کے وہ اہل نہیں۔ اگر وہ علمی شخصیت فتویٰ کی صلاحیت رکھتی ہے تو اس کے مسائل کا بیان کرو ورنہ ان کے ساتھ اس لیے نہ بیٹھو کہ وہ تہجد سے سامنے درس دیں بلکہ ان کے پاس اپنے کسی معتد اصحاب کو بھیج دو جو انھیں ان کے مسلک کے علم اور طریق کلام کی اطلاع دیتے رہیں۔

مجلس ڈاکٹر و عہدہ میں اس لیے شریک نہ ہو کہ وہ پہلے سے ہی تہجد کی نیک نیتی اور قدردان منزلت کے معترف ہیں بلکہ عام لوگوں میں سے یا اپنے علاقے کے لوگوں میں سے کسی ایک کو اپنے اصحاب کے ساتھ اس کام کی ذمہ داری سونپ دو۔

دیکھ رہا ہوں کہ ان کے ذہن کا یہ اندازہ وفاق کیا ہے۔ فقیر نے چند حضرات میں ان کی بڑی مہارت دیکھی ہے اور چاہیے کہ ان کی کوری کا قلمی احادیث کا یہ اندازہ ان کے سینے میں محفوظ رکھیں بلکہ سنیں اہل اللہ کی حدیث جو ہمت کے لیے کافی ہے جتنی ہے ان کے کوہ زبان پر تھی۔ ان کی کتاب کا حکم ان قرآن شریف کا ہے کہ ہر صوفی یا عارف کوئی حکم اختلاف اہل علم و شرع کو لب اعتقاد اختلاف ہماری باتوں پر مشابہت ہیں۔ فقہاء حضرت ابو بکر صہبی دہلی کے ساتھ ان کا واقعہ ان کے علم اور ذہن و درجہ کا آئینہ دار ہے۔ مولیٰ میں ان کی کتاب کی مثال حاضرین تو دور کی بات حق میں سے یہاں بھی نہیں ملتی۔ ان تمام غریبوں کے بعد جو محض اس سے بیگانہ رہ کر نہ چاہتا ہے اسے پرکھ کر لینی چاہیے۔ اس میں بھی کچھ نیک نیتی کے مضامین لوگوں کی نگاہ میں ان کی کچھ نیک نیت کے سامنے بھی ہو یا نہ ہو کچھ نیک نیت کے شوق و طبع کچھ شاذ و اقل ہی ہوں۔ (مخلاف)

کسی بدعت کی صحبت اختیار نہ کرو۔ ہاں دعوت تبلیغ کی محفل میں ضرور شریک رہا کرو۔ لیکن علم اور کمالی ہونے سے پرہیز کرو۔ مؤذن اذان دے تو مسجد آنے کے لیے تیار ہونا عام لوگ تم سے پہلے مسجد پہنچ سکیں۔ بادشاہ کے بڑوں میں اچانک نہ بناؤ۔ بڑوسیوں کی کسی بات پر فخر نہ جائے تو اس پر پردہ ڈال دو کیوں کہ وہ تہجد کی امانت ہے۔ لوگوں کا راز افشاء کرو کیوں کہ چیز میں مشورہ طلب کر سکتے اس سے متعلق جو کچھ بھی علم ہے اس کی روشنی میں مشورہ دو کیوں کہ یہ قربت الہی کا ذریعہ ہے۔

میری اس وصیت کو قبول کرو ان شاء اللہ جنھیں دنیا اور آخرت میں نفع پہنچے گا۔

بنات سے بچنے کی کوشش کرو کیوں کہ اس کا رسوائی ہوتی ہے۔ لالچا اور جھوٹے مت ہو۔ عام آدمی کو اپنا ہم نفس مت بناؤ اور اپنی شرافت اور مروت کا خیال کرو۔ ہر وقت سفید لباس استعمال کیا کرو۔ دلی طور پر بے نیازی کا اظہار کرو اور یہ بھی اظہار کرو کہ کہیں دنیا کا نہ تو کوئی لالچ ہے اور نہ ہی کوئی ہوس جتنی کہ وقت بھی تم کا اکتہار کرو فقہ کا نہیں۔ حوصلہ مند رہا کرو کیوں کہ جس کا حوصلہ پست ہو جاتا ہے اس کی منزل بھی کم ہو جاتی ہے۔ جب راستے پر چلو تو دائیں بائیں نہ دیکھو بلکہ زمین پر ناکھو۔

حجاء مت ہوانے جاؤ تو عام لوگوں سے زیادہ اس کی اجرت ادا کرو اس سے تہجد کی مروت کا پتہ چل سکے گا اور لوگ تہجد کی تقسیم کریں گے۔ کپڑا اپنے والے کو اور یں ہی کسی بھی کاریگر کو اپنا سامان مت دو بلکہ خود اس کام کو کر کے اپنے میں خود اعتمادی پیدا کرو۔

فلوں اور کوڑیوں میں مولیٰ بھروسہ مت کرو اور رہنم کا اندازہ خود مت لگاؤ بلکہ دوسروں پر اس سلسلے میں اعتماد کرو۔ دنیا کو حقیر سمجھو کیوں کہ وہ اہل علم کے نزدیک بے قدر و قیمت ہے۔ اس لیے کہ تہجد سے پاس جو کچھ ہے وہ اس سے بہتر ہے۔ اپنے کام کا ذمہ دار دوسروں کو نہ دناؤ تاکہ علم کے لیے انھیں زیادہ سے زیادہ وقت مل سکے اور یہ تہجد کی قدر و منزلت کے لیے اچھا ہے۔ پاگلوں اور ان اہل علم سے جنہیں فن مناظرہ کا علم نہیں اور نہ ہی دلائل کا پتہ ہے، بات مت کرو، جو لوگ خود پسندی کے خوگر ہیں اور لوگوں کے مابین مسائل کو جھپٹتے ہیں اس سے ان کا مقصد تہجد کی رسوائی ہے، انھیں تہجد کی جگہ بھی پر دہائیں اگر چہ انھیں یہ معلوم ہو جائے کہ تم حق پر ہو۔

بڑے لوگوں کی مجلس میں جاؤ تو اپنے کو اس وقت تک بڑا مت سمجھو جب تک کہ وہ جنھیں بڑا

نکاح کے خلیفے کی ذمہ داری اپنے علاقہ کے خلیفہ کے حوالے کر دیوں گی جتنا زور اور میدان کی ذمہ داری بھی انہیں کے سپرد کر دو۔

اپنی نیک دعاؤں میں مجھے مت بھولنا، میری ان نصیحتوں کو یاد رکھنا، میں نے صرف اس لیے نہیں یہ نصیحت اور وصیت کی ہے کہ اس میں تمہارا فائدہ ہے اور تمام مسلمانوں کا فائدہ ہے۔“
یہ ایسی جامع وصیت ہے جو زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے اور جس میں آخرت کی اصلاح بھی ہے اور ایک عالم دین کی اپنے شاگرد کو سب سے اچھی وصیت ہے، اس کی شہرت و اقا دیت کی وجہ سے میں نے اپنا کتاب کو اس سے خالی رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔

طبقات فقہائے متعلق ابن کمال پر شہاب مرجانی کی تعقیب

گزشتہ صفحات میں ہم نے حاشیہ (۱۱۵) پر طبقات فقہائے متعلق وزیر ابن کمال کے دراصل کی عبارت ذکر کی ہے اور اصل کتاب میں یہ وہ کیا تھا کہ اس کتاب کے آخر میں اس پر مرجانی کے تعقیبات کا ذکر کریں گے جس میں بے شمار فائدے ہیں، لہذا اب اس مقام پر میں اپنا وعدہ پورا کر رہا ہوں تاکہ محققین اسے دیکھ سکیں۔ شہاب مرجانی اپنی کتاب نسا ظہورۃ الحق میں لکھتے ہیں:

جان لو کہ مجتہد کی دو قسمیں ہیں اول مجتہد مطلق جس کو فقہ میں پورا ملک حاصل ہو، اعلیٰ درجہ کی حیثیت اور بصیرت کا مالک ہو اور ساتھ ساتھ دلائل کی روشنی میں مستقل استنباط پر قادر ہو۔ اس کی مثال ابو حنیفہ، ابو یوسف، محمد، زفر، مالک، شافعی، احمد، ثوری اور اوزاعی ہیں۔

دوم مجتہد فی الحدیب علمائے اس کی تعریف اس طرح کی ہے کہ ”ایسا شخص جو اپنے امام کے اصول اور دلائل پر قائم ہو اور ان کے نصوص کو اصول شمار کرے اور جس کی روشنی میں فروع کا استنباط کرتا ہو اور اس پر احکام کی تحقیق دیتا ہو جس طرح کہ وہ نصوص شرع کے ساتھ اس وقت کرتا ہے جب کہ دلائل کی روشنی میں کسی مسئلے کا استنباط پر قادر نہ ہو۔“

دوسری قسم کے علما اگرچہ اجتہاد مطلق کے درجہ پر فائز نہیں اور فقہی تصور کی وجہ سے اول درجہ کے کم درجہ کے ہیں تاہم ان کا شمار مقلدین میں نہیں ہے، بلکہ وہ اصحاب نظر، اعلیٰ فکر و دانش اور اول میں قوت بصیرت کے مالک ہوتے ہیں اور فقہ میں انہیں کامل درجہ اور تجربہ ہوتا ہے۔ علم ان کا مقام بہت بلند ہوتا ہے، فقہی میدان میں انہیں بڑی مہارت ہوتی ہے اور فکر کی اعتبار ان کا کوئی مساوی نہیں ہوتا ہے۔ یوں ہی جرح و تعدیل پر انہیں کامل درجہ ہوتی ہے، صحیح اور

ضعیف کی تفریق میں پورا درک رکھتے ہیں، مذہب کے مسائل پوری طرح انہیں یاد ہوتے ہیں، مذہب پر اعتراض کا اچھی طرح رد کرتے ہیں، مسائل کو غصہ انداز میں نہایت آسان اسلوب میں پیش کرتے ہیں، ہر دلائل کی تفصیل میں بھی انہیں کوئی دشواری نہیں ہوتی ہے، اپنے موقف کے اثبات اور اس کے خلاف شہادت کو رد کرنے میں اپنی مثال آپ ہوتے ہیں، ان کے اندر فتویٰ دینے کی صلاحیت ہوتی ہے اور ترجیح پر پوری قدرت بھی۔

اس طبقے کے بعد کا طبقہ علمی اعتبار سے مختلف درجات پر قائم ہوتا ہے، روایت میں محنت و ضعف پر کھنے کے اعتبار سے بھی ان کے درمیان فرق ہوتا ہے، فقہ اور روایت میں بھی کوئی وجہ کمال پر ہوتا ہے تو کسی میں واضح کی موجود ہوتی ہے۔ جیسے امام سلیمان رومی معروف بابائے کمال جو سلطنت عثمانیہ کے ایک مشہور فاضل ہیں، ان کے صاحبِ فقہ گے چھ درجے کئے ہیں:

اول: مجتہد فی الشرع مثلاً ابن اربیع اور ان کے طریقے پر کاربند رہنے والے یعنی جنہوں نے اصولی قواعد کی بنیاد ڈالی، اولاد ابن اربیع کی روشنی میں احکام کا استنباط کیا، اور اصول و فروع میں کسی کی بھی تقلید نہیں کی۔

دوم: مجتہد فی المذہب مثلاً امام ابو حنیفہ کے تینوں اصحاب اور جن لوگوں نے احکام کے استخراج میں ان کے طریقے کو انہیں کے قواعد کی روشنی میں (جن کو ان کے اساتذہ اور مشائخ نے رائج کیا تھا) اختیار کیا۔ یہ لوگ اگرچہ بعض احکام میں اپنے امام کی مخالفت کرتے ہیں مگر بنیادی قواعد میں ان سے کوئی اختلاف نہیں کرتے اسی وجہ سے وہ اپنے مخالفین سے اصول و فروع میں ممتاز ہوتے ہیں۔

سوم: مجتہد فی المسائل مثلاً خفاف، بطحاوی، بکری، شمس الانار، طحاوی، شمس الانار، سرخسی، جفر الاسلام، بزدوی، جفر الدین قاضی خاں اور ان کے امثال، جو اصول اور فروع کی میں بھی اختلاف کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ ان احکام کا استنباط کرتے ہیں جن میں مجتہد فی الشرع سے کوئی انص موجود نہیں، مسائل کے استنباط میں اپنے امام کے قواعد کا پورا لحاظ رکھتے ہیں۔

چہارم: وہ مقلد جو اجتہاد پر بالکل قادر نہیں ہوتے ہیں مگر اصول اور ماخذ کا کامل احاطہ کرنے کی وجہ سے کسی مجتہد سے منقول مصل اور احتیاتی اقوال کی تفصیل پر انہیں قدرت ہوتی ہے اور یہ

لوگ اصحابِ ترجیح ہیں مثلاً رازی اور ان کے امثال۔

پنجم: اصحابِ ترجیح مثلاً ابو حسین قدوسی اور صاحبِ ہدایہ وغیرہ۔ یہ لوگ ایک روایت کو دوسری روایت پر فوقیت دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اس کے لیے "یہ اصح روایت ہے"، "یہ قیاس کے زیادہ موافق ہے" اور "لوگوں کے لیے اس میں زیادہ فزنی ہے" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

ششم: مقلد جو فتویٰ اور فتویٰ ضعیف، ظاہر مذہب اور ظاہر روایت وغیرہ میں فرق کرنے پر قدرت رکھتے ہیں، مثلاً صاحبِ کنز، صاحبِ مختار، صاحبِ وقایہ، صاحبِ مجمع وغیرہ۔

ہفتم: مقلد جو مذکورہ چیزوں میں سے کسی پر قدرت نہ رکھتا ہو، مگر اسے اور کون سے میں تیز کی صلاحیت بھی نہ ہو، وہ ان میں فرق کی صلاحیت کا بھی مالک نہ ہو بلکہ غالب لیل کی طرح سب کچھ اٹھا کر تاراج کر دیتا ہو، اس طبقے کے لیے اور جو ان کی مدد کی کرے ان کے لیے پوری تاجی اور بربادی ہے۔

ابن کمال نے ان تین قسمیات کا ذکر کیا ہے اور حمی نے اپنے طبقات میں حرف بحرف اس کو نقل کرنے کے بعد لکھا "یہ بہت اچھی تقسیم ہے"۔ میں کہتا ہوں کہ اس تقسیم کا بہت اچھا ہونا تو دور کی بات ہے محنت سے بھی اسے دور کا واسطہ نہیں، کیوں کہ اس میں زبردستی کی سمجھ جان موجود ہے اور بے سمجھنے والے سے بڑے اور ایسے ایسے الفاظ و کلمات ہیں جس کا تو کچھ سمجھ سکتی ہے اور نہ ہی کوئی مہموم، ان سے پہلے بھی کسی نے اس قسم کا دعویٰ نہیں کیا اور اس دعوے کی اب کوئی تصحیح نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بعد میں آنے والے کچھ لوگوں نے بغیر دلیل کے ان کی اتباع کر لی ہے، ہم فقہاء کے ان سات مراتب سے متعلق جتنا بھی نرم رویہ اختیار کر لیں اس کے باوجود وہ اس بات سے جان نہیں چھڑا سکتے کہ جلد طبقات کی وجہ بندی میں ان سے زبردستی غلطی اور واضح چوک

(۱۳۵) مکتبہ صحیح مسلم ۶/۱، المسند المسروح، طبعی، صحیح مسلم ۸/۱، حدیث نمبر ۵۶، ۵۷

۵۸۔ اس طرح چالیس مقلدوں کی جگہ کرکشی، مختار، حاکم، شہید اور محقق قدس سرہی کی کتاب کا شمار مذہب کے معتبرین میں کیا ہے، مذہب کی کتابوں کی وجہ بندی میں بھی اتنا توسع نہ کیا ہے اور بہت اچھے انداز کے ہیں، اس میں بھی ابن کمال سے مخالفت کی ہے، کاش شاہب مرعائی کی کتاب دو راہی کو مکرہ مرہم پر تصحیح کیوں کہ اس میں بڑی غار قطعیت ہے۔ (مؤلف)

ہوئی ہے۔ بھلا تاؤ تو کسی کران کے اس قول کا کیا معنی ہے کہ ابو یوسف، محمد اور زفر اگرچہ احکام میں ابوحنیفہ کی مخالفت کرتے ہیں تاہم اصول میں ان ہی کی تقلید کرتے ہیں؟ اصول سے ان کی مراد کیا ہے؟ اگر اس سے ان کی مراد وہ ایمانی احکام ہیں جن سے اصول فقہ کی کتابوں میں بحث کی جاتی ہے تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ عقلی قواعد ہیں، دلائل کی روشنی میں ان کی ترتیب دی گئی ہے، اصحاب جنس و نکر اور صاحب نظر کو اس کا علم بغیر کسی دشواری کے ہوسکتا ہے خواہ وہ مجتہد ہو یا نہیں، ان احکام کا اہمیت دے بالکل تعلق نہیں۔ ان تینوں اماموں کی شان اس سے بہت بلند و بالا ہے جیسا کہ لوگوں کے ان کی تقلید سے ظاہر ہے۔ حاشا ثم حاشا کہ ان ائمہ کے اندر اس طرح کی کوئی کمی ہو، فقہ میں اگر ان کا درجہ مالک، شافعی اور ان کے امثال سے بڑھ کر نہیں تو یہ بھی مسلم ہے کہ ان سے کچھ کم بھی نہیں۔ مخالف اور موافق کی زبان پر یہ پیش بروقت رہتی ہے کہ "ابوحنیفہ ابو یوسف ہیں" اس کا معنی یہ ہے کہ ابو یوسف جو فقہ میں فتویٰ درجہ پر فائز ہیں ابوحنیفہ بھی شان فداہت میں اعلیٰ اور خمی درجے کے حامل ہیں اور یہ بھی قول زبان زد عام ہے "ابو یوسف ابوحنیفہ ہیں" یعنی ابو یوسف فقہ کے استے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں کہ ان میں کسی بھی طرح کی کوئی کمی باقی نہیں ہے۔ دونوں ہی جملوں میں قصر مفردی (۱۱۶) ہے۔ خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ خطوبین محمد بن جعفر نے کہا کہ ابو یوسف کا معاملہ بڑا مشہور ہے، ان کی فضیلت ظاہر و باہر ہے، اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ ہیں، ان کے زمانے میں کوئی بھی ان سے آگے نہیں بڑھ سکا، وہ علم و حکمت، مرواری اور بزرگی کی اعتبار پر تھے، مذہب حنفی کے مطابق اصول فقہ میں کتاب سب سے پہلے انہوں نے ہی ترتیب دی، مسائل املا کروائے، ان کے پھیلائے کا اہتمام کیا اور ابوحنیفہ کے علم کو روئے زمین کے تمام گوشوں تک پھیلا دیا۔ (۱۱۷)

محمد بن حسن نے کہا کہ ایک مرتبہ ابو یوسف کی بہت زیادہ طبیعت خراب ہوئی، اندیشہ لاحق ہو گیا تو ابوحنیفہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے، جب لوٹے تو باہر آ کر کہا اگر یہ نوجوان اس دنیا سے چلا جائے تو زمین کا سب سے بڑا عالم رخصت ہو جائے گا۔ (۱۱۸)

یوں ہی محمد بن حسن کا معاملہ ہے کہ امام شافعی نے ان کی تعریف و توصیف بہت بڑھ چڑھ کر کی ہے۔ رفیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ شافعی نے انہیں خط لکھا اور ان سے کچھ کتابیں طلب کیں

تو انہیں بھیجے میں تاخیر ہوئی، شافعی نے لکھا:

قل للذی لم تسعی
حسی کان من را
العلم بنہی اہلہ
لعلہ یذلہ
ن من راہ مقلہ
قد رای من قبلہ
ان یمنعہ اہلہ
لاہلہ لعلہ (۱۱۹)

(ترجمہ: وہ یعنی امام محمد تو ایسی شخصیت کے مالک ہیں کہ کسی آنکھ نے ان کی طرح تو دوری بات اس آنکھ کو بھی نہیں دیکھا جس نے ان کی طرح کسی کو دیکھا ہو، وہ تو سلف کی حسین یادگار اور علم و عرفان کا خزانہ ہیں اور ایک عالم کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ دوسرے عالم کو علم کی نشر و اشاعت سے باز رکھے)

اس خط کے پاتے ہی محمد بن حسن نے انہیں کتاب بھیج دی۔

ابراہیم حربی نے کہا احمد بن حنبل سے نہیں لے کہا کہ اسے واقعی اور ایک مسائل آپ نے کہاں سے پکھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ محمد بن حسن کی کتابوں سے۔ (۱۲۰)

حسن بن ابو مالک نے کہا اتنی باریک بینی (جس قدر کہ امام محمد میں تھی) ابو یوسف کے اندر بھی نہیں تھی۔ یعنی بنی آبان نے کہا کہ وہ ابو یوسف سے بڑے فقیہ تھے۔

عبدالرحمن بن ملحدون مانگی نے اپنے مقدمے میں لکھا کہ شافعی عراق گئے، امام ابوحنیفہ کے اصحاب سے ملاقات کی، ان سے افتخار ظلم کیا، حجازی اور عراقی طریقہ ملا کر ایک خاص مذہب بنالیا۔ (۱۲۱) یوں ہی احمد بن حنبل نے علم حدیث میں مہارت ہونے کے باوجود ابوحنیفہ کے اصحاب سے افتخار ظلم کیا اور ایک خاص مذہب بنایا دیکھی۔

آپ یہ نہیں دیکھتے کہ جب بعض شوافعی نے مصلحت کے مفہوم کو اس کی نفی (۱۲۲) پر ترجیح دی اور اس کی بنیاد اس بات کو بنایا کہ شافعی اپنی فطرت، فہم، علم، کثرت کی وجہ سے اس کے قائل ہیں، ان سے استدلال بھی مقول بھی ہے اور ان کے وہ کارنامے کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ ان تمام اور دیگر غلطیوں نے یہ کہہ کر اس کا رد کیا کہ محمد بن حسن ان ساری خوبیوں کے مالک ہیں، ان

(۱۲۱) تاج محمدی، شریف کا ایک بڑا اثریہ "درد المصروف" ہے۔ (مجید حاشیہ کے ساتھ)

کی طبعی برتری بھی مسلم ہے اور شافعی نے زمانے کے اعتبار سے مقدم بھی ہیں، لہذا انہوں نے ہی صفت کے منہجوں کی اپنی کتب کا قول کیا ہے۔

دفعہ کے بارے میں امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ یہ مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام ہیں اور میرے اصحاب میں سب سے زیادہ دانشمند (قیاسی) ہیں۔ حنفی نے کہا کہ وہ ان میں (احناف میں) ایک ہے۔ وہ اہل حنفیہ (قیاسی) ہیں۔

ان ائمہ ثلاثہ کی علی الاطلاق اجتہاد کی شان اجاگر کرنے کے لیے اسی قدر شہادت کافی ہے۔ ان میں ہر ایک کا اپنا خاص اصول ہے جن میں وہ اہل حنفیہ سے الگ تھلگ ہیں اور اسی بنیاد پر ان سے اختلاف بھی کیا ہے۔ ان میں ایک یہ ہے کہ اہل حنفیہ کے نزدیک نجاست خفیفہ کی اصل دلائل کا متعارض ہونا ہے جب کہ ابو یوسف اور محمد کے نزدیک انکشاف انسان کی اصل ہے۔ غزالی نے (پیر مجھے ملے گا حاشیہ) حدیث کا معنی لکھا کہ انکار و منکر و مجرمہ ہے۔ یہ مسابک کی ایک کیفیت ہے سعادت کے مسابک جب ریاضت کی پابندیوں پر قائم رہتا ہے اور روحانی مسابک کے مقابلے میں رہتا ہے تو اس پر عطا ہو گا انکشاف ہوتا ہے اس نگرے کے مطابق وہ جو کسی روح میں ہیں ایک روح جود ذات الہی ہے جو عقل و جود ہے اور عظام و جود حق ہے اس عقل و جود کا کل اور جود ہے اس نگرے کے بانی محمد اہل ذاتی حضرت شاہ محمد بنوری ہیں۔ ”توحید ہوئی ہے“ اسی جاہد اشارہ ہے۔

جو خلق اور جود کا کام صحابہ الامام میں امام شافعی کے عقیدے سے متعلق اور اس کے بعد صحیحہ میں ہر کچھ ہے اس سے ان کے عقیدے کے مطابق ہوتا ہے اس کی کتاب حلاۃ المفہوم فی روضۃ السعدیہ میں روحانی مسابک سے ان کے فلسفیانہ موقف کا جو کچھ کہتے ہیں۔ جہان فی سوس کی اطلاع کے ساتھ یہی طور پر اس کی فکر منظر ہوئی جاسے کی اگرچہ بعد میں ان کی کتاب فیصد السبل سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اہل پندہ کی میں اجماعی (منوال)

(۱۲۷) توحید و جود کی اشارہ صوفیہ کے نظریے ”وحدۃ الوجود“ کی طرف ہے۔ فقہ ”وحدت“ کا معنی عربی لغت میں ایک، لایک، یکا، الگ تھلک ہے۔ اصطلاح میں اس کا معنی یہ ہے کہ یہ نام جس میں سب اس لیے پڑتے، بھرتے، ملتے، پڑتے ہیں اس کا کوئی اپنا ذاتی اور حقیقی جوہر نہیں، نہ کائنات عالم کی تمام چیزوں کا جوہر جس سے اور ان ملکات سے ایک واجب الوجود کا جوہر ہے۔ جو حقیقی و جود ہے اور مرئی غیر اور مبینہ کائنات ہے۔ جو حقیقی و جود اندلعل میں شاد کا ہے۔ کیوں کہ وہی ابتداء سے بغیر کسی کے پیدا کرے اور جود میں لانے سے بذات خود سوجا ہے، یہی اور جود کی یہاں ضرورت میں جود و تسلسل اور آواز کا جوہر اصل ہے۔ کائنات عالم کی جتنی چیزیں ہیں اسی حقیقی و جود کے علم اور اور اس کی مطہر ہیں اور اسی حقیقی و جود سے ان کی زندگی اور ان کا جود ہے اس لیے ان ملکات کا جود یا پھر اور باقی ہوگا۔ یہی اس میں موجود حقیقی کے علم اور دوسرے تمام سوجات پر جود کا اطلاق ہو گا اور ہے۔ (ذاکر محمد علیہ دورہ فی فلسفۃ الاسلامیہ ص ۵۶ و تعلیق ج ۱ ص ۵۶ و مکتوبات و آثار و کلام و تفسیر حاشیہ ملے گئے)

تو یہاں تک کہا کہ ان دونوں (ابو یوسف اور محمد) نے اہل حنفیہ کے مذہب کی دو تہائی مخالفت کی ہے۔ نووی نے اپنی کتاب نہضت الاسماء و اللغات میں ابو یوسف کی جوینی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حنفی نے جو بھی قول اختیار کیا میرے خیال میں ان سب کی حیثیت تخریج کی ہے اور مذہب سے ہی ملتی ہے کیوں کہ وہ ابو یوسف اور محمد کی طرح شافعی کے اقوال کی مخالفت نہیں کرتے کیوں کہ ان دونوں نے تو اصول میں اپنے امام کی مخالفت کی ہے۔

امام ابو جعفر ابن جریر نے تو احمد بن حنبل کا شرف نہیں کیا یہ نہیں اور یہ کہا کہ وہ حافظ حدیث سے مشہور ہیں۔ ابن خلدون نے کہا کہ احمد بن حنبل کے مقلد بہت کم ہیں کیوں کہ ان کا مذہب اجتہاد سے کافی دور ہے، احناف اہل فکر و نظر ہیں اور مالکیہ اہل نظر نہیں۔ (۱۲۳)

ذرا غور کیجیے کہ مذکورہ اندر کے بارے میں علماء کیا یہ خیال ہونے کے باوجود وہ مجتہد فی الشرع ہیں اور ابو یوسف، احمد اور ذفر رحمہم اللہ تعالیٰ میدان فقہ کے مطلق شہسوار اور فکر و نظر کے بادشاہ ہونے کے باوجود وہ مجتہد فی الشرع یا مجتہد مطلق نہ ہوں۔ وہاں یہ اور بات ہے کہ اپنے استاد کا حد درجہ احترام کرنے کی وجہ سے ان کی عظمت کا چرچا شروع کرو یا ان کی تائید میں دلائل ذکر کرنے لگے، ان کے اقوال سے استنباط شروع کرو یا ان کی روایتوں کی تصحیح شروع کرو یا اس کو نقل کرنے لگے، جیسے آئمہ مسائل کامل اور ان پر فتویٰ امام کے قول کی روش میں دینے لگے، اور انہوں نے اپنی پوری زندگی اپنے امام کے اصول و فروع کی تحقیق و تدقیق، مباح و محرم اور فضول کی تیسرین باتوں کو اعدا سے اس کی تنبیہ و مضبوط قیاس جن سے احکام کا استنباط کیا جاسکے، بھی تو ان کا استنباط اور ضعیف کام کے لیے ایسے زبردست طریقوں کا استحباب جن سے معافی کی پہچان ہو سکے، کے لیے (پیر مجھے ملے گا حاشیہ) ”وحدۃ الوجود“ کا نظریہ راہبوں میں مدعی ہوسا میں ابن حنفی اور شریقی مسابک میں متعارف ہوا۔ شیخ محمد ابن ابن عربی (۱۲۸۶ھ) کا اس نگرے کا رد اور ان کی اپنی کہا جاتا ہے اس طرح حلال الدین عربی بھی اس کے ایک ہے جو یہ ہیں۔ وہاں جود کا نظریہ ابتدا سے ہی ملتا ہے اسلام کے زمانہ از بہت ہے۔ یہ کہ لوگ اس بنیاد پر اس کی تردید کرتے ہیں کہ یہ تو حقیقی کے خلاف ہے اور ملاکی ایک دھڑ کی جماعت ہے جس سے اس کی تائید اور تخریب کرتی آتی ہے ان کا کہنا ہے کہ اس سے توحید پر کوئی تفسیر آتی ہے جس کی تائید ہے۔ میرے نزدیک یہی سبکی اور سالم مسک ہے۔ اس بحث کی مزید تحقیق کے لیے دیکھیے مولانا سید الحق رحمہم عام قادری کا مقالہ ”کیا جود صوفی خاص اسلامی ہے“ مشورہ تحقیق و تبصیر ص ۳۳ ص ۳۴ ۱۳۷۲ھ اور فکر اسلامی ص ۲۰۹۔

میں اپنی کتاب میں جہاں بھی بات آئے گی ناخ و سوسرخ، ہلکا کی بات، ایک کے خلاف دوسرے کا استدلال اور ان میں میرے نزدیک صحیح قول ہو گا جس کی تائید اور اس کے دلائل کا ذکر کروں گا، جب کہ دوسری طرف بھی کتاب بہت اجماع یا اقوال صحابہ اور تابعین سے متواتر اجز ثابت ہوگی اور کسی صحیح ہوگی۔

پھر خلافت، جمہوریت، عمری کے بارے میں ان کا یہ سمجھنا کہ وہ اصول و فروع میں سے کسی میں بھی اوجھڑی کی مخالفت کی صلاحیت نہیں رکھتے، سمجھنے کی نہیں رکھتا کیوں کہ فقہی کتابوں پر جس کی گہری نظر ہوگی، اختلاف علماء اور اصول کا مطالعہ جس کا بھٹکا زیادہ ہوگا اسے اچھی طرح معلوم ہو سکے گا کہ انہوں نے ایک یا دو مسائل میں نہیں بلکہ بے شمار مسائل میں ان کی مخالفت کی ہے، اصول و فروع میں ان کے اپنے اعتبارات ہیں، قیاس اور طاع سے اقبال کا استنباط کیا ہے، اس پر معقول اور معقول سے استہلال بھی کیا ہے۔ امام رکنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اوجھڑی اور ماہرین کے حادو

(۱۳۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتا ہے: حدثنا أحمد بن منيع، حدثنا يزيد بن هارون أخبرنا حماد بن سلمة عن يعقوب بن غطفان عن وكيع بن جهم عن حماد بن عيسى عن زهير بن خالد قال: قلت لرسول الله ﷺ كان يوماً قبل أن يخلق خلقه؟ قال: كان في عباده ما تحبه هواء وما فقه هواء وخلق عرشه على الماء قال أحمد بن منيع قال يزيد بن هارون الصماء أي ليس معه شيء. قال أبو عيسى هكذا روى حماد بن سلمة وكيع بن جهم، ويغفل شعبة وأبو عروة وهشيم وكيع بن عيسى وهو أصح وأبو زرارة اسمه لقيط بن عامر، قال وهذا حديث حسن. (سنن الترمذی ج ۵ ص ۳۸۸، حدیث ۳۱۰۹)

[illegible]

مذکورہ دستخطوں کے علاوہ مسند امام احمد بن حنبل (ج ۳ ص ۱۸۱) میں اس مباحثہ (ج ۱ ص ۶۳) میں بھی

انہم سے ان مسائل میں اختلاف کیا ہے:

(الف) عام کی حیثیت مخصوص کے بعد اصلہ باقی نہیں رہتی۔

(ب) کسی مسئلے کا تعلق عمومِ ہلوی سے ہو تو خبر واحد اس میں جھٹ نہیں ہوگی۔

(ج) متروک محاجت حاجت کے وقت حجت نہیں ہے۔

ابو بکر رازی نے اس اصل میں اختلاف کیا ہے کہ عام مخصوص عنہ بعض کا باقی اگر جمع ہے تو وہ حقیقت ہے، اور نہ وہ مجاز ہے۔

کیا یہ مسائل اصولی مباحث سے تعلق نہیں رکھتے، ان سب کے باوجود ابو بکر رازی
اجسام کا شمار ایسے مقلدین میں کیا جانا چاہیے جنہیں اجتہاد پر بالکل ہی قدرت نہیں ہوتی، بڑا عظم اور
سچے مقام سے نچلا دکھانا، چشم پوشی، ان کے مقام علم سے نا آشنائی، عقد میں ان کی مہارت کا انکار،
اصول میں ان کے روک اور قوت فکر و نظر اور ان کے طریقہ استدلال سے جہالت میں تو اور کیا
ہے؟ جو شخص ان کی تصانیف کا مطالعہ کرے گا اور ان سے مقلد اقول کا مطالعہ کرے گا اس پر یہ
یقین کمال جائے گی کہ جن لوگوں کا شمار ان کمال نے مجتہدین میں کیا مثلاً شمس الانوار اور ان کے
مذہب کا علامہ ابو بکر رازی کے ہاں پہنچا ہے اس کا مصداق وہ مسائل ہیں جہاں انہوں نے
پہنچا تھا، ان کا استعمال کیا ہے، وہ وہاں ہیں جن سے انہوں نے طریقہ استدلال کا ذکر کیا
ہے، ان کی نشر و پراغ ہوئی جو اور اختلاف ہونے کے ساتھ ساتھ علم رشد و ہدایت کی آماجگاہ
اور امن و سلامتی کا شہر اور اسلام کی پناہ گاہ تھا۔ کثافت و اطراف کا سفر کیا مختلف گھوں کی سیر
اور علم سے غلام تھیں کیں، اعلیٰ علم و فن کے ملنے کا اتفاق ہوا، فقہ اور حدیث سے بڑے مشائخ
محقق حاصل کیا۔ دیکھیے تو کسی علم الاثر طوطائی ان کے ہاوس میں کیا کہتے ہیں:

وہ بڑی شخصیت کے مالک ہیں، اور اب علم و فن کے دایمان معروف ہیں، ہم ان کی تقلید کرتے ہیں اور ان کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں۔

لہذا مقلد کے لئے مقلد کی تقلید کیسے درست ہو سکتی ہے؟ الحکشف الکبر میں لکھا ہے جس
 تعلیم سے کہ ابوبکر رازی ابو منصور ماتریدی سے بڑے فقیر تھے قاضی غفران نے مسئلہ قاضی
 موت کے ضمن میں فرمایا:

امت کے ضمن میں فرمایا:

بارہ یعنی ایسی صورت جس کا مردوں سے اختلاف نہ ہوا ہو یا کہ وہ یا شبیہ کے لیے وکیل بنانا جائز ہے، ایسا ہی ابو بکر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

ہدایہ میں ہے کہ اگر صورت بارہ ہو تو رازی نے کہا اس کا وکیل بنانا لازم ہے، یہ ایسا مسئلہ ہے جس کو متاخرین نے مستحب قرار دیا ہے۔

ابن حام علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ابو بکر رازی ایسا ص احمد بن علی رازی بڑے امام ہیں، یعنی جہاں راصل وغیرہ کے مطابق ابو حنیفہ سے کہیں مردی ہے کہ بارہ اور شبیہ میں کچھ فرق نہیں خواہ بارہ نہیں ہو یا بے پردہ اور توئی اسی پر ہے جس کو انہوں نے اختیار کیا۔ لہذا رازی کی تخصیص کے بعد عام طور پر متاخرین کی طرف انتساب صرف اس لیے ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس جزیہ کے دینی موجد ہیں اور متاخرین نے ان کی اس مسئلے میں اتباع کی ہے۔

شمس الاعتراف نرسی نے اپنی کتاب میں ابو بکر رازی کے حوالے سے کثرت کے ساتھ نقل کیا ہے، ان کے اقوال سے دلائل پیش کیے ہیں، اور ان کی رائے کی متابعت کی ہے، طہوانی اور ان کے بعد جن علماء کا ذکر مجتہد فی المسائل کے ضمن میں کیا ہے ان سب کا علم ابو بکر رازی کے علم پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ ☆

قاضی ابو زیور دیوبی کے استاد ابو جعفر استریشی نے ان سے علم فقہ حاصل کیا، یوں ہی شمس الاعتراف طہوانی کے استاد ابو علی حسین بن خضر نطنزی نے بھی ان سے فقہ حاصل کیا۔ نرسی کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ ان کے شاگرد ہیں، قاضی خاں ان کے اصحاب کے اصحاب میں سے ہیں۔ اصحاب تخریج میں غالباً ان کو اس لیے شاکر لیا گیا کہ علایہ لکھتے ہیں: ”ایسا ہی تخریج رازی میں ہے“ اس عبارت سے یہ عموماً ہو گیا کہ شاید ان کا علمی مقام اصحاب تخریج ہے اور یہی کچھ ان کا مسئلہ علم ہے۔

ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے عیدین کی حیرہ بگیریات سے متعلق ابن عباس کے قول کی تخریج کی ہے اس قصداً کہ انہوں نے اصل بگیریات پر محمول کیا ہے جب کہ شافعی اور ان کے پیرو کاروں نے بگیریات زدہ اند پر اس کو محمول کیا ہے۔

ابو یوسف نے قمی کے اس قول کی تخریج کی کہ غنئی مشکل وراعت کے مسئلے میں دو حصوں

کے نصف کا مستحق اس لیے ہے کہ یہ سات کا تیسرا حصہ ہے اور چھ نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ یہ بارہ کا پانچواں حصہ ہے۔

ابو الحسن کرخی نے تعدیل رکوع اور کھڑے سے متعلق ابو حنیفہ اور محمد رحمہما اللہ کے قول کی تخریج کی اور اسے واجب قرار دیا اور ابو عبد اللہ جرجانی نے اس کی تخریج کی اور اسے سنت پر محمول کیا۔ اس طرح کی درجنوں ایسی مثالیں موجود ہیں جو بڑے مجتہدین کرام سے صادر ہوئیں جس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان کی اجتہادی شان پر حرف آجائے یا ان کے درجے کو کم کر دے، تو پھر ابو بکر رازی کو کیسے ان کے درجے سے نیچے شاکر کیا جاسکتا ہے۔

قدوری اور صاحب ہدایہ کو انہوں نے اصحاب ترجیح اور قاضی خاں کو مجتہدین فی المسائل کی فہرست میں شامل کیا ہے جب کہ قدوری زمانے کے اعتبار سے شمس الاعتراف سے پہلے ہیں اور علم و فضل میں بھی ان کا مقام اعلیٰ ہے تو پھر قاضی خاں سے بڑے کیوں نہیں ہوں گے۔

جہاں تک صاحب ہدایہ کی بات ہے تو ان کا مقام تو یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے میں جہاں جاتے مرجع ملتا ہوتے اور ان لوگوں میں سے تھے جن کو اکیلوں پر شاکر کیا جاسکتا ہے۔ جو اب اور اس کے علاوہ کتابوں میں ہے کہ ان کے زمانے کے لوگوں نے ان کی علمی برتری اور ان کے فضل کا اعتراف کیا ہے، جن میں امام فخر الدین قاضی خاں اور زین الدین عینی وغیرہ سر فہرست ہیں۔

انہوں نے لکھا کہ وہ اپنے زمانے کے علماء بہت آگے تھے حتیٰ کہ اپنے ان اساتذہ پر بھی انہیں علمی برتری حاصل تھی، جن سے انہوں نے فقہ حاصل کیا تھا اور انہیں اس کا اعتراف بھی تھا۔ لہذا یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ان کا درجہ قاضی خاں سے کم تھا، بلکہ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ وہ اجتہاد کے ان سے کہیں زیادہ متفقی تھے، اجتہادی مسائل کے اسباب میں بھی قاضی خاں سے زیادہ دسترس انہیں حاصل تھی۔

یہ اور اس کے علاوہ یہ بھی کہ ان کی اس وجہ بندی سے پانچویں اور چھٹے درجے میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ کس قیاس کی بنیاد پر انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے اور کس بنیاد پر ان کے درمیان یہ فرق رکھا ہے؟ انہیں تو اس موضوع سے بہت کم تعلق ہے، جن لوگوں کا اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے ان سے بھی ان کی موافقت بہت کم لگتی ہے، اکثر کو تو وہ جانتے ہی نہیں۔ مگر یہ ایک کا در

کی ان کی نظروں میں کوئی قیمت نہیں تھی، روئے زمین پر اپنے علاقے کے علاوہ کسی اور علاقے کی ان کی نگاہ میں کوئی قدر بھی نہیں تھی۔ ہر ایک اپنے خیال میں یہی سمجھتا تھا کہ چوہی کا نکات ان کے علاقے کے سامنے بچے ہے۔ اس فکر کا ان کے علم میں بھی آ جاتا کچھ بعد میں تھا، لہذا انہوں نے انہیں بڑے بڑے القاب سے نوازا، اور بڑے بڑے اوصاف کو ان کے نام کی زینت بنایا مثلاً حسن الخضر الاسلام، صدر الشریعہ، یہی حال ان کے بعد آنے والے علما کا بھی رہا۔ وہ اپنے اسلاف کو بڑے بھاری بھر کم القاب سے یاد کرنے لگے، ان کے بالمقابل دوسروں کو بچا دکھاتے، جب ان میں سے کسی کا ذکر آتا تو ان کے القاب میں زمین و آسمان کے قلابد دیتے اور کہتے اشع، امام الام، علی، الخ، ہد الفقیہ وغیرہ اور جب ان کے علاوہ علما کا ذکر کرتے تو صرف اس قدر کہتے کہ ”کثری اور صفا سے کہا“ تو جب نہیں کہ جن لوگوں نے ان کی زبان سے یہ سب کچھ سنا وہ بھی ان کی اقتدار کرنے لگیں، لہذا ہر احوال و حال سے نا آشنا، ان کے مراتب کمال سے تاجد، علما کے طبقات اور فقہاء کے مراتب سے بے خبر تھے وہ ان کے بارے میں بدگمانی میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے اوصاف کے بلند بالا ہونے کی وجہ سے موصوف کو بھی بڑا بھجلیا جس کی وجہ سے انہوں نے ان کے علاوہ علما کی برتری کا انکار کر دیا اور اللہ کے دیگر نیک بندوں کو حقیر سمجھ لیا۔

ابن کمال حکومت کی طرف سے فتویٰ نویسی پر مامور تھے، اپنے آپ کو باوقار اور پریشانوں سے ٹھکانے کے لیے فتاویٰ کی کتابوں کا مطالعہ ان کی ضرورت بن گئی ہوگی، اسی دوران ان کی نگاہ ہاشد کا موراء التسمیر پر پڑی تو انہیں بڑے بڑے آداب و القاب والا دیکھا جس سے یہ کچھ بیٹھے کہ ان کے سامنے تو کئی کئی قدر سے ہی نہیں، لہذا ان سے متاثر ہوتے چلے گئے اور یہی ان کی طبیعت بن گئی، جو کچھ انہوں نے کیا وہ بعد والوں کے لیے نشان منزل بن گیا اور آداب و القاب کی روشنی میں علما کے طبقات کی جس طرح بددیہی کر کے عالی مرتبت کو انہوں نے سافل کر دیا، ادنیٰ کو اعلیٰ بنادیا اور تنگ دست کو فیاض بن کر پیش کیا، بعد میں آنے والوں نے بھی انہیں کے طریقے کو اپنایا اور اس سے تہذیب و تمدن کا بالکل ہی پسند نہیں کیا، اگر ان کے سامنے کسی بڑے عالم کا قول آتا تو وہ کہتے ”و تو مجتہدین میں سے نہیں کیوں کہ ان کا شمار مذکورہ طبقات میں نہیں۔“

اہل علم سے یہ پوشیدہ نہیں کہ اس شخص نے اپنی کتاب میں جو کچھ لکھا ہے وہ سہند سے ایک

کر دیا ہو اور مقدمہ کو فر کر دیا جس سے معاملہ بالکل الٹ گیا بلکہ بہت ساری کتابوں کو دوسروں کی طرف منسوب بھی کر دیا ہے، پھر وہ کسی طرح ان کے طبقات کو جان سکتے ہیں اور کسی طرح ان کے فقہی مراتب کو بیان کر سکتے ہیں؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کلید کا علم بہت دشوار ہے بالخصوص اہلہ فقہاء اور علما سے حقائق کیوں کہ ان کی مثال پھیلی ہوئی اس ذخیرہ کی طرح ہے جس کے دوسرے سرے کا پتہ عین غمض چلا جس کا اشارہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں موجود ہے ”وہا ضرینہم آیۃ الا ہی اکبر من اختہا“ (ہم انہیں جو کچھ نشانی دکھاتے ہیں وہ دوسری سے کہیں زیادہ بڑی ہوتی ہے) اس کا صحیح مفہوم تو اللہ کو ہی معلوم ہے مگر میری سمجھ سے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نشانی کو اگر الگ الگ دیکھا جائے تو غور کرنے والا ہر ایک کے بارے میں یہی کہے گا یہ سب سے بڑی نشانی ہے ورنہ یہ تصور نہیں ہو سکتا کہ ہر نشانی دوسری نشانیوں سے من کل الوجوہ بڑی ہے کیوں کہ یہ تا قضا ہے۔

فقہائے عراق بڑے سادگی پسند تھے، آداب و القاب کو بالکل پسند نہیں کرتے، القاب سے متعلق وہ ملاف امت کے نقش قدم پر تھے کہ ان کے اندر چند اداری یا فتویٰ اور تفسیر فی الدین اتنا زیادہ تھا کہ انہوں نے ہمیشہ اپنے کو بھاری بھر کم الفاظ سے دور رکھا، بلند پایہ دھوکہ کو بھی کبھی اپنا شعار نہیں بنایا اور دوسری اور خود نمائی کو بھی کبھی اچھا نہیں سمجھا۔ اسی طرح وہ منصب و تفسیر اور شای فوری سے بھی دور رہنے کی کوشش کرتے رہے، لہذا دوسروں سے امتیاز کے لیے وہ اپنے نام کے ساتھ اتنا سادہ لفظ استعمال کرتے جو عام لوگوں کی نگاہ میں نہایت حقیر سمجھا جاتا تھا، وہ اپنے کسی پیشگی طرف منسوب کرتے، یا قبیلے کی طرف، یا گاؤں کی طرف یا کسی علاقے کی طرف یا کسی طرح کسی چھوٹی چیزوں کی طرف مثلاً خضاف، بھسا، قدوری، طحی، ہماوی، کثری، جیمیری۔ جب متاخرین نے ان کا حوالہ لیں کہنا شروع کیا تو ان کے نام کے ساتھ کسی آداب و القاب کا اضافہ نہیں کیا، ان کے طریقے پر چلتے ہوئے انہیں الفاظ کو ان کے نام کے ساتھ استعمال کیا۔

دوسری طرف خراسان اور بالخصوص ماوراء النہر کے لوگوں کا حال قرون وسطیٰ اور اس کے بعد کے زمانے میں یہ تھا کہ دوسروں پر اپنی برتری ثابت کرنے کا ہنڈ بکھتے تھے، خود نمائی اور دوسری ان کے اندر چوہی طرح کا در فحاشی، خناساری محض ایک دکھاوہ تھی، اپنے علاوہ دوسروں کی بات

گھونٹ اور سحرا سے ایک مشت خاک کے برابر ہے، حاکم وغیرہ نے بعد صحیح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لوگوں کو ان کے درجات کے مطابق بیٹھیں (۱۲۵)۔ ان میں ہر ایک ائمہ دین ہیں، اور روئے زمین پر حق کے داعی ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت بھی عطا فرمائی ہے۔ اہل بصیرت کے لیے یہ چند فوائد و فضول اور قواعد اصول ہیں۔ اللہ ہی سیدھی راہ کی راہنمائی کرنے والا ہے، وہی ہمارے لیے کافی ہے اور ہمارا گہبان بھی۔ آمین

نہیں نے ناطورۃ الحق فی فرضیۃ العشاء وان لم یغیب الشفق سے نقل کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اس مقام پر مختصر تصرف کے ساتھ پورا کر دیا۔ یہ کتاب قدیم بلغاریہ کے علاقہ قزان سے ۱۲۸۷ھ میں شائع ہوئی ہے مگر اس علاقے کی کتاب تک پہنچنا کسی قلمی لئے تک پہنچنے سے زیادہ دشوار مسئلہ تھا اور اس کا حاصل کرنا بہت کٹھن معاملہ تھا اس لیے ہم نے اس کی بحث کا خلاصہ ذکر کر دیا تاکہ محققین اس کو دیکھ سکیں اور اس لیے بھی کہ اس میں بڑے فوائد اور زبردست تحقیقات تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ موضوع طبقات فقہا کے لیے بھی بہت اہمیت کا حامل تھا، کیوں کہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ حد سے تجاوز کرنے والوں کی بھی کثرت ہوتی جا رہی تھی اس لیے دلائل و براہین کی روشنی میں انہیں لگا ہوا بنیاد ضروری ہو گیا تھا۔ اللہ کی مدد اور اس کے فضل سے اس تکبھی ہوئی بحث کو سنبھالنے کے کام میں موقع آجھ آ گیا اور اللہ ہی ہر امیدوں کو فعل اور عمل کی منزل تک پہنچانے والا ہے۔

اس کتاب کے مؤلف بڑے علامہ، صاحب نظر و محقق، ماہر فقہ، اصولی، حکم مؤرخ شیخ شہاب الدین بن بہاء الدین مرغانی ہیں، ۴۳۳ھ میں ان کی پیدائش مرغان کاؤں میں ہوئی، اپنے والد سے علم حاصل کیا، پھر ۴۵۳ھ میں بخارا اور سرقد کا سفر کیا، ان علاقوں کے مشائخ سے علم حاصل کیا، انہیں اپنے مقصد میں کامیابی ملی اور ان علمی خزانوں سے اچھی طرح استفادہ کیا کیوں کہ وہ علاقے اس وقت تار و کتابوں کی نسبت معروف تھے، یہاں تک کہ فقہ، اصول، توحید اور تاریخ میں بہت نفع بخش کتاب کے مؤلف بن گئے۔ ان میں سے بہت ساری کتابیں قرآن، قاہرہ اور استنبول سے شائع ہو چکی ہیں۔ ۴۸۰ھ شعبان ۱۳۰۶ھ کو اپنے ہی شہر میں ۸۳ سال کی عمر میں

داعی، اہل کو لبیک کہہ گئے۔ اللہ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ ان کی زندگی ایک کامیاب علمی زندگی تھی، مسائل میں ان کی اپنی ایک شان تھی اس سب کے باوجود بعض سادگیاں ان کی بحث میں موجود ہیں۔ وہ وقت میں سامع کے پابند نہیں تھے بلکہ ہر موضوع پر ان کا قلم آزاد تھا۔ اللہ ان سے اور ہم سے درگزر فرمائے۔

شاہ ولی اللہ کے تسامحات

اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس بحث کی آخر میں الحبر الہمام شیخ احمد بن عبد الرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق کچھ باتیں کی جائیں گی کہ انہوں نے اجتہاد و تاریخ فقہ و حدیث سے متعلق اپنی کتابوں میں بڑی جرأت مندانہ بحثیں کی ہیں، جو ان کی کج فکری اور حقدین کی کتابوں پر کوٹاہ نظری کا منہ پڑتا ثبوت ہے۔ ساتھ ہی ساتھ احوال و رجال اور تاریخ علوم سے نا آشنا کی پانچ بھی دینی ہیں، اس کو تاہ دینی اور ملی عروہ کے باوجود خیالات کی دہائی میں ایسا بے لگام بیٹکتے رہے جس سے ان کے قدم ڈگمگائے۔

ان کی کتابوں کے اپنے جلوے ہیں اور ان کے فرائض اپنی جگہ مسلم ہیں، اس کے باوجود کچھ ان کے تفردات ہیں جن کی تہذیب و درست نہیں کیوں کہ اس میں فکری اضطراب پایا جاتا ہے، جس سے انسان موضوع کی تحقیق میں حق پر قائم نہیں رہ سکتا اور یہ تابع و متبع و دونوں ہی کے لیے خطرہ ہے۔ بہت سارے مقامات پر آپ ان کی ایسی مربوط باتیں دیکھیں گے جس کا کچھ فائدہ ہی نہیں، لہذا میں یہاں ان کے بعض فکری اضطرابات کو ان لوگوں کے لیے اجاگر کرتا ہوں جنہوں نے ان کی زندگی کا مطالعہ نہیں کیا تا کہ وہ ہوشیار رہیں۔ ان کی تمام باتوں کا تفصیلی جائزے کے لیے خاص قارئین اوقات کی ضرورت ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ہندوستان میں علم حدیث کی خدمت میں ان کا اہم کردار ہے مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ حق سے جہاں انہوں نے تجاوز کیا ہے ہم اس سے سکوت اختیار کر لیں، لہذا میں عرض کرتا ہوں کہ ان کی نشرو اشاعتی ماحول اور فتنی اعتقاد میں ہوئی اور دوسری طرف عارف باللہ شیخ احمد بن عبد اللہ احمد ہندسی جو حیدر شہودی (۱۲۶) کا قول کرنے میں امام ربانی سے معروف ہیں، کے روحانی فیوض سے بہرہ ور ہوئے۔ اپنے ملک کے احوال کے مطابق

حدیث اور فلسفے میں مہارت حاصل کی، اس کے بعد گجرات کا سفر کیا جہاں انہوں نے اصول سندھ و ہند منورہ میں شیخ ابو طہار بن ابراہیم کورانی شافعی سے حاصل کیے اور ان کی صحبت بھی اختیار کی، ان کے والد کی کتابیں جن میں انہوں نے حشویہ، اتحادیہ، خلافت اور مشکوٰۃ کے متضاد نظریات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے کا مطالعہ کرتے رہے، جس کا ان کی فکر پر گہرا اثر پڑا اور فقہ اور تصوف میں انہیں کے مذہب کی طرف مائل ہو گئے۔ ہندوستان جب واپس ہوئے تو تصوف، اور فقہ میں اپنے اہل خانہ اور اپنے خاندان کے مذہب کو ایک طرف رکھ کر واپس ہوئے، ساتھ ساتھ توحید و جدوی (۱۲۷) سے بھی متاثر ہو گئے اور زبان حال سے یہ کہہ رہے تھے:

عقدہ الخلال فی الالہ عقائدنا
وانا اعتقدت جمیع ما اعتقدہ
(ترجمہ: اللہ کے بارے میں لوگوں نے مختلف عقائد رکھے ہیں، اور میں بیک وقت ان تمام عقائد کا ماننے والا ہوں)

میں نے اتحاد پارہ پارہ ہو واجب انہوں نے اپنے فقہی نظریات کی طرف دعوت دینا شروع کی، حشویہ، خلافت اور وحدۃ الوجود کے قائلین کے اقوال میں تطبیق کی کوشش کرنے لگے اور مسرتوں میں اللہ کی تعالیٰ اور مظاہر میں اس کے ظہور کی تصویریں کچھ کر کے لگے کہ یہی اکابر کا عقیدہ ہے۔ جب کہ یہ نظریات قول بالاحول کے قبیل سے ہیں جن کو اہل دانش نے یکسر مسترد کر دیا ہے اور اس طرح کے اقوال کی ماضی میں آپ کو بہت ساری مثالیں مل جائیں گی۔

ان کے پوتے (شاہ اسماعیل دہلوی) کی کارگزاریوں نے مسئلے کو اور بھی الجھا دیا، ملت کا شیرازہ منتشر ہو گیا، غیر مقلد، خوشوے اور خود خدیش میں مختلف گروہ ہو گئے، زمانے کے ساتھ ساتھ اس ملک میں غیر مقلد کو فروغ ملنے لگا۔ اگرچہ دلاوا اختر م (شاہ ولی اللہ کا بعد میں ایک منادی بشارت کی وجہ سے اپنے قدم مذہب کی طرف لوٹ آئے اہل بشارت کا ذکر انہوں نے فیوض الحرمین اور تہذیبات الہیہ میں کیا ہے۔ تفصیل کے لیے فیض الہادی کا مقدمہ (ص ۳۳) دیکھیے۔

شاہ ولی اللہ اصول ستکی کی احادیث کے متون کا تو خوب اجماع کرتے تھے مگر اسناد کی طرف بالکل نظر نہیں کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر متون پر ہی اعتبار کیا جائے تو (اصول ستکی کی

(۱) یہ کتاب ۱۹۹۸ء میں ڈاکٹر املی محمد علی حقیق کے ساتھ کتب خانہ نافی مصر سے شائع ہوئی ہے۔

حدیثوں کے لیے ایک جلد ہی کافی ہوگی کراہی علم اسانید میں غور و فکر کا خاص اہتمام کرتے ہیں حتیٰ کہ فرقی مسائل کے احتجاج سے متعلق سن تو اپنی جگہ صحیحین کی سند میں بھی غور و تدقیق سے کام لیتے ہیں۔ لہذا عقیدے سے متعلق کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ احادیث کی سندوں میں غور و فکر ترک کر دیا جائے۔ ان کا سب سے کی اسناد میں غور و فکر کیے بغیر صرف حوالن پر اکتفا کرنا مذہب فقہا اور سانیہ ائمہ میں جبری رسم لگے اور جرأت کا مظاہرہ کرنے کے مترادف ہے، جو محض خیالی باتیں ہیں تاریخ علوم اور اہل شان محققین کے نزدیک ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کے عجب و غریب نظریات میں سے ایک یہ ہے کہ مجملہ حق اقرار و اصل نظر بندی کا معاملہ تھا، حالانکہ نظر بندی رسولان و عظام میں سے کسی کی بھی شان نہیں۔

مشکلات القرآن و روایات صاحب نے ان وجوہ پر محمول کیا ہے جس کا تعلق عالم مثال سے ہے، بعض متصوف کے مطابق معانی کا اس میں حلول ہوتا ہے۔ یہ نظریہ انہوں نے اہل اطنون کے مثالی عالم (۱۲۸) کے نظریے سے اخذ کیا ہے، جن کے مطابق یہ پورا عالم خیالی ہے اس کا جو دنیاوی شرع میں ثابت ہے اور نہ ہی عقل میں۔ نتیجتاً مشکلات کے حل کا دار و مدار اس عالم پر نہ کہنا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ اس کا حل کسی خیالی چیز پر رکھا جائے بلکہ اشریہ کرنے والے معانی کی نفی بھی اس لیے ہو جائے گی کہ اس کا دار و مدار مجہول عالم مثال پر ہے۔ حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ کسی چیز کو اس کے علاوہ کھتا جیسا کہ صدر الاول کے مفاہیم نے سمجھا کراہی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ لہذا اگر مشکلات کو حل کرنا چاہیں تو احادیث کی اسناد و رجال کے احوال اور ائمہ کرام کی مستقیم توجہات کا سہارا لینا پڑے گا۔

ان کا ماننا ہے کہ جنہوں نے شفاف چشمے سے میرابی حاصل کی ہے ان کی روایتیں مشکوک ہیں جب کہ متاخرین اور بعد میں آنے والے جنہوں نے گدلے چشمے سے میرابی حاصل کی ان کی روایتیں شفاف ہیں۔

انہوں نے اصول مذہب پر بھی تنقید کی اور یہ کہا کہ یہ متاخرین کی کارستانیوں ہیں اور انہوں نے خبر واحد کے ذریعے نہیں پر زیادتی کو کبھی اسی قبیل سے قرار دیا، ماور ساتھ ہی ساتھ اس مسئلے

میں شافعی کا گم ہونے حسن کے ساتھ مناظر بھی اور نہ کیا ہے جو خود ان کے خلاف ہے اور اس دعوے کے خلاف ہے جو خود انہوں نے چند سطور پہلے کیا ہے۔ اس سے ان کے علمی اہلی کا پتہ چلتا ہے، ان کی کوتاہ بصیرت واضح ہوتی ہے اور حقیقت کی کتابوں (جن میں اصول مذہب کے مسائل پہلے ہوئے ہیں اور جو ہم تک ہمارے حقد میں ائمہ کے حوالے سے پہنچی ہیں) میں عدم درستی کا پتہ چلتا ہے۔ کہاں شاد ولی اللہ اور کہاں عینی ابن ابی ان کی کتاب الحجج الکبیر یا الحجج الصغیر؟ یوں ہی فصول اس بکر الروزی فی الاصول اور اتھانی کی الشامل کی ان کو ہوا بھی نہیں لگی ہوگی، اسی طرح علامہ السروانی کی شرحیں کہاں ان کے مطالعے میں آئی ہوں گی؟ جن میں اصول مذہب کے بے شمار مسئلے ہیں جو ہمارے ائمہ کرام سے منقول ہیں۔ لہذا اس طرح کی تفصیلات پر ان موضوعات کے سلسلے میں احتیاط نہیں کیا جاسکتا۔

محقق کشمیری نے فیض الباری کے باب بدائع الخلق میں ان کے کسی رسالے کے حوالے سے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انہوں نے قدم عالم (۱۲۹) کا قول کیا ہے جو سب سے بڑی مصیبت ہے، اور پھر اس سے کہیں زیادہ وجہ کی بات اس مسئلے پر ترمذی میں موجود حدیث ابی زرین (۱۳۰) سے استدلال ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے راوی کی تاویل کو بھی مسترد کر دیا ہے جب کہ اس کی سند میں حواہن میں سطر اور کچھ بن حدیث ہیں، حواہن خط ہیں اور ان کی کتابوں میں ان کے دونوں سوتیلے بیٹوں نے تصحیح سے متعلق جو کچھ بھی باطل چیزیں چاہیں ڈال دیں۔ یوں ہی بخاری نے خط ان سے انتساب کیا ہے اور مسلم نے ان سے ثابت کی روایت کے علاوہ کوئی اور روایت خارج نہیں کی، جب کہ اس کے صحیح حدیث میں عطا بھی اس درجے کے قوی نہیں ہیں، جہاں تک بخاری بن حدیث یا حدیث (اختلاف روایت کی بنیاد پر) کا مسئلہ ہے تو ان کی صفت مجہول ہے، ان بیسوں کی روایت تو عورتوں کے جنس سے متعلق بھی قابل احتجاج نہیں ہو سکتی تو یہ روایت کیسے استہوت ہو جائے گی، جس میں اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کیا گیا ہے یا قدم عالم کا نظریہ ثابت کیا گیا ہے جو تکب اللہ کے سراسر مافی ہے۔

جس کا حال علم حدیث میں یہ ہوتا اور احکام سے متعلق کیسے اس کو حاکم سمجھا جاسکتا ہے؟
 تاہم بعد میں جب انہیں مدینہ منورہ سے بشارت ملی جو انہوں نے خواب میں دیکھا تھا تو وہ اس
 اضطرار سے نکل کر آخرت کی سرورسانی میں لگ گئے تھے۔ چنانچہ فیوض الحرمین میں رقم
 طراز ہیں کہ ”عربی اکرم ﷺ نے ہمیں بتایا کہ مذہب نفعی کا طریقہ بالکل صاف تھرا ہے اور سنت
 کے سب سے زیادہ موافق ہے“ اس مہارت کے بعد ان حضرات کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا
 جو الانصاف، عقد الجہد، اور حجة اللہ البالغہ وغیرہ کے بل بوتے پر مذہب کوڑھانے کی
 کوشش کر رہے تھے۔ یہ ایک سرسری اشارہ ہے جو ان کے خطبات کو غماہر کرنے کے لیے کافی
 ہے۔ امید کہ اللہ تعالیٰ اس کثیر الجہانب بحث کی تمام آرا کا جائزہ لینے کے لیے فرصت کے
 دوسرے اوقات میں فرمادے اور اللہ کے لیے کچھ شواہد ہیں۔

یہ رسالہ اللہ کے فضل و کرم سے قابرہ (اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے) میں بروز جمعرات
 ۲۳ محرم الحرام ۱۳۶۸ھ کو مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ مجھ فقیر محمد زاہد الکوثری کو جو کہ دارالسلطین العظمیٰ
 میں علمی خدمات کا فریضہ انجام دے چکا ہے کی مغفرت فرمائے اور میرے والد رحمہ اللہ کے مشائخ
 میرے استاد کے جلال، میرے رشتہ دار اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین و اعدوا اتان ان
 الحمد لله رب العلمین۔

مشغل:

امام و خطیب:

وائز کنز:

بانی رکن:

بانی:

مؤلف ایک نظر میں

نام:

جائے پیدائش:

والد:

تعلیم:

محلہ الاسلام

دارالسنن و سراج، ضلع اردب (بہار)

سید توحید عالم

(۱) حفظہ قرآن کریم، دارالعلوم مجاہد، پٹنہ

(۲) فاضل درس نظامی، جامعہ عربیہ ضیاء العلوم، بنارس

(۳) تخصص فی الدعوہ والادب، جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء، دہلی

(۴) الاجازات العالیہ، شعبہ حدیث و علوم الحدیث، جامعہ الازہر شریف، مصر

(۵) تخصص فی افتاء، (غدا میں اربعہ) دارالافتاء المصریہ، قاهرہ، مصر

(۶) عاملیت (ٹانویہ) مسجد باجوٹ الاسلامیہ، جامعہ الازہر شریف

(۷) کورس برقی اسکالرشپ ایک یونیورسٹی، امریکہ

تعلیف: جامعہ تحقیق، دہلی، وعتہ، گجرات (بزبان انجمن عربی، اردو)

کیری اسلامک ایسوسی ایشن، ٹارہ کیرولینا، امریکہ

فقیہی کونسل آف انٹرنیشنل اسلامک اسکالرشپ، انڈیورسٹی ایسوسی ایشن،

سائڈ کیرولینا، امریکہ

وی نیا تاج میڈیا اینڈ ریفریج سٹوڈیو، دہلی، انڈیا

المدینہ انجیر کیشل بورڈ، پوربہ، بہار

الفاضل و عظیم فرسٹ، اردب، بہار

عالمی کانفرنس میں شرکت: سر دوزہ عالمی صوفی کانفرنس، مراکش ۲۰۰۹ء

امریکی سینیٹرز میں شرکت: ڈیوئیک یونیورسٹی ۲۰۱۰ء

ویک فورسٹ یونیورسٹی ۲۰۰۷ء

ویک فورسٹ یونیورسٹی ۲۰۰۶ء

قلمی خدمات:

اردو: انگلش، عربی میں پچاس سے زائد مقالات و مضامین ہندو پاک

اور امریکہ کے ہزاروں رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

تصنیف و تالیف:

اثر ابن عباس

قرآن کریم کی تفسیر میں غیر اسلامی افکار و رائے ازیں (ذریعہ)

امام زہری اور مستشرقین (ذریعہ)

علم جرح و تعدیل (ذریعہ ترتیب)

سیرت رسول (ذریعہ ترتیب)

اردو سے عربی ترجمہ، تحقیق:

القادہ بالیہ

(از: مولانا احمد رضا خان محدث بریلوی)

محمد ﷺ خاتم النبیین

(از: مولانا احمد رضا خان محدث بریلوی)

الہاد الکاف فی حکم الضعاف

(از: مولانا احمد رضا خان محدث بریلوی)

العقیدہ فی الاسلام

(از: مولانا احمد رضا خان محدث بریلوی)

اولیات الصلوٰۃ فی ضوء الاحادیث النبویہ

(از: مولانا احمد رضا خان محدث بریلوی)

AF-1435

طائرہ زہ کوڑی کی محنت کا بیڑا جس میں کتابوں اور قلم انھوں نے پیش کیا ہے۔
 کوڑی کے علاوہ ان کے لیے سوال بھی فراہم کر چکے ہیں۔ وہ ایک دہائی تک کام سے ہم
 سوال تک عالم اسلام کی سربراہی کرتے آئے۔ ایک تہائی میں ان کے قلم کی کتاب خانے
 ان کی دلچسپی کا مرکز تھے۔ اس کتاب خانے میں کتب کا طرز کار، ماہر اور ساری سے اہل
 مختلف ہے۔ ماہر و محقق کی طرف سے طلبہ اور طالبانِ علم کے لیے بہت اہم اور اوقات میں
 اصلاحیہ بیان کرنے پر ہی انھوں نے ان کتابوں کو لکھا۔ اگر طالبانِ علم کی جتنی طرف
 توجہ ملے گی، تو محقق اور ساری اور طالبانِ علم کے لائق ہوا کہ باقیات اور ساری کی توجہ
 محقق کی اوجھار کی طرف سے تمام ساری اور ساری کی توجہ لیا گیا ہے۔ یہ صرف ایک ہی نام
 اور ساری کی اوجھار کی توجہ لیا گیا ہے۔ یہ ساری اور ساری کی توجہ لیا گیا ہے۔ یہ ساری اور ساری کی توجہ لیا گیا ہے۔



دارالنعما

المكتبة الإسلامية

Near Maktaba Qadria University Road, old Sabzi Mandi, Karachi.

Contact No: (92) 345 7760-40.

طوبیٰ ریسرچ لائبریری

اسلامی اردو، انگلش کتب،

تاریخی، سفرنامے، لغات،

اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com